خطبات سرگودھا

سیرت نبوی ﷺ کا عہد مکی

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

مرتب: ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ

یونیورسٹی آف سرگودھا

شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف سرگودھا

Marfat.com

خطباتِ سرگودھا

سیرت نبوی ﷺ کا عہدِ مکی

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

مرتب: ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ

یونیورسٹی آف سرگودھا

شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف سرگودھا

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

۲۰۱۶ء

نام کتاب : خطباتِ سرگودھا: سیرت نبوی ﷺ کا عہد مکی

مصنف : ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

مرتب : ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

اہتمام : شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا

مطبع :

صفحات : ۳۰۴

Marfat.com

ترتیب

* حرفِ اول — پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر — ۵
* خطبہ صدارت — پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری صاحب — ۱۵
* خطبہ اول — ۱۹
  مکی عہدِ نبوی کی تفہیم ونگارش مؤلفین سیرت کے عجز وقصور کے اسباب
* خطبہ دوم — ۴۵
  قبلِ بعثت مکی حیاتِ طیبہ کی اہمیت
* خطبہ سوم — ۸۱
  مکی عہد نبوی کے اہم ترین سنگ میل
* خطبہ چہارم — ۱۰۳
  مکی دلائل نبوت ومعجزات
* خطبہ پنجم — ۱۲۱
  مکی دور میں دین وشریعت اسلامی کا ارتقاء
* خطبہ ششم — ۱۵۵
  اقتصادی ومعاشی زندگی

Marfat.com

* خطبہ ہفتم ۱۹۳
مکی دور نبوی میں علوم اسلامی کا ارتقاء

* خطبہ ہشتم ۲۲۱
مکی تہذیب وتمدن

* خطبہ نہم ۲۶۵
تعمیر وفن تعمیر

* خطبہ دہم ۲۷۹
مکی دور میں علوم وفنون کا ارتقاء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ اول

عالم اسلام کے عظیم معاصر، مورخ اور سیرت نگار پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب (انڈیا) سے میری شناسائی ان کی کتب اور مقالات کے تناظر میں تو تین دہائیوں سے تھی لیکن رسم وراہ زمانہ میں گہرے تعلق، عقیدت اور شناسائی کا سفر جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس منعقدہ 11 تا 13/فروری 2000ء سے ہوا، جس میں آپ کی علمی صحبتوں سے فیض یابی کی ساتھ ساتھ آپ کی خیال آفرینی، علمی قدر ومنزلت، تحقیق وجستجو، ندرت اور سیرت مقدسہ سے قلبی محبت اور وابستگی کے مجسم مظاہر مشاہدے میں آئے۔ بس ان کے ساتھ بیتے لمحات میری زندگی پر ان کے گہرے تعلق کے لازوال نقوش ثبت ہو گئے۔ پیہم ان کے ساتھ رابطہ ایک معمول بن گیا۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد میں ''سیرت نگاری کے جدید رجحانات'' کے عنوان سے منعقدہ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس مارچ ۲۰۱۱ء میں بھی ان کی صحبت میسر رہی۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب 26/دسمبر 1944ء کو اتر پردیش انڈیا میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کی تین عظیم درسگاہوں ندوۃ العلماء، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی تعلیم حاصل کی۔ یوں ان اداروں کی نسبت سے آپ

Marfat.com

ندوی، جامعی اور علیگ ہیں۔ قدیم اسلامی علوم اور جدید عصری فنون کی تعلیم وتربیت ندوۃ العلماء لکھنو، لکھنو یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پائی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ڈاکٹر صاحب نے باقاعدہ درس نظامی کا کورس مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ یہاں آپ کے اساتذہ میں عالم اسلام کے عظیم رہنما اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور مولانا محمد رابع حسنی ندوی ایسی شخصیات رہی ہیں۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے بھی بھرپور فیض پایا، عصری تعلیم زیادہ تر آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ انڈیا سے حاصل کی، پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی اسی یونیورسٹی سے حاصل کی۔ سیرت وکردار، ذہن وقلب اور فہم وادراک کا بنیادی مواد مدارس و جامعات نے فراہم کیا مگر اصل تعمیر وتشکیل کا کارنامہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انجام دیا۔ پروفیسر، صدر شعبہ، ڈائریکٹر، ڈین اور دوسرے علمی اور انتظامی مناصب نے دنیاوی وجاہت عطا کی لیکن ان کا اصل سرمایہ علم ووقار ان کا طالب علمانہ کردار رہے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں آپ نے 1970ء میں شعبہ تاریخ میں بطور ریسرچ اسسٹنٹ اپنے تدریسی سفر کا آغاز کیا اور آپ کی خدمات کیا عتراف میں 1991ء میں آپ کو پروفیسر کا عہدہ پیش کیا گیا۔ 1997، 1998ء اور 2000ء میں آپ بطور ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ فرائض سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں 2001ء میں شعبہ علوم اسلامیہ کے ذیلی ادارے شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل کے ڈائریکٹر بنا دیئے گئے۔ آپ نے یہاں دس قومی وبین الاقوامی سیمینارز منعقد کروائے۔

سیرت نگاری میں آپ کی نگارشات درحقیقت آپ کے والد محترم کی آرزو اور تمنا کی تکمیل تھی۔ وہ آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے تمہیں اس لیے تھوڑا ہی پڑھایا تھا کہ تم بادشاہوں کے قصے لکھتے رہو۔ ہم نے تو تمہیں اس لیے پڑھایا تھا کہ تم

Marfat.com

رسالت مآب ﷺ کی حیات طیبہ پر لکھو۔ والد گرامی کی دلی چاہت میں آپ نے کوچہ سیرت سے سیرت طیبہ کے گلشن سے وہ پھول اکٹھے کیے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ اردو میں سیرت پر ایک وقیع کام نقوش کا رسول نمبر ہے۔ اس کے مدیر جناب محمد طفیل صاحب کا انتخاب دیکھیں کہ انہوں نے پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب کو خط لکھا کہ آپ کا علم اور میرا پاگل پن بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے سکتے ہیں۔ بلاشبہ نقوش کا رسول نمبر اس کا مظہر ہے۔

قرآن وحدیث، فقہ وتاریخ اور دوسرے موضوعات پر کتب ومقالات لکھے اور نئی جہات سے روشناس کیا۔ سیرت نبوی کی تحریر ونگارش ان کا سرمایہ سعادت ہے۔ اردو، عربی اور انگریزی میں علوم وفنون اسلامی پر ان کی اعلیٰ معیاری کتابوں کی تعداد پچاس کے قریب ہے اور مقالات کی تعداد ۵۰۰ کے لگ بھگ ہے۔

آپ نے سیرت کے قدیم ماخذ تاریخ یعقوبی ایک مطالعہ، قدیم سیرت نگار واقدی کو اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا۔ رسول اللہ ﷺ کے مکی عہد پر روایتی سیرت نگاروں سے ہٹ کر بہت کچھ لکھا۔ عہد نبوی کی تنظیم و ریاست پر انگلش میں Organization of Govt under the Prophet لکھی۔ عہد نبوی کے غزوات کو نئی جہتوں سے آشکار کروایا، اسرہ النبی کے نازک تعلقات سامنے لائے۔ معاشرت وتہذیب نبوی میں آپ کا قلم خوب رواں ہوا۔ اور ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب عہد نبوی کا تمدن دہلی سے شائع ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ اور خواتین ایک سماجی مطالعہ، مکی مواخاۃ، مکی عہد میں مسلم آبادی، معیشت نبوی علی ہذا القیاس۔ ڈاکٹر صاحب کی سیرت نگاری بہت متنوع، ہمہ جہت اور جدت کا شاہکار ہے۔ نئے نئے موضوعات پر آپ قلم اٹھاتے ہیں اور نو آموز محققین کے لیے تحقیق کے بہت سے در وا کر دیتے ہیں۔ آپ کے اعزازات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

Marfat.com

1985-84 میں صدر پاکستان ضیاءالحق سے صدارتی ایوارڈ وصول کیا۔

1998 اور 2000 میں نقوش قرآن نمبر پر ایوارڈ۔

2005ء میں شاہ ولی اللہ ایوارڈ ملا۔

2013 میں حکومت پاکستان کی طرف سے پہلے غیر ملکی باشندے کے طور پر آپ کی کتاب عہد نبوی کا تمدن کو قومی سیرت ایوارڈ دیا گیا۔ آپ جب ھی پاکستان تشریف لاتے ہیں آپ کے اعزاز میں سیمینارز اور لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ آپ کی اہم تصانیف سیرت حسب ذیل ہیں:

☆ عبدالمطلب ہاشمی - رسول اکرم ﷺ کے دادا، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، دارالنوادر/کتاب سرائے لاہور ۲۰۰۵ء

☆ حضرت ثویبہؓ - رسول اکرم ﷺ کی رضاعی ماں، اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی ۲۰۰۹ء

☆ رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں، مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی، ۲۰۱۱ء؛ کتاب سرائے لاہور ۲۰۱۲ء

☆ حضرت ام ایمنؓ - رسول اکرم ﷺ کی انا، زوار اکیڈمی کراچی ۲۰۱۴ء

☆ مکی اسوہ نبوی، اسلامی بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۲۰۰۵؛ دارالنوادر/کتاب سرائے لاہور ۲۰۰۶ء

☆ The Prophet Muhammad ﷺ - A Role- Model for Muslim Minorities, The Islamic Foundation Leicestershire UK.2006

☆ مکی عہد میں اسلامی احکام کا ارتقا، فرید بک ڈپو، نئی دہلی۔ ۲۰۰۷ء؛

Marfat.com

دارالنوادر، کتاب سرائے لاہور ۲۰۰۸ء

☆ عہد نبوی میں قریش و ثقیف کے تعلقات، سیرت چیر وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی، ۲۰۱۵ء

☆ عہد نبوی میں مکی خواتین، کراچی

☆ تاریخ تہذیب اسلامی اول، قاضی پبلشرز نئی دہلی ۱۹۹۴ء؛ فیکٹ پبلشر لاہور ۲۰۰۸ء (بعنوان تاریخ اسلام: عہد جاہلیت سے عہد اسلامی تک)

☆ رسول تہذیب اسلامی، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۲۰۱۵ء (تاریخ تہذیب اسلامی، اول کا جدید ایڈیشن)

☆ فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی (جدید ترین مع حواشی) زیر طبع

☆ عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں، نقوش رسول نمبر ۱۲، لاہور ۱۹۸۴ء مشمولہ عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت

☆ عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، قاضی پبلشرز نئی دہلی ۱۹۸۸ء وبعد

☆ Organisation of Government Under the Prophet, Idrah -i Adabiyat -Dilli, Delhi1987,Islamic Publications Lahore.1988

☆ نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی جہات، علی گڑھ ۱۹۹۹ء نقوش رسول نمبر ۱۱، لاہور ۱۹۸۴ء؛ مشتاق بک کارنر لاہور غیر مورخہ

☆ عہد نبوی کے اختلافات- جہات، نوعیتیں اور حل، قاضی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۱۳ء؛ دارالنوادر لاہور ۲۰۱۴ء

Marfat.com

☆ رسول اکرم ﷺ اور خواتین - ایک سماجی مطالعہ، اسلامی بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۲۰۰۶ء، نشریات لاہور ۲۰۱۱ء

☆ عہد نبوی کا تمدن، اسلامی بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۲۰۱۰ء؛ دارالنوادر/ کتاب سرائے لاہور ۲۰۱۱ء

☆ معاش نبوی، کتب خانہ سیرت کراچی ۲۰۱۵ء

☆ وحی حدیث، اسلامی بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۲۰۰۴ء؛ کتاب سرائے لاہور ۲۰۰۵ء

☆ شاہ ولی اللہ کا رسالہ سیرت، پھلت ۲۰۰۶ء

☆ شاہ ولی اللہ کا فلسفہ سیرت، علی گڑھ ۲۰۰۰ء

☆ عہد نبوی میں سیرت فاروقی، اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۰۱۵ء (زیر طبع)

☆ مصادر سیرت نبوی، قاضی پبلشرز نئی دہلی ۲۰۱۵ء

☆ مقالات سیرت (جلد اول) مکتبہ اسلامیہ لاہور ۲۰۱۵ء

☆ امام واقدی کی سیرت نگاری (کتاب المغازی کی متنی تحقیق) وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی (زیر طبع)

☆ سیرت خاتم ﷺ (مطول کتاب سیرت) زیر تصنیف

راقم نے یونیورسٹی آف سرگودھا اپریل ۲۰۱۲ء میں شعبہ علوم اسلامیہ کے امور سنبھالے تو عزم مصمم کیا کہ اس ادارے کی ترقی اور علمی و تحقیقی شناخت قائم کرنے میں بھرپور کردار ادا کرنا ہے، چنانچہ پی ایچ ڈی کا از سر نو اجراء نیز بی ایس، ایم اے اور ایم فل میں بھی تحقیق کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ممتاز اساتذہ اور محققین کے سیمینارز اور محاضرات کا وقتاً فوقتاً اہتمام کیا۔ اپنی ذاتی حیثیت میں راقم نے متعدد موضوعات پر لیکچرز دیئے۔ اسی سلسلے میں 22 نومبر 2012 کو پروفیسر حافظ نثار الحق

Marfat.com

صدر امریکن سوسائٹی برائے اسلامی حقوق ٹیکساس امریکہ کو دعوت دی۔ انہوں نے ''امریکہ میں مسلمانوں کے احوال'' کے عنوان سے مقالہ پڑھا اور سوالات کے جوابات دیئے۔ مارچ 2013ء پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے سیرت النبی ﷺ پر ایم بی اے ہال میں مقالہ پڑھا۔

پھر 6، 7 اور 8 مئی 2013 کو سرزمین مقدس مکہ مکرمہ کے ڈاکٹر صالح عبدالرحمٰن الغامدی کے لیکچرز ''اسلام کی بنیادیں: چند فکری پہلو'' کے عنوان سے ہوئے۔ اور بعد ازاں 17 دسمبر 2013 کو عالم اسلام کے معروف اسکالر اور دانشور فرزند ارجمند سید سلیمان ندوی پروفیسر ڈاکٹر سید سلمان ندوی (جنوبی افریقہ) کو دعوت دی۔ انہوں نے ''مطالعہ سیرت کے جدید پہلو'' کے عنوان سے سیمینار میں لیکچر دیا۔

2014 جون میں پروفیسر ڈاکٹر سلیم طارق خان صاحب (ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ، یونیورسٹی آف بہاولپور) نے ''تحقیق کے نئے زاویے'' کے عنوان سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلباء و طالبات کو لیکچر دیا۔ پھر 12 اپریل 2014 کو پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب (چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، ریلوے روڈ کالج فیصل آباد) نے ''موجودہ دور میں ترکی میں نفاذ اسلام کی کوششیں'' کے عنوان سے سیمینار میں علمی مقالہ پیش کیا۔

بعد ازاں 18 مئی 2015 میں پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی نے بعنوان ''افغانستان سے امریکی فوج کا انخلا اور امت مسلمہ کا مستقبل'' اور پروفیسر ڈاکٹر دوست محمد صاحب نے بعنوان ''پاکستان میں تعلیم کی اہمیت و ضرورت'' پر مقالات ایم بی اے ہال میں پیش کیے۔

8-9 جون 2015 میں شعبہ کے زیر اہتمام ہائر ایجوکیشن کمیشن اسلام آباد کے تعاون سے ایک ورکشاپ منعقد ہوئی جس کا عنوان ''اسلامی علوم میں تحقیق

Marfat.com

کے جدید مناہج'' کے عنوان سے ہوا جس میں پروفیسر ڈاکٹر محمد امین صاحب، پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی صاحب، پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب اور پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر صاحب تشریف لائے۔اور انہوں نے دو دن تک مختلف عنوانات پر خطاب فرمایا۔

مارچ 2014 کو ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب سے وعدہ لیا تھا کہ مارچ 2015 میں آپ کے دس خطبات یونیورسٹی آف سرگودھا میں ہونگے۔ چنانچہ حسب وعدہ آپ نے اپنے عنوانات لکھ کر بھیجے، جن کی فہرست یہ ہے:

۱۔ مکی عہد نبوی کی تقسیم نگارش مولفین سیرت کے عجز وتصور کے آداب
۲۔ قبل بعثت مکی حیات طیبہ کی اہمیت
۳۔ مکی عہد نبوی کے اہم ترین سنگ میل
۴۔ مکی دلائل نبوت ومعجزات
۵۔ مکی دور میں دین وشریعت اسلام کا ارتقاء
۶۔ اقتصادی ومعاشی زندگی
۷۔ مکی دور نبوی میں علوم اسلامی کا ارتقاء
۸۔ مکی تہذیب وتمدن
۹۔ تعمیر وفن تعمیر
۱۰۔ مکی دور میں علوم وفنون کا ارتقاء

پھر اس پروگرام کو دس دنوں کی بجائے پانچ دنوں میں منحصر کر دیا گیا۔ ڈاکٹر صدیقی صاحب نے روزانہ دو دو خطبے ارشاد فرمائے۔ اکثر خطبات کی صدارت وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری صاحب نے کی۔ جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض میرے عزیز نوجوان سکالر ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ کھگہ نے بحسن وخوبی

Marfat.com

سرانجام دیئے۔ان خطبات میں جامعہ سرگودھا کے طلبہ کے علاوہ اسلام آباد، لاہور، فیصل آباد کے مختلف تعلیمی اداروں میں سے بعض اساتذہ اور معززین علاقہ بھی شرکت کرتے رہے۔

ان خطبات سیرت کو کمپوز کیا گیا اور ان کی تین دفعہ راقم نے تصحیحات کیں، پھران کو ڈاکٹر صدیقی صاحب کو انڈیا ارسال کیا گیا۔آپ نے ان سب کو پڑھا اور پھر دوبارہ واپس بھیجا، چنانچہ مقالات موصول ہونے پر میں نے پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد ڈوگر صاحب وائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا کو اس کی اہمیت کا بتایا تو انہوں نے کمال شفقت سے اس علمی کام کو شائع کرنے کے احکامات صادر فرمائے۔اس سلسلے میں رجسٹرار یونیورسٹی آف سرگودھا جناب مدثر کامران صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ وہ یونیورسٹی آف سرگودھا میں بہت تندہی سے کام کرتے ہیں اور شعبہ علوم اسلامیہ کے دینی اور علمی کاموں میں تعاون کرتے ہیں۔

میں اپنے تمام اساتذہ کرام کا شکر گزار ہوں کہ وہ تمام معاملات میں تعاون کرتے ہیں۔پروفیسر مختار احمد اعوان صاحب، پروفیسر فضل حق صاحب، پروفیسر منیر احمد بھٹی صاحب، پروفیسر رانا اصغر علی صاحب، پروفیسر قاضی بشیر احمد صاحب، ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ صاحب، ڈاکٹر محمد شہباز منج صاحب، ڈاکٹر فرحت نسیم علوی صاحبہ، ڈاکٹر محمد ساجد اقبال صاحب، شیخ محمد ریاض صاحب، ڈاکٹر مسز زریں ایس ریاض صاحبہ، سمیعہ اطہر صاحبہ، ناصر محمود وڑائچ صاحب، حافظ جمشید اختر صاحب، حافظ عبدالرحیم، حافظ حسان عبید صاحب اور باقی بھی جملہ اساتذہ کرام اور سٹاف کے ساتھ محمد وقاص الحسنین نے کمپوزنگ اور ڈیزائننگ میں خصوصی تعاون کیا۔

میں پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری صاحب (سابق وائس چانسلر، یونیورسٹی آف سرگودھا) کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہمیشہ ہی شعبہ علوم اسلامیہ

Marfat.com

کے پروگراموں کی خوشی سے منظوری دی اور سیمینارز منعقد کرانے پر ہر قسم کا تعاون پیش کیا۔اور میں پروفیسر ڈاکٹر ظہور الحسن ڈوگر صاحب، وائس چانسلر یونیورسٹی آف سرگودھا کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ان مقالات کو شائع کرنے کی اجازت دے کر حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالروؤف ظفر
چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا
یکم دسمبر 2015ء

Marfat.com

خطبہ صدارت

پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری صاحب

(سابق وائس چانسلر، یونیورسٹی آف سرگودھا)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم---

محترم المقام جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر صاحب، جناب ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ صاحب، جناب پروفیسر فضل حق صاحب، اساتذہ کرام، افسران جامعہ، ڈین حضرات اور بہت ہی عزیز طلبہ وطالبات: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!۔

بہت سارے سوالات تاریخ کے بارے میں، خاص طور پر میں سوچتا رہا کہ تاریخ دانوں کو اس کو بھی موضوع بنانا چاہئے اور پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب کا شکر گزار ہوں انہوں نے مکی زندگی کو موضوع بنایا۔ عام طور پر تاریخ پڑھنے والے، سیرت پڑھنے والے واقعات کا تسلسل پڑھتے ہیں۔ کہ دو ہجری میں یہ ہوا، تین ہجری میں وہ ہوا، پانچ ہجری میں غزوہ احزاب ہوا، چھ ہجری میں صلح حدیبیہ ہوئی، آٹھ ہجری میں فتح مکہ ہوا۔ پھر حنین اور پھر تبوک اور پھر فلاں فلاں وغیرہ۔ یہ succesion of the events کو ہم نے تاریخ سمجھ رکھا ہے۔ کہ ایک بعد دوسرا واقعہ، دوسرے کے بعد تیسرا۔ جس طرح محترم صدیقی صاحب نے فرمایا کہ ان واقعات کے پیچھے جو عوامل ہیں جن کے سبب وہ واقعات رونما ہوئے، حقیقت میں وہ

Marfat.com

تاریخ ہیں۔اور آپ تاریخ اور اس کی چاشنی کو نہیں پا سکتے جب تک ان اسباب تک آپ کی نظر نہیں جاتی۔

میں ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب کا بڑا شکرگزار ہوں کہ دس خطبوں کیلئے آپ تشریف لائے۔اس سے انکار نہیں ہے کہ اسلامی تاریخ کا درخشاں باب فتح مکہ اور ہجرت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس لئے تو زیادہ زور مورخین ''ابن اسحاق،ابن ہشام ، واقدی، ابن سعد یا بعد کے مورخین'' نے مدنی زندگی پر دیا۔ ہمارے زمانے کے لوگ ہوں یا بیسویں صدی کے،ان سب کا زیادہ زور مدنی زندگی پر رہا۔مکی زندگی کی بے شمار تفصیلات جو ہیں وہ نظروں سے اوجھل رہیں۔تاریخ کی کتابوں میں نہیں آئیں۔انساب کی کتابوں میں، رجال کی کتابوں میں،ادب کی کتابوں میں حتیٰ کہ جنھوں نے بہت سارے نغمے اکٹھے کیے صبح الاعشیٰ قلقشندی کی بھی اور کتاب الاغانی ہے ابوالفرج اصفہانی کی،ان میں ہمیں زمانہ جاہلیت کی بہت ساری تفصیلات ملتی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جب ہم اس کو زمانہ جاہلیت کہتے ہیں،ایسا نہیں ہے کہ وہ زمانہ سو فیصد اچھی باتوں سے عاری تھا۔جاہلیت تو اس لیے کہتے ہیں کہ سب سے بڑی جہالت یعنی شرک کا ان سے ارتکاب ہوا تھا،البید بن ربیعہ(الشاب القتیل)ایک شاعر جو کہ ۲۶ سال کی عمر میں مرا اور صاحب معلقہ ہے۔وہ کہتا ہے کہ تین ہی میرے آئیڈیلز ہیں۔ان میں سے ایک وہ یہ بیان کرتا ہے کہ کوئی مجھے مدد کے لئے پکارے اور میں اڑ کے اس کی مدد کے لئے پہنچوں۔رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے فلاں شخص" ھو نار علی الجبل " (وہ تو پہاڑ کی چوٹی پہ ایک الاؤ ہے آگ کا)۔جس طرح رات کو پہاڑ کی چوٹی پہ جلتی ہوئی آگ دنیا کو نظر آتی ہے اس طرح وہ ایک عظیم آدمی ہے۔یہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت خنسہ نے فرمایا۔لیکن رسول اللہ ﷺ سے پہلے زمانے میں بھی بے شمار عربوں کی یہ عادت تھی کہ جو کوئی اونچی جگہ پہ رہتا تھا۔تو وہ وہاں پر آگ کا علاؤ روشن کر دیتا کہ رات کو بھولا بھٹکا کوئی مسافر ہو

Marfat.com

اور اس کو ہماری مدد کی ضرورت ہو تو وہ ہمارے پاس آجائے۔رسول اللہ ﷺ کے پہلے بھی لوگوں میں یہ خصوصیات پائی جاتی تھیں جس طرح حضرت خدیجہؓ کا ڈاکٹر صاحب نے تذکرہ کیا۔رسول اللہ ﷺ نے اپنی اوائل عمر میں جو حلف الفضول کا حصہ بنے وہ بھی بنیادی طور پر نیک لوگوں کا کام تھا۔اور پھر ہم غریب کی مدد کریں گے، ناداروں کے سر پر ہاتھ رکھیں، مظلوم کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔یہ سارے وہ انسانی اوصاف ہیں۔

اور عزیز بچو!

میں آپ کو یاد دلاؤں کہ جس وقت مکہ مکرمہ سے پہلی ہجرت حبشہ ہوئی اور لوگ نجاشی کے پاس چلے گئے۔تو قریش نے ان کے پیچھے ایک سفارت بھیجی، کہ نجاشی سے ان لوگوں کو واپس لے آئیں۔مسلمانوں پر جو الزامات تھے ان کی خود نجاشی نے تردید کردی اور واپس نہ بھیجا۔ہرقل کے دربار میں جب رسول اللہ ﷺ کا خط قاصد لے کر پہنچا تو حضرت ابوسفیانؓ تشریف لے گئے (ابوسفیان اس وقت مسلمان نہ تھے)۔اور ہرقل نے ان سے پوچھا کہ جو آخری نبی کے آنے کی نشانیاں تھیں۔کیا ان کے ساتھ سارے غریب لوگ ہیں؟ کیا وہ سچ بولتے ہیں؟ کیا وہ ایسے ہیں کیا وہ ایسے ہیں؟ تو ابوسفیان نے کہا ہاں وہ ایسے ہی ہیں۔ہاں وہ ایسے ہیں۔تو کسی نے بعد میں ان سے کہا کہ آپ نے ساری باتیں ٹھیک ٹھیک بتا دیں، تو ابوسفیانؓ کہنے لگے میں مردِ آزاد ہوں جھوٹ کس طرح بولتا؟ اپنے دشمن کے بارے میں بھی ایک عرب شہادت دیتا ہے تو وہ جھوٹ نہیں بولتا۔تو شاید اللہ تعالیٰ نے پورے ان لوگوں میں سارے اوصاف اس لیے بھی بچا کے رکھے تھے۔کہ نبی آخرالزماں ﷺ نے آنے کے بعد پوری دنیا کی قیادت کرنی تھی۔جاہلیت کے عربوں میں بہت سی اچھی باتیں تھیں جن کا ڈاکٹر صاحب نے ذکر فرمایا۔

میں بہت شکر گزار ہوں جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مظہر یٰسین صدیقی صاحب کا کہ ہماری درخواست پہ یہ تشریف لاتے ہیں۔اور ہم اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ

Marfat.com

جس طرح کہا سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ آپ ﷺ کو رسوا کبھی نہیں کرے گا کہ ”كلا والله لا يخزيك الله ابدا انك لتصل الرحم، وتحمل الكل وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق“ (آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے اور حق کے لئے مصائب برداشت کرتے ہیں)۔ ہمارے ہاں گھر میں آپ بے دھیان بیٹھے ہوں مہمان آجائے کسی ایک جانب سے آواز ہلکی سی آتی ہے ”فیر آ گیا اے“۔ تو یہ اب ہمارے گھروں کا حال ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پہلے ایسے نہیں تھا بلکہ عرب لوگ مہمان نوازی میں بہت مشہور تھے۔ دیکھیں زمانہ جاہلیت میں بھی بہت ساری چیزیں تھیں جن پر آج ہم عمل پیرا ہیں۔

عزیز بچو! میں آپ سب کی جانب سے استاذ محترم کا بہت شکر گزار ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ آئندہ پھر ہم ان سے مزید خطبات بھی سنیں گے۔ آج تاریخ کے فلسفے پر جو انہوں نے چشم کشا گفتگو کی، وہ میرے اور آپ سب کے لئے روشنی ہے۔ میں ایک بار پھر آپ کا شکر گزار ہوں۔

Marfat.com

خطبہ اول

مکی عہدِ نبوی کی تفہیم و نگارش
مؤلفین سیرت کے عجز وقصور کے اسباب

بلا خوفِ ملامت وتردید اور پورے ایمان وایقان اور تمام تر خلوص وانصاف کے ساتھ یہ خاکسارانہ اظہار حقیقت واقعہ وتجزیہ ہے۔ سب کے سب قدیم وجدید مصادر سیرت نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور حیات، عہد کارگزاری اور اقلیم کارسازی کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ انہوں نے بعد کے مدنی دور حیات وعمل کو اتنا درخشاں، تابندہ اور خیرہ کن بنا کر پیش کیا کہ مکی عہد حیات وسیرت اس کی ایک محض پرچھائیں بن کر رہ گیا۔ اس جانبدارانہ نگارش اور غیر منصفانہ تدوین میں اصل رجحان سیرت نگاری بنیادی قدیم مؤلفین سیرت اور ان کا سرچشمہ علم جامعین روایات نے قائم کیا۔ اخبار وروایات کے پیشرو جامعین کرام کے سر زیادہ الزام نہیں دھرا جا سکتا کہ ان کی تدوینات اور نگارشات وترسیلات کا خاطر خواہ ذخیرہ ہمیں نہیں ملا (۱)۔

اسلامی صدی کا دور اصل یعنی پہلی صدی ہجری / ساتویں صدی عیسوی کے اولین مؤلفین سیرت جیسے حضرت عروہ بن زبیر اسدیؒ (م ۹۴ھ) اور امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) کی تالیفات سیرت میں بھی یہ غیر منصفانہ رجحان نظر آتا ہے لیکن وہ مؤثر نہیں رہا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ ان کی تصانیف سیرت زیادہ شہرت نہ پا سکیں اور نہ مقبولیت حاصل کر سکیں۔ وہ مواد وپیشکش میں خاصی تشنہ وخام تھیں۔ قدیم کلاسیکی سیرت نگاری کے اصل امامانِ ہمامان تھے: محمد بن اسحاق مطلبیؒ (۸۰-۱۵۰) اور محمد بن عمر واقدیؒ (۱۳۰ھ-۲۰۷ھ) اور ان میں بھی نہاد کار تھے امام ابن اسحاق جن

Marfat.com

کی اولین جامع و کامل سیرۃ النبی "کتاب المبتدا والمبعث والمغازی" نے سیرت نگاری کی روایت ڈالی۔ امام واقدیؒ اپنی تمام تر جودتِ طبع، ندرتِ تحقیق اور جامعیت طرز کے باوجود امامِ اول ابن اسحاق کے نہ صرف پیروکار تھے بلکہ مقلد کامل بھی تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب سیرت کا عنوان تک ان سے اخذ کیا: "کتاب التاریخ والمبعث والمغازی" اس کا نام رکھا اور بیانیہ سیرت میں ان کی پیروی کی۔ ان دونوں کے جانشین سیرت نگاروں نے ان ہی کے طرز و آدرش کو اپنا لیا خواہ وہ ابن اسحاق کے تلخیص نگار و مہذب ابن ہشام (م ۲۱۸ھ) ہوں، یا امام واقدیؒ کے شاگرد و کاتب امام ابن سعد (م ۲۳۰ھ) ہوں۔ دوسرے تمام ان ہی کے جامد مقلدین اور وفادار پیروکاروں میں آتے ہیں۔ تیسری صدی ہجری/نویں صدی عیسوی کے امامانِ سیرت نے وہی طریق نگارش اپنایا۔ ان میں صرف امام طبری (محمد بن جریر م ۳۱۰ھ) نسبتاً بیانیہ میں کسی حد تک منفرد تھے۔ مگر مکی اور مدنی ادوار حیات و خدمات کی نگارش میں انداز غیر منصفانہ نہیں بدلا۔ مکی دورِ سیرت کو مختصر و تشنہ اور ناقص و ادھورا ہی بیان کرتے رہے۔ ان سب کی تصانیف سیرت میں مکی دور کے اوراق کا مدنی عہد کے صفحات سے موازنہ کریں تو زمین آسمان کا فرق نکلے گا، اول الذکر محض دیباچہ عہد ٹھہرے گا (۲)۔

جدید دورِ تالیف سیرت میں روایتی طرز کی پابندی بشرطِ استواری رہی اور تمام سیرت نگاروں نے قدیم مآخذ کی روایت نگارش اپنا لی۔ اس میں مسلم سیرت نگاری کی تمام جدید روایات و ایجادات مشترکہ طور سے یکساں ہیں، خواہ وہ عربی تالیفات سیرت ہوں یا اردو نگارشات یا کسی اور زبان کی۔ جدید اردو سیرت نگاری کے امام عالی مقام بلا شبہ و تردد علامہ شبلی نعمانیؒ (جون 1857ء-18 نومبر 1914ء) ہیں کہ وہ سنجیدہ اور علمی سیرت نگاری کے بانی ہیں۔ ان کے شاگرد و جامع و مرتب علامہ سید سلیمان ندویؒ اپنے امام استاد کی طرز تصنیف و تدوین کے پابند تھے۔ ان دونوں امامینِ ہمامین دور جدید کا ذکر اذکار ساتھ ساتھ کرنا لازمی بھی اور انصاف کا تقاضا بھی اور ان سے زیادہ شرافت و صداقت کا وطیرہ بھی۔ خاکسار راقم اس حقیقت کا برملا اعتراف تحریراً کر چکا

Marfat.com

ہے کہ ان دونوں استاد وشاگرد کے درمیان وہی ربط و تعلق تھا جو امام ابن اسحاق اور امام ابن ہشام میں تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سید سلیمان ندویؒ کی استاد امام سے والہانہ عقیدت و محبت نہ ہوتی تو شبلی کی سیرۃ النبی نہ وجود میں آتی اور نہ کامل و جامع بن پاتی۔ سخن گسترانہ بات نوک قلم پر آ گئی تو عرض و اظہار کے بغیر چارہ نہیں کہ ابن ہشامؒ نے اپنی تہذیب و تلخیص سے اصل کتاب کی گمشدگی کی راہ ہمواری کی۔ ان کی مہذب و مطرا کتاب ابن ہشام نے بوجوہ اتنی مقبولیت و شہرت حاصل کی کہ استادِ امام کی اصل کتاب سیرت رفتہ رفتہ اوجھل ہوتے ہوتے مفقود ہو گئی۔ شبلی گرامی نے تحقیق و تدقیق اور بیان و اسلوب کی عظیم الشان طرح نو ایجاد کی مگر وہ ابن اسحاق کے طرز و اسلوب تالیف سے پیچھا نہ چھڑا سکے۔ سیرۃ النبی شبلی میں مکی دور حیات کا بیانیہ تو امامِ سیرت کی کتاب مستطاب سے بھی زیادہ مختصر، ناقص اور تشنہ و خام اور غیر منصفانہ ہے۔ دوسرے تمام اردو سیرت نگاروں نے شبلی امام کی نہ صرف تقلید کی بلکہ ان پر تمام تر تبصرہ و نقد کرنے کے باوصف ان کے غیر عادلانہ بیانئے کو اپنا لیا۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا عبدالرؤف دانا پوری، ڈاکٹر محمد حمید اللہ جیسے بڑے اہل علم و فکر کے ہاں وہی مکی دور سیرت کے ساتھ سوتیلا رویہ موجود ہے۔ مصنف رحمۃ للعالمین قاضی محمد سلمان منصور پوری کا طریق تصنیف و تالیف خاصا نرالا ہے مگر اپنی خصوصیات کے باوجود مکی دور سیرت کو ناقص تر پیش کرتا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے عظیم ترین اور عہد ساز اردو سیرت نگاروں کی تالیفات پر جدید دور کے مؤلفین کرام نے روایات و معلومات کا خاصا اضافہ کیا ہے۔ مگر مکی دور نبوی کی نگارش و تدوین میں وہ عدل و انصاف اور توازن و تواتر اور جامعیت و کاملیت کے میزان میں اپنے پیشرووں سے کم تلتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ تو ان کی روایت پرستانہ اور مقلدانہ ذہنیت ہے کہ وہ اپنے قدیم عربی اور جدید اردو ماخذ کے طریق توازن کی تقلید کرتے ہیں۔ تمام قدیم و جدید مؤلفین سیرت کا بنیادی المیہ یہ ہے کہ وہ مکی عہد نبوی کی اہمیت، کارسازی، کارفرمائی اور تعمیر عہد مردم سے کماحقہ آگاہ نہیں (۳)۔

Marfat.com

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کی قبل نبوت حیات وسیرت مبارکہ کا سراغ قدیم جاہلی قریش کے پس منظر میں کیا جاتا ہے۔تمام قدیم وجدید مؤلفین ومحققین سیرت نبوی کے اس دورِ تاریخ ساز اور شخصیات طراز کا قبیلہ قریش کے آغاز وارتقاء کے مراحل کے حوالے سے آباء واجداد گرامی کے فضائل و مناقب تذکروں کی صورت میں کرتے ہیں۔اولین بانیان قبیلہ کے بالمقابل وہ قریب تر اجداد نبوی پر ارتکاز کرتے ہیں۔قبائلی پس منظر اور خاندانی تناظر کے بیانئے میں روایات واخبار اور بسا اوقات اقوال پر انحصار ہوتا ہے۔تنقیدی تجزیہ وعلمی تحلیل سے ذرا کم کام لیا جاتا ہے۔ یہ بھی طرفہ ستم ہے کہ اولین امامان سیرت بالخصوص امام ابن اسحاقؒ وواقدیؒ اپنے مخصوص تعبیرات اشارات نقد وتضعیف سے کام لیتے ہیں۔ان کا مقصود ومطلوب یہ ہوتا ہے کہ جمع وتدوینِ روایات میں ان کو اپنے راویانِ ثقہ اور قصاص غیر معتبر سے جو کچھ ملا اسے محفوظ وپیش کر رہے ہیں۔وہ تعدیل روایات ورواۃ اور تضعیف اخبار وبیانات میں اپنے دور کی خاص مصطلحات کا استعمال کرتے ہیں اور ان کی مرتبت وثقاہت متعین کرتے ہیں۔ایک تو اسناد کے سلسلہ کا طریق ہے جن کے مطابق وہ بسا اوقات مختصر فقرہ وجملہ سے اپنے شیخ / شیوخ کی ثقاہت ومعتبریت پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔غیر معتبر، مجہول، نامعلوم اور غیر ثقہ رواۃ اور ان کی روایات و اخبار کی تضعیف وتغلیط کی طرف انصاف سے اشارے کر دیتے ہیں۔ابن اسحاق بالخصوص اپنی غیر ثقہ روایات اور عوام میں مقبول ومشہور اخبار کی کمزوری، ضعف یا وضعیت وغیرہ بتانے کے لئے خاص فقرے استعمال کرتے ہیں۔ان میں زعم / زعموا، یزعمون/ فیما یزعمون جیسے فقرے اور جملے روایات سیرت اور اخبار تاریخ کی بے اعتباری دکھانے کی خاطر آغاز ودرمیان میں لاتے ہیں (۴)۔

امام موصوف کے ساتھ امام واقدی اور ان دونوں کے خوشہ چین مؤلفین سیرت کبھی کبھی باقاعدہ رواۃ وروایات پر نقد وتبصرہ کرتے ہیں۔بالعموم مختلف ومتضاد روایات میں وہ صحیح ومعتبر کے لئے اثبت ، ثابت/ الثبت اور ان جیسے دوسرے الفاظ

۱۴۲۵۸۲

Marfat.com

وتعبیرات اور غیر معتبر وغیر ثقہ کے لئے منفی الفاظ نقد لاتے ہیں۔ ان روایات واخبار کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کے اظہار واثبات کے لئے ان سب کا ایک اور طریق بیان یہ ہے کہ آغاز ودرمیان روایت میں معروف صیغہ فعل وبیان جیسے قال / قالوا، روٰی / حدّث وغیرہ استعمال کرتے ہیں اور کمزور وضعیف یا غیر معتبر روایت وخبر کے لئے صیغہ مجہول جیسے قیل / یقال، رُوِی / حُدِث لاتے ہیں۔ عام مؤلفین سیرت اور جدید محققین وسیرت نگار امامانِ سیرت وحدیث کی ان اصطلاحات نقد وتعدیل اور اشارات تضعیف وتجریح سے بالعموم بے خبر ہیں، ان کی بے خبری بوالعجبی میں بدل جاتی ہے جب وہ بنیادی مآخذِ سیرت کی ضعیف وناقابل اعتبار روایات واخبار کو صحیح ومعتبر احادیث سمجھ کر بیان کرتے ہیں (۵)۔

تقدیسِ اجداد کی روایت:

طریق نگارش اور طریقت روایت وترسیل میں امامانِ سیرت اور بنیادی مآخذ تاریخ کا ایک رجحان تلبیس رنگ آمیزی کا ہے۔ امامانِ سیرت وحدیث میں سے بیشتر میں خاص کر امام ابن اسحاق/ ابن ہشام میں اور ان کے زیر اثر ان کے پیروان طریقت میں اجداد نبوی کی تقدیس کا رجحان ملتا ہے۔ تکریم وتوقیر اجداد وآباء گرامی کا جذبہ فطری بھی ہے کہ وہ ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بیکراں اور عقیدت بے حساب کے سبب پیدا ہوتا ہے۔ وہ اسلامی اور صحیح بلکہ قابل فخر وافتخار بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ وحی مآب کے مطابق تمام صلبی اجداد گرامی مقدس ومحترم اور پاکیزہ ترین تھے۔ تلبیسی رنگ آمیزی اور تقدیس بے محابا وہاں در آتی ہے جب قدیم جاہلی اجداد راست وبلا واسطہ کے فضائل ومناقب اور خدمات وعطایا میں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اس سے اگام غلو میں کراہت وتلویث کا طغیانِ فراواں منفی رخ اختیار کر کے خاندان قریش کے غیر راست اجداد واکابر کی تنقیص وتجریح کرنے پر تل جاتا ہے۔ اس پہلو دار رجحان میں اصل کارسازی متاخر ادوار کی

Marfat.com

عصبیت اور خاندانی رقابت، قبائلی عداوت یا شخصیات کی سیاسی آویزش کرتی ہے۔ خلافت راشدہ (۱۱/۶۳۲-۴۱/۶۶۱) کے آخری دور مبارک میں چند عاقبت نا اندیش اور فسادی عناصر نے عظیم خلیفہ سوم کو شہید کر کے نامبارک اقدام کا ایسا ہمہ گیر اور مرکز گزیر چکر چلایا جس نے خیر امت متحدہ کو سیاسی طور سے مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا اور خلیفہ شہید کی پیشگوئی صحیح ثابت کر دی جواب تک صحیح ہے۔ اس اختلاف سیاست کو ایک خاص نظریہ فساد و بغاوت کے بانیان غیر محترم نے بنو ہاشم اور بنو امیہ کی قبائلی عداوت کا رنگ دے دیا اور روایات کو بھی اس سے رنگ دیا۔ حالانکہ وہ قبائلی، خاندانی، علاقائی اور قومی اختلاف تھا نہ عداوت و رقابت پر فریقین کا معاملہ، اصل مطالبہ حق تھا خلیفہ شہید کے قصاص کا جسے پس پشت ڈال دیا گیا۔ قصہ گو راویوں اور ان کے شاگردوں نے اور خاص کر عصبیت زدہ حولیات نگاروں نے اموی ہاشمی دشمنی کا سراغ جاہلی دور سے ثابت کرنے کے لئے روایات گھڑیں۔ ان موضوع روایات اور فاسد اخبار نے راویانِ سیرت و تاریخ کے اذہان و قلوب کو مسموم اور ان کے اقلام و نگارشات کو زہرناک بنا دیا۔ متعدد قدیم و جدید سیرت نگاروں نے اس متعصّبانہ رجحان و ابلاغ کے تحت ماضی کے جاہلی اکابر اور قریشی اجداد میں بنو ہاشم کی مبالغہ آمیز تقدیس کا رجحان اپنایا۔ ہاشم بن قصی بن کلاب اور برادر اکبر عبد شمس بن قصی بن کلاب کو جو بنو ہاشم و بنو امیہ کے بانیان خاندان تھے، ایک دوسرے کا حریف بنایا اور مؤخر الذکر کی تحقیر کی۔ تقدیس ہاشم و بنی ہاشم کے اثبات و احقاق کے لئے لازمی سمجھا گیا کہ عبد شمس اور بنی عبد شمس/ امیہ کی توہین و تذلیل کی جائے اور روایات موضوعہ کا انبار لگایا گیا۔ اس خیالی عصبیت اور حقیقی جانب داری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ متعدد محققین جدید نے بنو امیہ پر اسلام و پیغمبر اسلام کی مخالفت شدید کا الزام لگایا (۶)۔

جمع و تدوین روایات میں قصور:

بشری کمزوری اور محدودیت اور ان کے سبب کوتاہی علم و خبر اپنی جگہ مگر

Marfat.com

روایات و اخبار کی جمع و تدوین میں لاپرواہی بھی برتی گئی۔ جانبدارانہ عصبیت اور سیاسی مسلکیت اور خالص فسادی ذہنیت نے جاہلی دور کے قرونِ اولیٰ کے قریشی اکابر اور ان کے خاندانوں کے بارے میں بھی اس کا مظاہرہ کیا۔ اس کا لازمی طور سے اثر قبل بعثت کے عہد نبوی کے واقعات و روایات، احوال و ظروف اور حوادث و وقائع حتیٰ کہ اداروں سے متعلق اخبار پر بھی پڑا۔ قریشی جد امجد اور مکہ شہر نو کے بانی قصی بن کلاب کی عظمت و خدمت اور جلالت سب معاصر اکابر قریش کو بھی تسلیم تھی۔ مگر وہ ان میں صرف شیخ اکبر ہی تھے۔ ان کی ذاتی تقدیس و تکریم میں غلو کے علاوہ ان کے مناصب سے روایت و خبر میں اور خاص ان کی تعداد میں اور بوقت وفات ان کی تقسیم موروثی میں کوتاہی کی گئی۔ امامانِ سیرت و تاریخ نے بالعموم اور امام ابن اسحاق/ ابن ہشام وغیرہ نے بالخصوص ان کے مناصب جو ملأ / مجلس قریش کا مناصب تھے صرف پانچ بتائے جبکہ امام ازرقی مؤلف تاریخ مکہ اور دوسرے مؤرخین و محققین کے مطابق ان کی تعداد چھ تھی۔ غیر مذکورہ یا نظر انداز شدہ منصب قیادہ (فوجی قیادت) تھا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مؤخر الذکر منصبِ جلالت و قیادت و قوت ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر عبد شمس کو موروثی تقسیم کے مطابق ملا تھا۔ بقیہ نصف مناصب سفارہ و منافرہ، اموال، رفادہ، قبہ واعنہ۔ جس طرح بنو عدی، بنو تیم، بنو سہم، بنو جمح، بنو اسد، بنو مخزوم میں ان کے خاندانوں میں ایک نسل کے بعد دوسری نسل تک منتقل ہوتے رہے تھے اسی طرح منصب قیادہ بنو امیہ میں عبد شمس سے ان کے فرزند امیہ اکبر کو اور ان کے بعد ان کے بیٹے حرب بن امیہ کو اور ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند اکبر ابوسفیان بن حرب اموی کو ملا تھا جو عہد مکی و مدنی میں اس کے آخری منصب دار تھے۔ امامانِ جانبدار اور روایات عصبیت زدہ کی اس بے خبری یا قصور روایت و ابلاغ کا ازالہ محققین سیرت و تاریخ کر سکتے تھے مگر روایتی مؤلفین نے نہیں کیا۔ جدید اردو سیرت نگاری کے امام شبلی نعمانی اپنے اموی۔ ہاشمی تعصب اور ہاشمی طرفداری کے سبب نہ تو مناصب مکہ کی اخبار و روایات کی تحقیق کر سکے اور نہ مکی عہد میں حضرت ابوسفیان بن حرب اموی

Marfat.com

اور دوسرے اموی اکابر وصحابہ کے ساتھ انصاف کر سکے بلکہ وہ بنوامیہ اوران کے اکابر پر فاسد الزامات ہی عائد کرتے رہے۔ تدوین وترسیل روایات واخبار کے قصوروں اور کوتاہیوں کے ساتھ تجزیہ وتحلیل وتنقید کے اصول وعمل سے سیرت وتاریخ کے باب میں خاص غفلت برتی گئی۔ قدیم روایت پرست مؤلفین سیرت پر اتنا الزام وذمہ نہیں عائد ہوتا جتنا جدید دور کے سیرت نگاروں اور ان کے محققین کرام پر داغ قصور لگتا ہے۔ مکی دور جاہلی اور اس کے بعد کی قبل بعثت عہد نبوی کی تاریخ و بیانئے میں ان اسباب ووجوہ سے کافی خلائیں رہ گئیں (۷)۔

مکی عہد نبوت ورسالت کی بنیادی اہمیت وکارفرمائی اور تاریخ ساز کارنامہ قدیم وجدید سیرت نگاروں کی نظر میں خاصا محدود ہے۔ وہ نبوت ورسالت محمدی ﷺ کے آغاز وارتقاء اور مراحل ونتائج کا ذکر ضرور کرتے ہیں مگر صرف دستیاب روایات و احادیث میں سے چند پر قناعت کر جاتے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث نبوی اور خطبات اسلامی میں بعثت محمدی کی منفرد اکملیت، آفاقیت وعالمگیریت اور ختم المرسلین کی حقیقت تک سے غافل رہ جاتے ہیں۔ روایات سیرت وتاریخ کی پیروی کی دھند میں وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلامی انقلاب، اس کے تسلسل وتواتر اور کمال کا ادراک نہیں کرتے۔ ان کے اسی قصور افہام وتفہیم کا شاخسانہ ہے کہ وہ بعثت محمدی سے اسلام کے آغاز وظہور کا تاثر دیتے ہیں اور نبوت محمد ﷺ سے قبل کے زمانے کو قبل اسلام کا دور بتاتے ہیں۔ اس سے زیادہ حیرت ناک بلکہ شرم ناک حقیقت یہ ہے کہ ان کی غالب اکثریت بلکہ تمام تر مکی دور میں شریعت اسلامی کے وجود وظہور کے بارے میں مذبذب، متردد، متفکر اور منکر ومتوحش ہے۔ متعدد اسلامی شرعی احکام کی جناب رسالت مآب ﷺ کی ادائیگی کے بارے میں سوال اٹھاتے ہیں کہ وہ کس شریعت کی بجا آوری تھی؟ اس سوال واستفہام جاہلانہ کے جواب میں وہ قیاسات منکرات کے بدخیالی کے گھوڑے دوڑاتے، ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ اسلام اور دین و شریعت کی پنجگانہ بنیادوں میں سے وہ اقرارِ توحید ورسالت کے سوا صلوٰۃ وصوم، زکوٰۃ

Marfat.com

وصدقہ اور عمرہ وحج کی بابت متزلزل ہیں۔ان کے خودساختہ نظریات ان شاذ و نا قابل اعتبار روایات پر ان کی غلط فہمی بلکہ نا سمجھی کی وجہ سے مبنی و ماخوذ ہیں جو اسلامی مسلمات و مبادیات کے منافی ہیں۔ ارکانِ اربعہ کے مختلف مراحل و اوقات میں فرضیت کا غیر حقیقی اور گمراہ کن خیال ان کو بنیادی رکن اعظم صلوٰۃ کی فرضیت کو زمانہ معراج کا بتاتا ہے۔ بعثت و نبوت بالخصوص تنزیل قرآن مجید کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضو وصلوٰۃ۔ رکعتین۔ کی تعلیم جبریلی کی روایت ضرور نقل کر دیتے ہیں لیکن ان کی نوعیت کم اور فرضیت کمتر متعین کرتے ہیں۔صلوٰۃ اللیل اور نوافل نبوی، مسجد حرام میں صلوٰۃ محمدی اور گھریلو مساجد مکہ میں صحابہ کرام کی نمازوں کا صرف ذکر کر کے رہ جاتے ہیں۔ بقیہ ارکانِ اسلام۔صوم/صیام، صدقہ وزکوٰۃ اور حج وعمرہ۔ بیت اللہ الحرام سے وابستہ عبادات طواف وغیرہ کے احکام اور ان کی نوعیت کے بارے میں وہ سکوت جاہلانہ اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ انکا معیار حق ویقین وہ روایات ہیں جو ان کو مدنی دور میں فرضیت ومسنونیت کا درجہ دیتی ہیں۔جب اسلام کی اصل بنیادوں کے بارے میں ان اہل علم وروایت کا یہ حال بے حال ہے تو دوسرے فرائض ومنہیات، حلال وحرام احکام کا وہ کیا ادراک کرتے۔تمام تر سیرت نگاروں اور بیشتر علماء وفضلاء کرام کا یہ خیال خام وعقیدہ فاسد ہے کہ مکی دور نبوی مغلوبیت کا دور تھا جس میں ضروری احکام ملے۔ان کے اسی خیال باطل میں یہ حقیقت احتجاج کر رہی ہے کہ جو ضروری احکام یا فرائض عائد کئے گئے وہ دین وشریعت محمدی عالمی کے احکام ہی تو تھے۔مکی دور نبوی میں شرعی وتشریعی مقام ومرتبہ سے متعلق سیرت نگاروں کے اس باطل رویہ نے شریعت کو دور غالبیت وسلطانی سے وابستہ ومحصور کر دیا (۸)۔

قدیم اور بنیادی اخباریوں اور راویوں کا معاصرانہ پس منظر اور اس کے سیاسی، سماجی اور تمدنی احوال وظروف کے اثرات۔ان کے اذہان وقلوب پر حاوی رہے اور وہ ان کے افکار وخیالات کو متاثر کرتے رہے۔ان سے ان کی روایات و ترسیلات میں بھی متاخر دراندازی ہوتی رہی۔ روایات سیرت اور اخبار تاریخ کی

Marfat.com

ابلاغ وترسیل اگر چہ کسی حد تک عہد نبوی میں شروع ہو چکی تھی لیکن تدوین وتالیف کا اصل زمانہ خلافت کا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور حیات وکارکردگی میں روایات واخبار اور بڑی حد تک احادیث کی روایت وترسیل کمیت وکیفیت کے لحاظ سے محدود تر ہے۔اس کے مقابلے میں مدنی عہد میمون میں کثرت سے روایات واخبار اور احادیث کی ترسیل کی گئی اور تدوین وجمع اور تالیف وتصنیف کی کوششیں بھی۔ اسباب ووجوہ میں سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ مکی دور میں اخبار وروایات کو جمع کرنے والے اتنی کثرت سے نہ تھے اور نہ ان کو ترسیل وروایت کا ذوق تھا۔مکی دور کو بالعموم دو حصوں بھی بجا طور سے تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) قبل بعثت کا چالیس سالہ عرصہ حیات (۵۷۱ تا ۶۱۰) جب بقول شبلیؒ کسی کو کیا خبر تھی کہ انہیں کے اندر سے وہ رسول آخر الزماں اٹھیں گے جن کی بعثت کی دعائے مستجاب ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی اور جن کی آمد کی نوید و بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور جن کی بعثت ونبوت کے منتظران کے اپنے اور بیگانے سب ہی تھے۔

(۲) دوسرا بعد نبوت کا تیرہ سالہ دور میمون ومبارک (۶۱۰ تا ۶۲۲) جب وہی نبی موعود ومنتظر لباس مجاز ہی میں نہیں پیکر حقیقت میں ان کے سامنے پورے جاہ وجلال اور تمام تر مہر وجمال اور ساری رعنائی وبرنائی کے ساتھ نہ صرف نمودار ہوا بلکہ کارفرما، کارساز وکارگزار بھی ہوا۔دوسرے عہد آفریں دور اور تاریخ ساز عرصہ میں سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رسالت مآب اعلانات حق نے ترسیل و روایت کی طرح ڈالی اور اس کو وسعت وگہرائی دی۔تمام انسانوں کے لئے مبعوث کئے جانے کا اعلان واظہار عقل وخرد اور قلب وروح کو خیرہ کر گیا۔زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام الٰہی کا بیان واعلان سیرت وشریعت اور دین وحقیقت کا زبانوں کا ورد وظیفہ بن کر رہ گیا۔وہ اپنوں بیگانوں، شہریوں، بدویوں، واردین وصادرین، زائرین وتاجرین، گماشتوں اور کاروانیوں حتی کہ دشمنوں اور بدخواہوں کے ذریعہ

Marfat.com

کارگزاری کرتا رہا۔ قدیم مکی مسلمانوں، جن کا اصل نام سابقین اولین ہے، کا وظیفہ حیات یہ بھی بنا کہ وہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و سیرت کی روایات بھی جمع کریں۔ کلام الٰہی کی تدوین و تحریر کی نبوی کارگزاریاں قریش مکہ کی اولین کتاب کی عطائے گراں مایہ میں منظرِ عام اور منصۂ شہود اور جریدہ عالم پر ثبت ہوئیں۔ کتاب الٰہی سیرت نبوی کی معتبر ترین، قدیم ترین اور وسیع الجہات کتاب ہے اور اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال میں اعمال بشری کی الوہی تفسیر کی (۱۰)۔

قدیم سیرت نگاروں نے مکی آیات قرآنی اور نبوی احادیث و روایات بیانی کا اپنی سیرت نگاری کو بنیادی سرچشمہ علم نہیں بنایا۔ انہوں نے جا بجا آیات کلام الٰہی اور احادیث وحی زبانی کو ضرور نقل کیا اور روایات و واقعات حیات و سیرت کے دروبست میں صرف ٹانک دیا۔ امامانِ سیرت ابن اسحاق و واقدی نے مختلف مباحث سیرت اور ابواب حیات میں کتاب و حدیث کی آیات و روایات کو بلاشبہ پیش بھی کیا مگر سیرت نبوی مکی کے مختلف مراحل ارتقاء و کمال کی بازیافت میں ان کا خاطر خواہ استعمال نہیں کیا۔ صرف واقعات سیرت روایات کی کھتونی بن کر رہ گئے۔ بالعموم تجزیاتی سیرت نگاری کا طریق جدید و مفید استعمال نہیں کیا گیا حالانکہ وہ اتنا جدید بھی نہ تھا اور نہ ہے کہ غیروں کے عطایا کا الزام اٹھالے۔ امام فلسفہ تاریخ و سماجیات ابن خلدون نے اصولی و نظریاتی طور پر سہی اس کا ایک خاکہ پیش کیا تھا۔ انہوں نے بچکانہ (متطفل) احمقانہ (بلید) نقل روایات کا سقم متعدد مثالوں اور تجزیوں سے واضح کر کے تجزیاتی تاریخ نگاری کی راہ دکھائی تھی۔ عام طور پر ناقدین خود فراموش اور مبصرین سہل انگاران کے اپنے اصول و قواعد تاریخ نویسی نہ برت کر دکھانے کا الزام لگا کر اپنا پہلو بچا لیتے ہیں۔ لیکن کیا اس الزام تراشی اور تنقیدی جارحیت سے ان کی عصمت نگارش اور طہارت سیرت نگاری اور ان کی ذاتی صفات محفوظ ہو جاتی ہیں۔ روایتی اور درایتی تجزیہ و تحلیل سے محدثین کرام اسی دور نگارش میں یا اسی سے متصل زمانوں میں فن حدیث و سنت کو گزار کر مقام معتبر عطا کر سکتے تھے۔ فقہ و شریعت کے امامانِ عالی مقام نقد روایات اور نقد احادیث اور نقد اقوال و افکار سے اسلامی فقہ کو روایتی جنجال سے

Marfat.com

بخوبی نکال سکتے تھے۔ اوران بنیادی اسلامی علوم وفنون میں تجزیاتی مطالعہ ونگارش کا عہد ساز، عالمگیر اور کسی قدر کامل و جامع تجربہ کر سکتے تھے تو اہل سیر و تاریخ کیوں قاصر رہے؟ ان کا اصل المیہ اور بنیادی قصور یہی رہا کہ وہ صرف روایات سیرت واخبار تاریخ کو بیان کر دینے اور مختلف بلکہ چند مآخذ سے ان کو چن لینے کو کافی سمجھتے رہے ان کے اس طریق نگارش اس میں اصل عامل و محرک منہج مطالعہ نے صرف مکی دور حیات مبارک کو ہی قاصر و ناقص نہیں بنایا بلکہ مدنی دور کو بھی اسی طرح روایات واحادیث کا صرف بیانیہ بنا کر رکھ دیا۔ اور دونوں میں جب توازن واعتدال اور تجزیہ وتحلیل کا وقت آیا تو مدنی دور میمون کی سلطانی نے ان کو حاکمیت وغالبیت اور فرمانروائی وجہاں گیری وجہاں بانی کا ایسا خوگر بنا دیا کہ وہ اس سلطانی کی بنیادوں کو بھول گئے (۱۱)۔

مدنی عہد نبوی کی سلطانی اور سیاسی وفوجی فرمانروائی بلاشبہ ایک حقیقت ثابتہ ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کی ایک مادی صورت۔ اس سے زیادہ اور اصل حقیقت امری تو یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح مکی دور بابرکات میں اللہ کے رسول آخرین تھے اسی طرح مدنی دور نتائج میں آپ ﷺ کی دائمی، ازلی وابدی اور زمان و مکان سے پرے اور بلند حیثیت ومرتبت تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ حیثیت و مرتبت ہی تھی اور وہی حاکم وقاطع تھی۔ مگر انسانی نفسیات اور خاص کر مسلم حیات میں سلطانی اور فرمانروائی کی اضافی قدر ایسی گہری اور وسیع پیوست ہیں کہ وہ ان کی سائیکی بن گئی ہے۔ وہ اسلام و دین، شریعت ونبوت اور حکمت وطہارت کے گن گانے کے باوجود جب تک اسے ریاستی وحکومتی آلائشوں سے ملوث نہ کر لیں عظمت کا تصور نہیں کر سکتے۔ تمام تر قدیم سیرت نگار وتاریخ نویس خلافت اسلامی کے عروج وکمال اور سیاسی وفوجی برتری وفوقیت کے زمانے کا پروردہ وپرداختہ ہی تھے۔ وہ مکی دورِ نبوی کو مدنی دور نبوی کے آئینہ ہی دیکھتے اور دکھاتے ہیں اور اس کے عکس معکوس میں جب سلطانی طمطراق نہیں دیکھتے تو اسے فرومایہ سمجھتے ہیں۔ قدیم سیرت نگاروں نے مدنی پیش منظر میں مکی عہد اولیں کے واقعات سیرت کو دیکھنے اور دکھانے کی سلطانی عادت یا پدرم

Marfat.com

سلطان بودوالی جبلت کی وجہ سے مکی اسلامی ارتقاء و تنظیم کے عظیم ترین معالم اور سیرت و تاریخ کی اہم ترین سماجی و دینی اور تشریعی معاملات کو بعد کی اصطلاحات میں پیش کیا۔ مثلاً اولین تنزیل قرآنی کے بعد تعلیم جبریلی سے وضوو نماز کی فرضیت کے ضمن میں وہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ چسپاں کردی جس کا تعلق مدنی دور سے ہے؟ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اول دو دو رکعاتِ نماز فرض کی گئیں بعد میں چار کردی گئیں، مقیم نمازیوں نے چار رکعات اور مسافروں نے دو رکعات۔ اس حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مکہ مکرمہ میں اولین دو رکعات نماز کے ساتھ بیان واقعہ کو نہ صرف خبط کرتا ہے بلکہ متاخر کو متقدم پر مسلط بھی کرتا ہے (۱۲)۔

اولین امامانِ سیرت اور ان کے ناقلوں نے ہجرت مدینہ کے بعد کی اصطلاحات و تعبیرات بھی مکی واقعات و احکام کے لئے استعمال کر کے الجھن پیدا کی۔ قریشی مکی صحابہ سابقین اولین تھے مگر وہ مہاجرین اور ان کے سابقین اولین اپنے وطن مالوف و محبوب سے معاندا کابر قریش کے مظالم کے سبب نقل وطن کے بعد بنے تھے مگر تمام قدیم و جدید مؤلفین سیرت ان کو مکی واقعات معاشرت اور اسلامی دینی معاملات شریعت میں بھی "مہاجرین" کہتے ہیں۔ مکی مواخاۃ کے بیان میں امام ابن اسحاقؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مہاجرین میں مواخاۃ کرانے اور پھر مہاجرین و انصار کے مابین مواخاۃ قائم کرنے کا خلط ملط بیان مدنی واقعہ مواخاۃ کے ضمن میں کیا اور نہ صرف اس عظیم الشان اور وسیع الجہات کار شیرازہ بندی کو پراگندہ کیا بلکہ مکی مواخاۃ کا تصور و معاملہ ہی طاق ابہام میں سجادیا۔ ان میں جدید ناقلوں میں سے بیشتر بلکہ تمام تر نے مکی مواخاۃ کا اولین کامیاب و کامران تجربہ تنظیم ہی نظر انداز کردیا (۱۳)۔

تاریخی تسلسل اور دینی تواتر دراصل اسلامی تاریخ و تہذیب و شریعت ہی کے نہیں کلی انسانی تاریخ و تہذیب کے حقیقت ثابتہ ہیں۔ امام ابن خلدونؒ نے اس ضمن میں دو لازمی اصول قدرت کا ذکر کیا ہے اور بہت تفصیل و حکمت اور تاریخی دلالت اور دینی شہادت کے ساتھ ان کو مستند کیا۔ اول تاریخ و سیرت کو بنانے والے اصل

Marfat.com

دھارے اور قوتیں غیر مرئی، قدرتی، عوامل و اسباب کی صورت میں دریا کے زیریں دھاروں کی مانند کارگزاری کرتے ہیں اور وہی تاریخ کے واقعات و مظاہر اور خارجی اشکال بناتے ہیں۔ اصل تاریخ زیریں لہریں اور قوتیں ہوتی ہیں اور ظاہری حوادث و واقعات صرف انسان کے مظاہر۔ دوم باطنی زیریں تاریخ ساز دھارے مسلسل آگے بہتے اور بہاتے رہتے ہیں اور ان کو زمان و مکان کی قیود اور حد بندیوں میں قید و محصور نہیں کیا جاسکتا۔ تاریخ و تہذیب کے قدیم، قرونِ وسطیٰ اور جدید جیسے ادوار صرف افہام و تفہیم کے لئے ہوتے ہیں اور اصل تقسیمات و حد بندیاں نہیں ہوتیں جو قدرتی دھاروں کو روک سکیں (۱۴)۔

مغربی مورخین اور مفکرین نے اسلامی امام تاریخ و سماجیات کے اس عظیم الشان اور حقیقی کار تحقیق سے استفادہ کر کے جدید تاریخی اصول نگاری مرتب کئے۔ جدید اصول تاریخ نگاری، خواہ مغربی یورپی ہوں یا مشرقی ایشیائی، بالعموم سیرت نگاری کو تاریخ کا ایک جزو سمجھتے ہیں اور تاریخ سے فروتر قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ خیال خام اور فکر فاسد ہے۔ کم از کم تاریخ و سیرت انبیاء کرام کے باب میں کہ وہ اپنی سیرت و حیات سے تاریخ رقم کرتے اور عہد تعمیر کرتے ہیں۔ سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و حیات تو تاریخ اسلام کا سرنامہ ہی نہیں اصل جوہر بھی ہے اور تاریخ سازی کا عظیم تر عامل بھی (۱۵)۔

اولین پیغمبر اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سیرت و تاریخ اور نبوت و رسالت دونوں کا تسلسل رہا۔ تخلیق آدم و فخر آدم اور ان کا درمیانی سلسلہ انبیاء کرام کی اپنی خلقت، حیات و سیرت، نبوت اور ان کی برپا کردہ انسانی تاریخ و تہذیب کے اوقات و اوزان، مقدار و معیار اور عطایا و ثمرات کے مادی، مرئی اور ٹھوس مظاہر و حوادث اور واقعات کا ظہور و اثبات ان کے اقدامات کا سبب ہوا۔ ایک نبی مکرمؑ کی امت کے کافر و مومن طبقات و اجتماع بشری نے اپنے جانشین نبی علیہ السلام اور ان کے دونوں فریقوں کو مالا مال یا محروم کیا۔ انبیاء و مرسلین علیہم

Marfat.com

السلام کی سیرت و دعوت نے اپنے اپنے زمانے اور مقام میں حیات انسانی اور بشری عمرانیت میں مسلسل اضافہ اور مبارک عطیہ دیا۔ ان کی امتوں نے اپنے کفر و ایمان، عمل صالح اور فعل فاسد سے تہذیب و تاریخ انسانی میں ارتقاءِ صالح کے یا ارتقاءِ معکوس کے مظاہر و حوادث جوڑے۔ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک آتے آتے نبوی سیرتوں کا مجموعہ عطر اور حسین ترین امتزاج اور جلیل ترین کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تہذیب میں ودیعت کر دیا گیا۔ ایک معنی خیز حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ادارہ نبوت کے عالیشان اور کامل عمارت کی تکمیل ختم نبوت کے حامل اعظم کے شخص و شخصیت سے ہوئی اور تاریخ و تہذیب کا مطلوبہ معیار قائم ہو گیا (۱۶)۔

تمام انبیاء کرام اور رسولانِ عظام کی تعمیر سیرت اور تشکیل شخصیت کا ایک وحدانی، یکساں اور انسانی نظامِ و تربیت بھی جاری رہا۔ حضرات نوحؑ، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحاقؑ و یعقوبؑ، یوسفؑ و یحییٰؑ اور موسیٰ علیہم السلام کے قرآنی قصص اور حدیثی بیانات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان کی نبوت و بعثت اور دعوت وارشاد، تربیت و تعلیم، تعمیر شخصیت اور تشکیل امت کے مماثل طریق کے ساتھ تاریخ و تہذیب کی تعمیر کا طریقہ بھی ایک تھا: مکی اور مدنی ادوارِ حیات و سیرت اور کارہائے دعوت و تبلیغ کے سابق پیشرو نمونے تمام انبیاء کرام کی سیرت و دعوت کے حوالے سے قرآن میں ملتے ہیں۔ وہی ابتدائی دور میں شخصی سیرت و حیات کی کسمپرسی، فقر و فاقہ پر مبنی حیات و زندگانی، قناعت و توکل کی عادت اور بچپن و جوانی کی اٹھان سب کی تھی۔ بعثت و نبوت سے ہر ایک کی سرفرازی، اس کی شروط و اقدار اور بتدریج ارتقاء و تکمیل کو قرآن عظیم نے "فلما بلغ اشدہ و استویٰ" سے تعبیر کیا ہے۔ حضرات یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام بظاہر اس سے مستثنیٰ نظر آتے ہیں کہ ان کو خاص مقاصد سے بچپن میں نواز دیا گیا تھا مگر حقیقت میں ان کا بچپن استواء سے آراستہ کیا گیا تھا۔ حضرت ورقہ بن نوفل اسدی نے اور حضرت نجاشی کی پیشگوئی اور تصدیق کے مطابق انسانی سماجی ماحول میں سب پر ایک ہی ناموس اکبر کے اترنے کا اثبات کیا گیا ہے۔ کلام الٰہی میں اسی ناموس اکبر کو بالعموم حضرت

Marfat.com

جبریل السلام کا نام نامی دیا گیا ہے اور روح، روح القدس جیسے دوسرے اسماء وصفات سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ کتب الٰہی اور صحف سماوی کی ظاہری شکل اور معنوی قدر و قیمت میں وہی تسلسل وارتقاء نظر آتا ہے جو ان کے حاملین کرام میں تھا: اول کی مصدق اور جانشین کی پیش گو۔ زبان و بیان کا ایک اصول یکساں جاری وساری رہا: سب انبیاء کرام اور حاملین کتب اپنی اپنی قوم کی زبان میں مرسل ہوئے تاکہ قومیں سمجھ سکیں۔ زبانوں کا اختلاف وتنوع آیات الٰہی میں سے بلاشبہ ہے مگر انسانی مادی تہذیب و تاریخ میں سماجی ضرورتوں کے عین مطابق اور کلی اقدار کے موافق بھی ہے۔ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ میں بعثت ونبوت اور اولین جولان گاہ رسالت ودعوت ان تمام نبوی مراحل وعطایا کا اوج کمال ہے۔ خلیل الرحمٰن کی ملت بیضاء حنیفیہ سمحہ کا احیاء و اکمال ان کی دعائے مستجاب کے صدقہ میں ان کی نسل ابراہیمی/ اسماعیلی میں مرکز عالم ناسوتی وملکوتی مکہ میں ہی ہونا تھا کہ وہیں اولین بیت اللہ موجود اور ضوفشاں تھا اور جس کی تعمیر نو کا کارنامہ خلیل الرحمٰن نے اپنے فرزند ذبیح اللہ کے ساتھ اسی مقصد عظیم کے لئے کیا تھا۔ تمام کتب الٰہی کا جامع وکامل ترین نسخہ قرآن کریم کی صورت جمیل میں عربی زبان میں دیا گیا۔ وہ عربی میں جوام القریٰ کے لوگوں کی زبان تھی اور دوسرے قریوں کے لئے مثال۔ سید المرسلین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے ظاہری شمائل اور باطنی خصائل کے عظیم ترین پیکر تھے۔ اور ملت بیضاء کے مقتدیٰ اعظم کے ہم شکل۔ مکہ مکرمہ صرف ان کی ارض زاد بوم نہ تھا بلکہ نبوت و رسالت ختم المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی سرزمین اور بنیادی جولان گاہ تھی اور اسی پر تعمیر ہونی تھی (۱۷)۔

دینِ حنیفی ملتِ ابراہیم حنیف کا عام نام تھا اور اسے حنیفیت سے بھی تعبیر کیا جاتا تھا اور اس کے شائبہ شرک سے پاک حاملین کو حنفاء کہا جاتا تھا۔ قریش مکہ کے صرف چار مشہور ترین حنفاء کا ناقص تذکرہ امامانِ سیرت نے کر کے ان کی تعداد، اثرات، اعمال حتی کہ آغاز کا معاملہ غتربود کر دیا۔ وہ صرف بعثتِ نبوی سے چند برسوں کا تازہ اور نیا ارتقانہ تھا بلکہ قریش مکہ کا بالخصوص اور دوسرے عرب قبائل کا بالعموم دین و

Marfat.com

مذہب تھا اور اصول وعقائد وارکان چار یا چھ حنفاء مکہ وقریش کا دین حنفی مبہم ونقص، بلا سمت وراہ، اور بے وزن و بے اثر بنا کر پیش کیا گیا، وہ صرف افراد کا اشخاص کا معاملہ ہوسکتا ہے قریش مکہ کے تمام پیروان دین ابراہیمی کی شخصی زندگی اوران کے معاشرتی و دینی نظام میں ملت ابراہیمی کے بقیہ کا اثر ورسوخ واضح تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے شاہ کار حکمت واسرار دین میں صرف ایک باب مختصر میں اس کا حقیقی روپ سروپ مدلل ومستند کر کے پیش کیا ہے۔ عقائد میں تمام جاہلی عرب اور خاص کر قریشی افراد وطبقات اللہ تعالیٰ کو خالق کل، مالک کائنات اور رب العالمین تسلیم کرتے تھے اور بندوں کی تکلیف۔ تکلیف العباد۔ کے قائل تھے اور آسمان وزمین اور اجرام فلکی اور تمام بڑی بڑی چیزوں کا خالق ومدبر مانتے تھے۔ ان کا شرک مددگاروں کے عقیدہ میں تھا۔ وہ تقدیر الٰہی کے عقیدہ کو بھی مانتے تھے۔ ملائکہ اور فرشتوں کو مقرب بندگان الٰہی اور مدبران نظام کائنات کے ساتھ بنات الٰہی اور سفارشی سمجھتے تھے۔ رسالت کے ادارہ اور رسولوں کی نبوت کے عقیدہ پر قائم تھے اور حضرات ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی نبوت ورسالت پر فخر کرتے تھے کہ وہ ان کے جدامجد تھے۔ ملائکہ کے واسطے سے رسولوں اور نبیوں پر وحی لانے اور کتابیں نازل کرنے کے قائل تھے اور کتب سماویہ پر ایمان رکھتے تھے۔ وہ رسول آخرالزمان کے بھی منتظر تھے۔ معاد وآخرت کا تصور وعقیدہ اگرچہ توحید ورسالت وغیرہ کی طرح مشرکانہ انحرافات کا شکار ہوگیا تھا مگر وہ یوم آخرت وقیامت کو تسلیم کرتے تھے۔ احکام واعمال میں جاہلی حنفی قریش وعرب طہارت کا تصور وعمل رکھتے تھے اور غسل طہارت وغسل جنابت پر عمل کرتے تھے، وضو کا بھی رواج وفرض ان میں تھا۔ دراصل وہ خصائل فطرت کے اجزاء تھے اوران خصائل کو سنن انبیاء کرام اور خاص سنن ابراہیمی جان کران کو دینی وسماجی سنن موکدہ سمجھتے تھے۔ اسلام کے دین حنفی جاہلی روپ میں قریش مکہ اور عرب قبیلے بالخصوص ان کے خواص واکابر نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ اور عمرہ وحج کے ارکان ادا کرتے۔ رمضان میں جوار واعتکاف پر عامل اوران کے مقامات عزلت وخلوت کے انتخاب واحترام اور تقدس کو ابراہیمی سنن وروایات میں شمار کرتے

Marfat.com

تھے۔قریش مکہ کے خاص امتیازات میں سے بیت اللہ الحرام کے شعار محسوس اور اس سے وابستہ طواف وزیارت وسعی اورزم زم وغیرہ سے عشق خاص تھا۔دین حنیفی کے زیر اثر عام عربوں میں بھی حرام وحلال کا تصور تھا اور محرمات سے اجتناب کا عمل بھی، ذبیحہ معمول تھا، غیر ذبیحہ حرام سمجھتے، شراب وسود کو بھی حرام جانتے تھے۔عام خیرات ومبرات میں حنیفی پیروان مکہ وعرب خیر وشر اور نیکی بدی کے تصورات سے واقف تھے اور اجر وثواب کے حصول کی خاطر متعدد نیک کام کرتے تھے(۱۸)۔

جاہلی عرب اور قبل بعثت نبوی کے قریش مکہ کے افراد وطبقات میں رذائل، خرافات اور متعدد انحرافات وتجاوزات پر بہت زور دیا جاتا ہے۔عام طور سے جاہلی زمانے کی متاخر صدیوں کو تاریک ترین اور بدترین بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔جب ان کے باشندوں میں خیر تھا ہی نہیں، صرف شر اور اندھیرا ہی تھا، بت پرستی اور شرک کی متعدد اقسام کا عام دورہ تھا۔لیکن اسی کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے تصور وعقیدہ اور ایمانیات کے متعدد شعبوں میں حنیفی بھی تھے۔سماجی برائیوں میں زنا، بدکاری، جوا وقمار بازی، شراب نوشی وخانہ خراب کی تیاری وتجارت، نوزائیدہ بچیوں کے قتل، نکاح المقت، قتل وفساد اور الزام تراشی وبہتان طرازی جیسی بیماریوں میں مبتلا تھے لیکن ان میں سے متعدد خرابیاں اور کوتاہیاں عوامی نہ تھیں شخصی، محدود تھیں اور نفرت انگیز بھی سمجھی جاتی تھی۔سوتیلی ماں یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کو نکاح المقت (نفرت انگیز نکاح) گردانتے تھے اور صرف دس بیس افراد اس کے مجرم اس پورے زمانے میں رہے تھے۔زنا بدکاری کے نام ہی ان کی نفرت انگیز اور ناپسندیدہ حیثیت کو اجاگر کرتے ہیں اور شرفا وخواص بالعموم اور شریف و معزز خواتین اس سے محفوظ ومعصوم تھیں۔شراب نوشی کی عادت عوام وخواص میں خاص راسخ تھی مگر اس کے ام الخبائث ہونے کا تصور ان کو اس کاروبار خبائث سے روکتا تھا اور متعدد اکابر اس سے جدار ہے۔نومولود بچیوں (موءودۃ) کا قتل بالعموم چند بدوی قبائل کے بعض افراد تک محدود رہا تھا۔وہ عام بلا اور ابتلائے عام نہ تھی۔حنفاء نے اس پر روک بھی لگائی۔قتل وفساد کی روک تھام اور سدباب کا ایک موثر نظام جاہلی عرب کا قانونِ قصاص

Marfat.com

ودیت تھا۔ ایک فرد کے قتل کی ذمہ داری پورے قبیلہ پر ڈالی جاتی تھی۔ افراد وارکان کی حفاظت پورے خاندان وبطن وقبیلہ کا فرض تھا۔ قبیلہ وخاندان سے وفاداری، تابعداری اور اس کی آن پر جان دینے کی روایت بھی مستحکم تھی۔ مالی معاملات میں تجاوزات کی ایک طویل فہرست ملتی ہے جن کا سرنامہ سود وربا کی مالی نظام میں کارسازی تھی لیکن وہ سب کی علت وبہیمیت نہ تھی۔ مالداروں میں بھی "مروءۃ" عرب کا، قریشی روایتی حلم وکرم کا، بدویوں میں سماحت وسخاوت کا اور حنفاء میں دین حنیفی کے اثرات کا غلبہ تھا۔ مروت (مروءۃ) کا مجموعہ خیرات وصدقات صدق وسچائی، امانت ودیانت، حلم وکرم، سخاوت فیاضی، صلہ رحمی، اقربا پروری، مسکین نوازی، مہمانداری، مظلوم کی دستگیری، بدحال کی دادرسی، غلاموں اور کنیزوں کی آزادی، اسیروں وگرفتاران بلا کی فدیہ نوازی جیسے اوصاف حمیدہ پر مشتمل تھا۔ اسی جاہلی عرب ماحول اور قریشی ومکی فضا میں حاتم طائی، عبداللہ بن جدعان، ابوبکر صدیق، حکیم بن حزام اور خاندان رسالت کے جدامجد اور اکابر نے معیار قائم کیا تھا۔ اکابر قریش میں ولید بن مغیرہ مخزومی، عاص بن وائل سہمی اور متعدد دوسرے شیوخ وافراد خاندان نے العدل، الامین، ذوالقلبین جیسے القاب اپنی خوبیوں سے لئے اور حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدی جیسی خواتین نے طاہرات ومحسنات کے مقامات اپنی طہارت وپاکیزگی اور امداد باہمی کے ناطے حاصل کیے تھے۔ ان اوصاف کا ذکر نہیں کیا جاتا (۱۹)۔

بعثت نبوی کے بعد خالص مکی دور سیرت کی صحیح تفہیم وافہام میں علماء وصاحبان سیرت دونوں نے اپنی کوتاہی سے ایک ہمالیائی قصور کیا ہے۔ وہ ہے قرآن مجید کی مکی سورتوں کی صحیح تفہیم وتشریح اور سیرت نگاری اور مکی دور کے تجزیاتی مطالعہ میں مکی آیات بابرکات کا اطلاق نہ کرنا۔ اس باب قصور وکج فہمی میں یہ خیال خام زیادہ سدراہ ہدایت بنا کہ مکی سورتوں میں صرف اخلاقی تعلیمات دی گئیں اور احکام وقوانین نہیں ہیں۔ احکام وقوانین کو اخلاقیات سے جدا کرنے کا الزام علماء واسلام ومفکرین ملت اور سیرت نگاران امت دوسروں کے سر دھرتے ہیں اور خود کو بھول جاتے ہیں۔ اسلامی احکام وقوانین اور تعزیرات وضوابط کا خاص طرہ امتیاز وافتخار تو یہی ہے کہ وہ اخلاقیات عالیہ کی بنیادوں پر

Marfat.com

قوانین و اصول وقواعد بناتا ہے۔ دوسرے شریعتِ اسلامی کا تسلسل و تواتر اسی طرح فراموش کر دیا جاتا ہے۔ شرائع اسلامی کی اصطلاح اسی طرح گمراہ کن ہے جس طرح ادیان سماوی کا ایک ضمنی خیال فاسد۔ یہ بھی قصوروار ذہنوں اور کج فہم دماغوں میں پیدا ہوا کہ دین و مذہب میں مماثلت و یکسانیت تھی مگر شرائع میں اختلاف کثیر تھا۔ قدیم امامان تفسیر وحدیث وسیرت اور متاخر علماء اسلام اور مفکرین میں ابن کثیر، شاطبی، شاہ ولی اللہ دہلوی وغیرہ نے خاص طور سے غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور ان مقبول ومشہور اقوال صحابہ و سلف کی نسبت پر نکیر کی جو واقفیت اور روح اسلام اور صریح تصریحات کتاب وحدیث کے منافی ہیں۔ مثلاً امام بدرالدین زرکشی (م ۷۹۴/۱۳۹۲) نے اپنی سند سے امام عروہ بن زبیر اسدی کا ایک قول نقل کیا ہے کہ قرآن کا جو حکم حد یا فریضہ سے متعلق ہو وہ مدینہ میں نازل ہوا اور جس کا تعلق امتوں کے احوال اور عذاب وثواب سے ہو وہ مکہ میں نازل کیا گیا۔ یہ خیال خام ہے اور اس کی نسبت سراسر مشکوک ہے۔ امام عروہ بن زبیرؓ جیسا صاحب علم وفضل، ماہر قرآنیات وحدیثیات اور صاحب سیرت وتاریخ ایسے اقوال فاسدہ وخیالات زائدہ کے بانی نہیں ہوسکتا۔ المیہ یہ ہے کہ تمام تر علماء کرام ومفکرین امت اور صاحبان سیرت ایسے اقوال کو آیات وحی اور ارشادات نبوی کا درجہ دے کر قبول کرتے ہیں۔ احکام وقوانین اسلام، ضوابط وتعزیرات معاشرہ اور متعدد دوسرے شرائع اسلام و دین عربوں میں خاص کر قریش مکہ دین حنیفی کے زیر اثر رائج تھے۔ مکی سورتوں کی آیات کریمہ کے صحیح تناظر اسلامی میں تفہیم وافہام اور اطلاقی سیرت وشریعت میں منصفانہ تشریح وتعبیر کی جاتی تو کج فہمی راہ نہ پاتی۔ بیشتر سورتوں کے مکی دور نبوی میں نزول کا واقعہ ہی یہ حقیقت ثابت کرتا ہے کہ اصل اسلام اور اصل شریعت اور اصل دین اسی دور تعمیر و تشکیل کا ہے۔ بقول امامانِ وفقیہانِ امت شاطبی وولی اللہ پورا اسلام اور تمام تر شریعت اور سارا کا سارا دین مکی دور رسالت میں عطا کر کے محکم کر دیا گیا تھا۔ مدنی دور حیات و خدمات میں ان قواعد البیت پر اضافات وتعمیرات بلند کا کام کیا گیا اور ان میں سے ہر ایک حکم وقانون وشرع کی اصل اصیل مکی ہے (۲۰)۔

Marfat.com

حواشی

۱- اولین خطبہ کے بیشتر نکات اور مباحث کا مفصل ذکر کتاب خاکسار ''مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقا، فرید بک ڈپوئی دہلی ۲۰۰۷ء؛ دارالنوادر لاہور ۲۰۰۸ء کے باب اول میں ہیں اور ان کو عالمی السیرہ کراچی اپریل ۲۰۰۶ء کے شمارہ میں بعنوان ''مکی اسلام کی تفہیم۔ مسائل وجہات'' بطور تعارف چھاپا گیا تھا۔

۲- عروہ بن زبیر، مغازی رسول اللہ ﷺ مرتبہ محمد مصطفیٰ اعظمی، ریاض ۱۹۸۱ء؛ اردو ترجمہ سعید الرحمٰن علوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔

-ابن اسحاق/ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، مرتبہ/طباعت حمدی، مکتبہ المورد قاہرہ ۲۰۰۶ء

-سہیلی، الروض الانف مرتبہ مجدی بن منصور، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۰۹ء

-واقدی کتاب المغازی، مرتبہ مارسدن جونس، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۹ء

-ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۶ء (چار جلدوں میں)

-طبری، تاریخ الطبری، مرتبہ محمد ابوالفضل ابراہیم، دارالمعارف، قاہرہ، ۱۹۶۰ء

ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ، دمشق ۱۴۰۲-۱۴۰۳ھ؛ بیروت ۱۹۸۳

البدایہ والنہایہ قاہرہ ۱۹۳۲ء (اولین دو جلدیں بطور خاص)

نیز تاریخ طبری میں سیرت نبوی کے مآخذ، معارف اعظم گڑھ دسمبر ۲۰۱۰ کے علاوہ مقالات ذیل۔

۳- شبلی/سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۹۷۶ء اول دوم؛

-ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، دارالکتاب دیو بند طباعت غیر مورخہ؛

-عبدالرؤف داناپوری، اصح السیر مکتبہ نعیمہ دیو بند غیر مورخہ؛

Marfat.com

-محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ ﷺ اردو ترجمہ نور الٰہی ایڈووکیٹ، نقوش رسول نمبر لاہور، ۱۹۸۳ء جلد دوم؛

-محمد سلمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین، اعتقاد پبلشنگ، دہلی، ۱۹۸۰ء؛

-نیز دیگر کتب سیرت اردو عربی؛

۴- مذکورہ بالا مصادر اصلی اور ثانوی کتب سیرت کے مباحث متعلقہ؛

ابن اسحاق کے فقرات نقد و وضع کے لیے بحث مقالہ/ خطبہ خاکسار: ''مکی احادیث سیرت ابن اسحاق میں'' خطبہ سیرت، اردو وفاقی یونیورسٹی کراچی فروری ۲۰۱۴ء۔

۵- واقدی کی تنقیدی تعبیرات و مناہج نقد و استدراک کے لیے: کتاب خاکسار: امام واقدی کی سیرت نگاری۔ کتاب المغازی کی متنی تحقیق (زیر طبع) کا باب متعلقہ؛ مکی احادیث سیرت ابن اسحاق اور مقالہ دیگر ''سیرت نبوی کے مآخذ پر جدید اردو تحقیقات'' تحقیقات اسلامی علی گڑھ اپریل-جون ۲۰۱۳؛

۶- ابن اسحاق/ ابن ہشام، واقدی/ ابن سعد، طبری، بلاذری وغیرہ قدیم مصادر میں تقدیسِ بنی ہاشم اور تحقیرِ بنی امیہ کا رجحان فاسد ملتا ہے اور دونوں خاندانِ عبد مناف کے درمیان موازنہ کا معاملہ درپیش ہو تو تاریخ اسلامی اور سیرت نبوی کی مسخ سازی شروع ہو جاتی ہے حالانکہ ان دونوں میں جاہلی اور نبوی ادوار میں بہت عمدہ معاشرتی و دینی روابط تھے؛ بحث کے لیے ملاحظہ ہو: کتب و مقالات خاکسار: بنو ہاشم و بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات، علی گڑھ ۲۰۰۱؛ بنو عبد مناف۔ عظیم تر متحدہ خاندان سالت، معارف اعظم گڑھ، فروری-مارچ ۱۹۹۶ء؛ بنو عبد مناف کے دو سماجی طبقات، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی ستمبر ۲۰۰۳ء؛ سیرۃ النبی شبلی میں فکری تاثیر، فکر و نظر علی گڑھ، جون ۲۰۱۵ء؛

۷- بحث کے لیے بنو ہاشم و بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات کے اولین دو باب؛ ازرقی، کتاب اخبار مکہ، بیروت ۱۹۶۴ء کے علاوہ کتب و مقالات مذکورہ؛

مناصب قریشی ملا پر ایک تحقیقی مقالہ ایک اہم مطالعہ ہوگا۔ جدید اردو مؤلفین سیرت کے مباحث ناقص ہیں اور بیشتر کے بیانات تجزیہ و تنقید سے عاری اور متاخر کتب پر مبنی ہیں۔

Marfat.com

۸- یہ پوری بحث کتاب خاکسار مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کے مختلف ابواب میں مفصل آئی ہے، شریعت اسلامی محمدی کے باب میں تو بڑے بڑے مورخین واہل علم نے یہ خیال فاسد و گمراہ کن رواج دیا ہے کہ وہ مدنی دور میں ملی تھی اور مکی دور میں شریعت تھی ہی نہیں اور اس پر مقالے لکھے ہیں۔

۹- مکی دور نبوی کی روایاتِ سیرت ہوں یا احادیث وتفسیری روایات، ان کی ترسیل وابلاغ پر بحث مکی احادیثِ ابن اسحاق اور واقدی وابن اسحاق وغیرہ پر مقالات میں ہے۔ نیز ملاحظہ ہو: کتب ومقالات پر مؤلفین سیرت وحدیث۔ بہرحال ابن اسحاق، واقدی اور ابن سعد وغیرہ نے اپنے مباحثِ دور مکی میں ان ترسیلات وروایات کا ایک سلسلہ ونظام پیش کیا ہے۔

۱۰- نبی آخرالزماں اور رسول آخریں ﷺ کے بارے میں بہرحال عام اخبار ومبشرات کافی تعداد میں ملتی ہیں جو ابن اسحاق وغیرہ مؤلفین سیرت کے ابواب وفصول: ''اخبار کہان العرب، احبار یہود ونصاریٰ کے مبشرات'' کے بارے میں ہیں: ابن اسحاق، حمدی طباعت، ۱/۱۳۵ و مابعد؛ محمد ادریس کاندھلوی، مذکورہ بالا نے اپنی تیسری جلد سیرت میں ان میں سے متعدد کو جمع کر دیا ہے۔

۱۱- امام ابن خلدون، مقدمہ، مصطفیٰ البابی غیر مورخہ قاہرہ کا پیش لفظ وتقدیم جس میں تاریخ نگاری کی اقسام اور ان کے حاملین کرام کی درجہ بندی کی ہے اور تجزیاتی مطالعہ نہ کرنے کا شکوہ کیا ہے۔ شبلی نے اپنی اکثر کتب سیرت وسوانح کے مقدموں میں قدیم اصول نگاری اور جدید مغربی اصول تاریخ کا موازنہ بھی کیا ہے اور تجزیاتی وتنقیدی سیرت نگاری اور تاریخ نویسی کے لیے اسے ناگزیر بتایا ہے۔

۱۲- ابن اسحاق، حمدی طباعت ۱/۱۶۰: ''...افترضت الصلوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ اول ما افترضت علیہ رکعتین رکعتین کل صلاۃ، ثم ان اللہ تعالیٰ اتمها فی الحضر اربعا واقرها فی السفر علی فرضها الاول رکعتین'' ؛ بخاری ۱/۴۶۴ میں حدیثِ حضرت عائشہؓ کا یہی بیان ہے۔ اس میں دو ابہام ہیں: اول کب نماز دو رکعات فرض کی گئی، دوسرا کب اس کا چار رکعات سے اتمام کیا گیا؟ وہ اتمام تھا یا اضافہ جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے۔ ایسے ہی ابہامات کی وجہ سے موسیٰ بن عقبہ جیسے اہم

Marfat.com

سیرت نگار نے یہ تک لکھ دیا کہ حضرت خدیجہؓ نے نماز کی فرضیت سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔ ان کے ذہن میں یا ان کے راوی کے خیال میں واقعہ معراج میں فرضیت نماز کا خیال بسا ہوا تھا اور متعدد جدید سیرت نگار اسی کو صحیح سمجھتے ہیں حالانکہ امام زہری وغیرہ نے اس پر نقد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: فتح الباری، ۱/۶۰۳؛ سہیلی، ۱/۲۴۳ ومابعد؛ ابن سید الناس، عیون الاثر، ۱/۱۲۱-۱۲۲؛ اسلامی احکام کا ارتقا، ۷۱ وغیرہ۔

۱۳- مواخاۃ مکی پر مقالہ خاکسار ''مکی مواخات -اسلامی معاشرہ کی اولین تنظیم''، معارف اعظم گڑھ، دسمبر ۱۹۹۷ء؛ جنوری ۱۹۹۸ء (دو قسطیں)؛ شبلی سمیت کسی جدید مورخ وسیرت نگار نے مکی مواخاۃ کا ذکر مکی دور میں نہیں کیا کیونکہ قدیم مصادر میں سے بیشتر میں بلکہ سب میں اس کا مکی عہد میں ذکر نہیں ملتا، وہ مدنی مواخاۃ کے ضمن میں ہی آتا ہے۔ اور اس وقت مواخاۃ بین المہاجرین کا دلچسپ فقرہ وخیال ملتا ہے: ملاحظہ ہو: کاندھلوی، مبارکپوری وغیرہ کے ابواب ومباحث مواخاۃ۔

مدیر معارف نے خاکسار کا مقالہ مواخاۃ چھاپ تو دیا مگر اس پر ایک طنزیہ تنقیدی نوٹ بھی لکھا محض اس وجہ سے کہ ان کے ممدوح شبلی نے مکی مواخاۃ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ یہ روشِ ناقدین عام ہے کہ ان کے اکابر اور معتقدات بلکہ مزعومات کے خلاف کوئی تحقیق آئے تو اسے قبول کرنے کے بجائے طنز واستہزاء اور انکار کا رویہ اپناتے ہیں۔ بنو عبد مناف کے مقالہ پر بھی ایسا ہی نوٹ ہے۔

۱۴- ابن خلدون، مقدمہ مذکورہ بالا کی بحث بہت قیمتی ہے۔

۱۵- سیرت اور سوانح کے تاریخ سے تعلق وربط پر عام مغربی مورخین کا یہی خیال ہے کہ سوانح (biography) تاریخ (History) نہیں ہے بلکہ اس کا ایک جزو بن سکتی ہے۔

۱۶- تسلسل وتواتر اسلام۔ دین وشریعت۔ کے لیے ملاحظہ ہو بحث خاکسار ''اسلامی احکام کا ارتقا، ۸، ۱۰؛ حدیث نبوی کے لیے فتح الباری ۶/۶۸۳-۶۸۴: ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه و اجمله الا موضع لبنة من زاوية . . . فانا اللبنة''؛ حدیثِ حضرت ابی ہریرہؓ: ۳۵۳۵؛ حدیث، حضرت جابرؓ

Marfat.com

۳۵۲۴؛ نیز حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ: ۳: کتاب بدء الوحی؛ قرآن مجید میں انبیاء کرام کے ذکر خیر کی آیات۔

۱۷- حنیفیت/ دین حنیفی پر بحث کے لیے: شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ رشیدیہ/ سلفیہ ۱۹۵۳ء ۱/ ۱۲۴ و مابعد؛ "باب ماکان علیہ حال اهل الجاهلیة فاصلحه النبی ﷺ؛ کتب و مقالات خاکسار:

-اسلامی احکام کا ارتقاء ۱۱-۲۶ و مابعد؛

-جاہلی عہد میں حنیفیت، معارف اعظم گڑھ، اکتوبر-نومبر ۲۰۰۳ء؛

-ملت حنیفیت حواشی فتح الرحمٰن میں، معارف اعظم گڑھ، فروری ۲۰۰۴ء؛

-حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدویؓ-دعوت اسلامی حنفی کے اولین نقیب، معارف اعظم گڑھ، مارچ ۲۰۱۴ء؛

-عہد جاہلی۔مکی میں تحنث کی اسلامی روایت، جہات الاسلام لاہور، جولائی دسمبر ۲۰۰۷ء۔

۱۸- مذکورہ بالا کتب و مقالات کے مباحث۔

۱۹- جاہلی عہد کے اوصاف حمیدہ۔مروءہ۔ پر مغربی سیرت نگاروں اور مورخوں کا کام قابل تعریف ہے، اس کی تائید و تصدیق پوری طرح سے کتاب و سنت اور کتب سیرت و حدیث سے ہوتی ہے؛ مروءہ پر مقالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور۔

۲۰- قرآن مجید کی مکی سورتوں کا ایک مفصل تحقیقی مطالعہ خاکسار نے مرتب کرلیا ہے جو جلد ہی اشاعت کے لیے جائے گا۔ سردست مکی سورتوں اور ان کی تفاسیر اور ابن اسحاق وغیرہ قدیم مؤلفین سیرت کے ابواب دور مکی کا مطالعہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

خطبہ دوم

قبلِ بعثت مکی حیاتِ طیبہ کی اہمیت

نبوت و رسالت سے سرفرازی سے قبل چالیس سالہ دورِ حیات (۵۷۱۔ ۶۱۰ء) آغاز وارتقا اور تعمیر شخصیت کا مبارک زمانہ ہے۔ سیرت نگاروں اور محدثین و مورخین نے اس کو ماقبلِ اسلام دورِ سیرت کا عنوان دے کر غلطی کی ہے۔ محض اس بنا پر کہ وہ اسلام کے تسلسل کا پتہ نہیں لگا سکے۔ اس کو قبل نبوت و بعثت کا دور کہنا صحیح ہے اور اس کو ایک خاص زمانے کے انقلابات، اکتسابات اور احوال وظروف کی جولان گاہ قرار دینا بھی اسی طرح قطعی اور صحیح ہے کیونکہ اس دورِ تعمیر و تشکیلِ سیرت میں بعد کے دوسرے دورِ مکی کی تعمیر و پرداخت اور شخصیتِ نبوت کی نشو ونما میں جوہری فرق تھا۔ تسلسلِ تاریخ اور زیریں باطنی شخصیت ساز اور عہد آفریں دھاروں کی کارفرمائی، جسے تکوینی کارسازی بھی کہا جاسکتا ہے، کا اصول بھی اسی طرح صحیح ہے۔ ان ہی اصول تکوین اور تاریخی دھاروں نے حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی شخصیت و مرتبت کی پرورش و پرداخت کی تھی اور واقعات کو جنم دیا تھا۔ روایتی طریق نگارش میں آپ ﷺ کی سیرت وحیات کا بیان خاندان قریش اور اس کے اکابر خاص کر راست آباء و اجداد نبوی کے مختصر تذکرے کے پس منظر میں آتا ہے۔ وہ طریق اپنی جگہ مناسب و موزوں ہے کہ وہ خاندان رسالت کی مسلمہ عظمت و جلالت اور قریش مکہ کی سیادت و مرتبت کو اجاگر کرتا ہے۔ مگر ان کے بیانات و تعبیرات میں مختلف قسم کے خلاؤں، کوتاہیوں اور خامیوں کا دخل اندازی کر کے صحیح تاریخ نویسی کی سمت کو بے راہ و مبہم بناتا ہے(۲۱)۔

نام ونسبِ نبوی کی اولین بحث بڑی قطعی اور مبارک و معنی خیز ہے اور اس پر

Marfat.com

سب کا اتفاق واجماع اور ایقان وایمان بھی ملتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے ابراہیمی۔ اسمٰعیلی نسب پر اجماع کے ساتھ اس کی اہمیت بھی شرح وبسط کے ساتھ بیان کی جاتی ہے کہ بانی خاندان کے بعد آپ ﷺ ہی بعثت ونبوت سے سرفراز کیے گئے تھے اور بنو اسمٰعیل میں آپ ﷺ اولین وآخرین رسول وپیغمبر اسلام ہیں اور خاتم النبین وسید المرسلین بھی۔ متعدد سیرت نگاروں نے قرآن وحدیث کی آیات وترسیلات سے اس کو مستند کر کے حقائق تک پہنچنے اور قارئین کو پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ نسب نبوی میں عدنان تک تمام پیڑھیوں کے تسلسل وتعداد پر علماءِ سیرت ونسابانِ عرب نے ارشاد نبوی سے بھی استدلال کر کے قطعی قرار دیا ہے۔ عدنان سے حضرت اسمٰعیل وابراہیمؑ تک بالائی پیڑھیوں کے تعدد وتسلسل اور ان کے اکابر کے اسماء کے بارے میں اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ اور اسے صحیح حدیث سے بھی مستند کیا ہے۔ اسی کے ساتھ امام سیرت ابن اسحاق وغیرہ قدیم مؤلفین سیرت اور دوسرے نسابان عرب نے عدنان سے اوپر کی سیڑھیوں کا سراغ لگایا ہے جو ان کی تاریخی، سیرتی اور خاندانی ونسبی تفصیلات جمع کرنے کی عادت وجبلت کو سامنے لاتا ہے اور قابل فہم ہے (۲۲)۔

سیرتِ قبل بعثت دور کے تعمیری معالم

بعثت ونبوت سے قبل کے دور حیات وکارکردگی کے مراحل ومعالم بہت معروف ومعلوم ہیں اور قدیم وجدید مولفین سیرت نے ان کو مختصر یا مفصل بیان کیا ہے۔ ان میں اہم ترین یہ ہیں:

ولادتِ نبوی اور تاریخ ولادت کے مبحث میں حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کی وفات کا مختصر ذکر روایات کے اختلاف کے ساتھ کرتے ہیں اور بسا اوقات ان میں صحیح ترین روایت وتاریخ پر دلائل دے کر اس کی صحت وثقاہت متعین کرتے ہیں۔ تاریخ ولادت پر امام ابن اسحاق/ابن ہشام جیسے قدماء کا اتفاق واجماع ہے کہ وہ دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول

Marfat.com

عام الفیل کی تاریخ سعادت و برکت تھی۔ اماماںِ موصوف نے اور ان کے پیروکاروں نے مذکورہ بالا تاریخ ولادت کے سوا اور کوئی دوسری تاریخ بیان کرنے کی زحمت نہ کی کہ وہی ان کے عقیدے میں صحیح ہے۔ بیشتر بلکہ جمہور سیرت نگاروں کے نزدیک وہی قطعی ہے اور اس کے متعدد شواہد سیرت نبوی کے مختلف مراحل سے متعلق بیان کر کے اس کو مزید مستند کیا ہے۔ اسی طرح والد ماجد کی وفات حسرت آیات کے دو ماہ بعد بحالت یتیمی وارد چمنستان دہر میں ہونے کی روایت و تاریخ تسلیم کر کے سورۂ ضحیٰ: ۶ سے مدلل کیا ہے۔ روایات و واقعاتِ ولادت/مولدِ نبوی میں چند امور و مسائل کا تجزیہ و نقد ضروری بھی ہے اور اس دورِ آغاز حیات و سیرت کے حوالے سے بھی ضروری ہے (۲۳)۔

اول خاندان بنی عبدالمطلب میں حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کا واقعہ اس لحاظ سے نادر تھا کہ مرحوم چہیتے فرزند کے گھر میں ایک گل سر سبد کھلا تھا جس نے سماجی و خاندانی طور سے نسلِ عبداللہ ہاشمی کے جاری رہنے کا مژدہ سنایا تھا اور وہ پورے خاندان کی تمناؤں کا الوہی جواب تھا۔

دوم بوقت ولادت والدہ ماجدہ بی بی آمنہ بنت وھب زہری نے متعدد آیات و برکات اور معجزات کا مشاہدہ کیا تھا جن کی وجہ سے نومولود کی برکت و سعادت اور عظمت و مرتبت کا ایک خوش نما اور معنی خیز عقیدہ فروغ پایا۔ بلاشبہ نومولودِ جلیل و جمیل صاحب برکات تھے۔ بوقت ولادت معجزات و خوارق اور قصورِ شام و بصریٰ وغیرہ کے روشن مظاہر کو روایات پرستوں نے قبول کیا ہے اور ناقد محدثین و مولفین نے مسترد کیا ہے۔ ان کے خیال و فکر میں ان روایات و اخبار کا پایہ اعتبار نہیں ہے۔ ان کی دلیل و استدلال کا جوہر قابل تسلیم و اعتبار ہے کہ آپ ﷺ کی عظمت و بزرگی ثابت کرنے کے لئے سقیم روایات اور غیر ثقہ اخبار کی ضرورت نہیں۔ صحیح احادیث و معتبر روایات ہی اس کے لئے کافی ہیں۔ جسمانی طور سے آپ غیر معمولی تھے: جسم اطہر کے شمائل اور رخ انور کے خد و خال اور ان سب سے مل کر نومولود کی مجموعی شخصیت ہی صاحبان قیافہ

Marfat.com

وبصیرت کو یقین دلاتی تھی کہ ایک نیرِ اعظم طلوع ہوا ہے (۲۴)۔

سوم بوقت ولادت مبارکہ یہود و کہان وغیرہ کی پیش گوئی اور دید و دیدار پر واویلا کہ حضرت محمد ﷺ ہی رسول آخر الزماں ہیں اور نبوت و رسالت بنو اسرائیل سے بنو اسمٰعیل میں منتقل ہوئی بالکل صحیح نہیں ہیں۔ واقعاتی طور سے بھی، سماجی اعتبار سے بھی اور دینی تشریعی لحاظ سے بھی۔ ایک صاحب بصیرت جدید سیرت نگار اور مفکر کا یہ نقد و تبصرہ چشم کشا ہے کہ نبوت و رسالت کے اعلانِ حضرت محمد ﷺ سے قبل ایسی تمام شخصی پیش گوئیاں کہ محمد بن عبداللہ ہاشمی ہی وہ رسول مولود و منتظر ہیں قرآنی آیات کریمہ کے قطعی منافی ہیں جن میں واضح کیا گیا ہے کہ خود صاحب رسالت کو کتاب وایمان کا پتہ نہ تھا اور نہ نزول کتاب کے آرزومند تھے اور نہ ہی نبوت و رسالت سے سرفرازی کا خیال خاطر عاطر میں کبھی گزرا تھا۔ اس پر مزید مفصل بحث اپنے مقام پر آتی ہے (۲۵)۔

چہارم وفاتِ عبداللہ ہاشمی کے بعد اور ان کے دوران حیات بھی ان کا خاندان شیخ قریش و جدامجد جناب عبدالمطلب ہاشمی کے زیر کفالت تھا۔ اور ان کے حین حیات میں وہ ان ہی کی پرورش و پرداخت میں رہا۔ بلاشبہ ان کے دوسرے فرزندوں اور ان کے خاندانوں نے بھی ان پر اپنی محبت نچھاور کی تھی۔ سماجی طور سے یہ جاہلی عرب کی ایک قابل فخر اور صالح و شخصیت ساز روایت تھی کہ دادا نے اپنے یتیم پوتے کی کفالت و تربیت کا ایک معیار قائم کیا۔ اس پر مزید بحث رضاعت نبوی و کفالت جدامجد کے تحت آتی ہے۔ بوقت ولادت یا اس کے معاً بعد عبدالمطلب ہاشمی کی مسرت و سرخوشی سے زیادہ ان کی قیافہ شناسی اور بصیرت کی اہمیت ہے۔ انہوں نے نومولود اعظم کو دیکھتے ہی جان لیا تھا اور اعلان بھی کر دیا تھا کہ ان کا پوتا ایک بڑی شان والا ہے کہ بشرہ سے عظمت برستی تھی (۲۶)۔

عقیقہ

صرف عرب روایات صالحہ میں سے ایک روایت نہ تھی بلکہ وہ دین حنیفی کے

Marfat.com

بقایا میں سے تھی اور خصائل انبیاء میں سے بھی ایک تھی۔اسلامی عقیقہ کے تمام مراسم بال مونڈنے، قربانی کرنے اور دعوت اقربا واعزہ دینے اور نام رکھنے وغیرہ۔ بڑے ولولہ اور جوش سے بجالائے گئے۔روایت ہے کہ اسی موقع پر ختنہ کی رسم وسنت ادا کی گئی اور عقیدت ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے تھے۔ظاہری ہو یا تکوینی ختنہ بہر حال سنت انبیاء اور خصالِ رسل ہے اور اسلامی روایت تسمیہ نبوی کے باب میں دادا گرامی کا تبصرہ اس کی اہمیت سے زیادہ حضرت محمد ﷺ کی شخصیت کی عبقریت اور جمال و جلال جہاں آراء کا مظہر ہے۔نومولود وروشن جبین دریتیم پوتے کا نام نامی ’’محمد‘‘ (ﷺ) رکھا تو سوالِ تجسس اٹھا کہ یہ نیا غیر روایتی اسم سامی کیوں؟ جواب دیا: تاکہ دونوں جہانوں میں زمینوں اور آسمانوں میں، انسانوں اور فرشتوں اور کائنات کی تمام پہنائیوں میں میرے فرزند دل بند کی تعریف وحمد کی جائے۔محمد نامی کوئی اور شخص نہ تھا بعد میں بہت سے اس سے موسوم ہوئے۔آپ ﷺ بنفس نفیس سزاوار حمد و ستائش تھے ہی دوسروں کو بھی قابل تعریف بنادیا۔وہ الوہی ہدایت کا شاخسانہ ہو نہ ہو کلام الٰہی میں احمد کے ساتھ ثبت ہوگیا (۲۷)۔

رضاعتِ نبوی

عرب جاہلی معاشرے میں رضاعت محض ایک مقامی، ملک گیر اور عرب نژاد سماجی روایت نہیں تھی جیسا کہ بالعموم روایتی سیرت نگار بیان کرتے ہیں۔ وہ انسانی تہذیب وتمدن کی ایک پختہ صالح اور پسندیدہ ومحبوب اور محبت افزا سماجی دینی اور تہذیبی طریقت تھی اور انبیاء کرام بھی اس سے متمتع ہوئے تھے اور مصدق بھی۔ مصری تہذیب اور کنعانی معاشرت میں حضرات موسیٰ وابراہیمؑ وغیرہ نفوس قدسیہ کے علاوہ ان کی اقوام وملل، مومن وکافر دونوں نے اس کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ وہ مرضعات ومراضع (دودھ پلائیوں) کا محض معاشی سہارا نہیں تھا غیروں وبیگانوں کے بچوں بچیوں کی پرورش وپرداخت کا مہر آگیں کام محبت تھا۔اپنے خونِ دل بلکہ خونابہٗ

Marfat.com

جگر و قلب کے کامل ترین جوہر حیات سے اپنے نونہالوں اور لخت جگروں کے حصہ و غذائے حیات میں دوسرے نونہالوں کو شریک کرنے کی قربانی تھی۔ نو مولودوں کی ماں کے دودھ حیات آفریں غذا سے رضاعت کا آغاز ضرور ہوتا اور وہی سب سے مفید و محبت والی غذا تھی کہ والدہ جنم دینے کے ساتھ پرداخت بھی کرتی تھی۔ رضاعت غیر اور پرورش و پرداخت مرضعات و مراضع میں صالح ترین، سب سے زیادہ قوت بخش اور صحت افزا جوہر حیات ہوتا کہ وہ سب خیر اندیش کفیلات تھیں۔ وہ صحت مند آب و ہوا اور ماحول کی باسی ہی نہیں بذات خود صحت مند اور صالحات ہوتیں، جسمانی اور صفاتی، ظاہری و باطنی صفات عالیہ دونوں کے لحاظ سے نونہالوں کے سرپرست، والدین اور مربی اکابر خاص صفات حمیدہ اور سرشت پسندیدہ کی بنا پر ان کے لئے دیہی یا شہری دودھ پلائیوں کا انتخاب کرتے۔ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی اولین مرضعہ / رضاعی ماں حضرت ثویبہ اسلمیہ ؓ ان ہی عظیم صفات رضاعت کی مالک ایک محترمہ و معظّمہ مرضعہ وقت تھیں۔ ان کے ذاتی اوصاف و خصائل ان کی متعدد اکابرِ قریش و بنی ہاشم کی رضاعت و پرداخت میں جھلکتے ہیں۔ ان کے تمام عمر کے رضاعی بچے نبوی دور مکی کے عظیم شخصیات تھے۔ غالباً ان کی پیشتر رضاعت کے فریضہ اور دودھ میں تیسرے حصہ کی کمی کے پیش نظر عظیم جد امجد نے دوسری مراضع کی تلاشِ بسیار کی اور نظر انتخاب حلیمہ سعدیہ پر ٹھہری (۲۸)۔

بنو سعد بن بکر / ہوازن و ثقیف کا یہ خاندان عالی شان نہ صرف قریش مکہ کا قریب ترین پڑوسی تھا بلکہ سماجی، اقتصادی اور تہذیبی رشتوں میں بھی بندھا ہوا تھا۔ خالص دینی و تشریعی جہت یہ ہے کہ رضاعت اور ولادت، دودھ اور خون کا رشتہ یکساں طور سے محترم و مقدس گردانا گیا اور رضاعی عزیز خون کے رشتوں کے قریب کی مانند نگاہ دین و شریعت میں ہم پلہ تھے۔ ان سب سے زیادہ ان کا اختصاص محبت و پرورش تھا کہ رضاعت اور نونہالوں کی پرورش و پرداخت ان کی محبوب ترین صفت تھی۔ ان کی مرضعات قریش کی اولین پسند تھیں۔ ان کا صحت افزا پاکیزہ ماحول، بدوی آب و ہوا،

Marfat.com

قوی ترین غذا اور محبت آفریں خانگی فضا سے زیادہ ان کی عربی زبان کی فصاحت و بلاغت قریش کی طرح ٹکسالی تھی۔ نونہالِ عبدالمطلب۔ ابن عبدالمطلب۔ نے اپنی حیات بخش اور سیرت و شخصیت ساز نشو و نما کا زمانہ حلیمہ سعدیہ کے بادیہ محبت و شفقت میں بحسن خوبی گزارا۔ وہیں چلنا پھرنا، دوڑنا سیکھا، بچوں و بچیوں کے ساتھ کھیل کود سیکھے، وہیں بولنا سیکھا، عربی زبان کے کلمات ذہن و دل میں اتارے اور زبان سے جوامع الکلم نچھاور کیے۔ عام و مشہور روایت کے مطابق اولین پانچ برسوں کے ارتقاء جسمانی و باطنی کے تمام مراحل بیت و بادیہ سعدیہ حلیمہ میں بسر کیے اور شمائل و خصائل کی اولین صورت گری وہیں پائی (۲۹)۔

تکوینی نظام تربیت و پرداخت

عجیب و ناقابل فہم اور اپنے سرِ مکنوں کی وجہ سے ناقابل بیان و تشریح سمجھے جانے والا واقعہ شق صدر معجزات کے جہان الٰہی میں گردانا جاتا ہے۔ اہل بصیرت اور صاحبان اسرار و رموز اور حقیقت شناسان فطرت ملکوتی و ناسوتی نے خوب وضاحت کی ہے کہ معجزات دنیاوی ظاہری نظام میں خرق عادات ہیں۔ جہان تکوین و ملکوت میں ان آیات و معجزات و خوارق کے اپنے احکام و قواعد و ضوابط ہیں جن سے عالم الغیب والشہادہ کلی طور پر واقف اور ان کا فاعل ہوتا ہے۔ عالم الغیب کے اسرار و رموز اور قواعد و ضوابط سے مالکِ کل اور خالق و رب عظیم جن چیدہ و چنیدہ بندگان عالی اور پیغمبروں کو نواز دیتا ہے وہ ان کی حقیقت جان جاتے ہیں۔ امام فلسفہ تاریخ و عمرانیات کے نظریہ و قاعدہ حیات انسانی میں ظاہری واقعات کی تشکیل و تعمیر میں اندرونی دھاروں یا زیریں لہروں کا ایک نمونہ شق صدر بھی ہے۔ اس کا وقت و مقام کا انتخاب بھی اسی کا شاخسانہ ہے مگر واقعات و تعمیری دھاروں کے درمیان باہمی تفاعل و تعامل اسے خوب واضح کر دیتا ہے (۳۰)۔

معجزہ شق صدر

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے بادیہ الفت اور پرورش گاہ محبت کے بالکل اواخر

Marfat.com

میں واقعہ شق صدر پیش آیا اور زمانہ رضاعت پرورش اول کا خاتم بنا۔ روایات و احادیث کے مطابق دو سفید پوش اشخاص نے، جو حقیقت میں دو فرشتگان فلک و ملکوت تھے اور تمثل بشری کر کے نگاہ بشری ظاہر میں ہویدا ہوئے تھے، حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا، جوف جسم سے قلب کا لوتھڑا نکالا، اس کو اپنے ساتھ لائے ہوئے ملکوتی طشت میں آبِ مطہر سے دھویا۔ وہ طشت سیمیں تھا اور آب زم زم کا۔ ظاہری پارہ گوشت کے اندرون سے حصہ شیطان کی خونی پھٹکی نکالی اور پھینک دی، آلائش شر سے پاک کیا، قلب مصفّٰی ومجلّا ومطہر کو سینہ اطہر میں اس کے مقام اعلیٰ پر رکھ دیا، قلب واندرون کو انوار وبرکات سے بھر دیا۔ آخر میں چاک کو خیاط کی سلائی کی طرح سی دیا۔ نگاہ مصطفیٰ ﷺ نے اپنی ظاہری آنکھوں اور چشم بینا سے سارا معاملہ تکوینی ملاحظہ فرمایا اور ان کے رضاعی بھائی بہنوں نے اپنے اپنے حصہ کا جلوہ ہی دیکھا۔ متاخر اور غیر چشم دید صحابہ کرامؓ ومعاصرین نے سینہ مبارک کی ظاہری سلائی ملاحظہ کی مگر ان کے صاحبان بصیرت نے جسمانی و روحانی طہارت نبوی کا مشاہدہ کیا۔ آپ کے بچپن (صغرہ) کی طہارت جسمانی اور تطہیر روحانی کا واحد واقعہ پورے عہدِ نبوی اور تمام تر حیات وسیرت محمدی کو پاکیزہ ترین بنا گیا اگرچہ بعضوں نے اس کے کئی مظاہر مابعد بھی دیکھے۔ وہ اصلاً تطہیر نبوی کا اکلوتا واقعہ تھا، بعد میں جن روایات میں اس کے تعدد کا ذکر ہے وہ ان کے مظاہر ومماثلات وتمثیلات کا ہے۔ امامانِ سیرت وحدیث میں قاضی عیاض اور امام ابن اسحاق وغیرہ نے اسے تنہا واقعہ تطہیر تکوینی قرار دیا ہے اور اسے خالص الٰہی نظام تربیت وتطہیر کا معاملہ بتایا ہے (۳۱)۔

ظاہری مکی تربیت و پرورش کا نظام

مکہ واپسی پر جد امجد عبدالمطلب ہاشمی کی مشفقانہ بلکہ والہانہ تربیت وکفالت کمسن محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی شخصیت سازی کی سب سے بڑی ظاہری وجہ تھی۔ والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کی مادرانہ محبت وشفقت بالخصوص اور اعمام وعمات اور دوسرے

Marfat.com

عزیز و اقارب کی دیکھ ریکھ اور خاطر داری و تواضع جدی کمال کا پرتو تھی۔ تین سالہ شبانہ روز کی غیر معمولی تربیت اور بیکراں نگہداشت کا مظہر تپاں یہ تھا کہ دادا اپنے محبوب و بلند اقبال پوتے کو کسی وقت اور کسی حال میں تنہا نہ چھوڑتے۔ آپ کو ساتھ کھلاتے پلاتے، ساتھ سلاتے، ہر دم ساتھ رکھتے، ذرا دیر کے لئے آنکھ سے اوجھل ہوتے تو بیقرار ہو جاتے اور گماشتوں سے تلاش کرواتے، ایک آدھ بار گھریلو مویشیوں یا اونٹوں کی تلاش میں خود بھیجا اور واپسی میں تاخیر ہوئی تو تلاش کرنے والوں کے ذریعہ تلاش کروا کے دم لیا اور تنہا نہ چھوڑنے کی قسم کھالی۔ عبدالمطلب ہاشمی قریش کے شیخ اکبر، خاندان بنو عبد مناف کے سرخیل اور دولتِ دنیا و دین کے حامل اور صاحب و جاہت و جاہ اور رعب داب والے شخص تھے۔ مسجد حرام کے صحن میں خانہ کعبہ کے زیر سایہ یعنی رب ذوالجلال کے بیت عز و شرف کے پاس ان کی مسند عالی تمام اکابر قریش کی مسندوں سے عظیم تر تھی۔ رعب و جلال کا یہ عالم اور توقیر و تکریم کا یہ انداز کہ ان کے اپنے صلبی فرزند اور عزیز از جان بیٹے اس پر قدم نہ دھر سکتے مگر بلند اقبال چہیتے پوتے کو جلوس فرما ہونے کا شرف حاصل تھا، کوئی عزت و اکرام کا مارا آپ کو روکتا تو جدامجد اور شیخ وقت بیقرار ہو کر اسے منع کرتے اور آپ کو اپنی مسند خاص پر اپنے پہلو میں بٹھاتے۔ وہ صرف مُول سے زیادہ سود کے پیارے ہونے کا معاملہ اور فطری محبت اور دریتیم کی خاص کفالت کا مسئلہ نہ تھا بلکہ روشن ضمیر دادا صاحب کمال پوتے کو پہچانتا تھا۔ اسی بنا پر قحط و خشک سالی کی سخت ابتلا میں جدامجد نے کوہ مکہ کی بلندی پر باران رحمت کی دعا رب ذوالمنن کے دربار میں کی تو پوتے کا وسیلہ اختیار کیا۔ شفیق و حامی اور حقیقی عم مکرم ابو طالب ہاشمی نے اس منظر محبت و رافت اور واقعہ وسیلت و دعا کو اپنے قصیدہ میں دعا کی قبولیت کے منظر نامے کے ساتھ محفوظ کر دیا۔ جدی پرورش و پرداخت اور ہر آن نگاہ قلب و نظر میں رکھنے کا ایک شاخسانہ تھا کہ یثرب کے اپنے اخوال (نہیال) کی سالانہ زیارت کو حسب معمول گئے تو چہیتے پوتے کو آپ کی ماں اور انا حضرت ام ایمن کے ہمراہ اپنے خاص کارواں میں لے گئے۔ مقصد نہیالی عزیزان یثرب سے ملاقات

Marfat.com

کرانا، صلہ رحمی اور عزیز داری کا درس دینا، سفر کی مشقتوں کا خوگر بنانا، آنے والے دور عروج وکمال کا مقام عالی دکھانا اور زندگی اور گزر بسر کے آداب سکھانا تھا کہ شخصیت میں استحکام آئے۔ یثرب کے لڑکپن کے تجربات شخصی اور محبت ومروت کے واقعات خاندانی تازندگی یادداشت محمدی میں ثبت ہوگئے، جس طرح جدامجد کی محبت دل میں نقش ہوگئی تھی۔ قضائے الٰہی سے واپسی کے سفر میں والدہ ماجدہ نے مقام ابواء پر داغ مفارقت دیا اور اپنی محبت وتربیت وکفالت کا باقی ماندہ کام بھی دادا کے سپرد کردیا۔ بقیہ دو برسوں میں جدی محبت نے آپ کو ابن عبدالمطلب کا نام دے دیا کہ شناخت نامہ وہی بن گیا۔ عمر نبوی آٹھ برس کو پہنچی تو دادا نے رخت سفر باندھا۔ شیخ قریش وعظیم بنی عبد مناف اور سید مکہ کا جنازہ اٹھا تو کمسن وبلند اقبال پوتا سر میت کے پیچھے پیچھے اپنے محبوب دادا کے جنازے پر آنسوؤں کے پھول چڑھا رہا تھا۔ عبدالمطلب ہاشمی کی آٹھ سالہ رفاقت وکفالت اور آدم گری نے حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ ہاشمی کی زندگی سنواری اور سیرت سدھاردی اور بوقت رخصت خاص انتظام بھی کیا (۳۲)۔

اعمام حقیقی کی پرورش وپرداخت

متعدد اعمام وعمات میں دو حقیقی چچا زبیر بن عبدالمطلب وابو طالب بن عبدالمطلب خاص کفیلان نبوی کی خدمت ومرتبت سے مرحوم والد گرامی کی وصیت ونصیحت کی بنا پر سرفراز ہوئے اور دوسرے اعمام وعمات نے اپنے حصہ وظرف کی وسعت کے مطابق کفالت اور دیکھ ریکھ کی محبت بھری ذمہ داری نبھائی۔ آپ ﷺ اپنی تمام پھوپھیوں، چچاؤں اور ان کے بڑی عمر کے فرزندوں اور دختروں یعنی ابناء وبناتِ عم کے چہیتے تھے اور سب جان ومال نچھاور کرتے تھے۔ روایت پرستوں نے اپنے تنگ ظرف ونظر کے سبب محبت وکفالت محمدی کو تنگ شخصی دائرے میں محدود کردیا اور احوال واقدار وآداب وروایات کو بھلادیا۔ عرب روایات کفالت وصلہ رحمی اور خاص بنو عبد مناف اور ان میں بھی بنو عبدالمطلب کی مثالی مروت ومحبت، حلم وبردباری اور

Marfat.com

وسیع النظری کا خیال نہیں رکھا۔ دین حنفی کے اقدارِ بقیہ نقیہ کے علاوہ وہ حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی شخصی کشش اور مرتبت اور اپنے بیگانے سب کو موہ لینے کی فطرت بھی فراموش کردی۔ روز اول سے آپ کی انا حضرت ام ایمن اور دونوں رضاعی ماؤں، ثویبہ و حلیمہ اور ان کے فرزندوں، دختروں اور عزیزوں کی زیارت و خدمت و محبت بھی نظر انداز کردی۔ ان سب کی تربیتِ ظاہری اور کفالتِ مادی نے مجموعی طور سے حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی لڑکپن سے جوانی اور پختہ عمری تک شخصیت سازی میں حصہ لیا تھا (۳۳)۔

ظاہری معروف روایات کی گرفت میں ان میں سے صرف چند واقعات و حوادث صحیح معنوں میں آسکے جیسے رعی غنم کا واقعہ وسنت نبوی یہ خبر واحد ''غیر متصل'' صرف مکہ مکرمہ اور خاندان کے مویشیوں کے چرانے تک محدود ہے مگر رعی غنم کا سلسلہ نبوت تھا جو حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر سے شروع ہوا۔ لڑکپن میں مکہ میں جاری رہا اور بعد میں نوجوانی میں اہل مکہ کی بکریاں اور مویشی قیراط کی اجرت پر چرانے کا کام کیا، کمانے اور اکل حلال کا ہنر اور عرب شرفاء کے لڑکوں بالوں اور جوانوں کا پیشہ سیکھا۔ وادیوں، پہاڑوں اور ان کے نشیب و فراز سے اور ان کی جھڑبریوں اور جھاڑیوں سے واقفیت حاصل کی۔ ظاہر ہے کہ ساتھی چرواہوں سے محبت و یگانگت کے تعلقات قائم کرنے سیکھے اور مویشیوں کے مالکوں سے حسن سلوک وحسن خدمت کا لین دین کیا (۳۴)۔

☆ دونوں حقیقی اعمام کے ساتھ شام و بصریٰ اور راہ میں مدینہ اور یمن وغیرہ کے تجارتی اسفار میں اولین تجارتی ہنرمندی اور اس کے گر سیکھے۔ دوسرے اعمام میں حضرت عباس و حمزہؓ وغیرہ کے ساتھ بھی لڑکپن میں تجارتی تجربات حاصل کئے تھے اور ان میں خاص عظیم ترین شاہراہ تجارت سے واقفیت تھی۔ ان ہی چاہنے والے اعمام نے بیس برس کی عمر تجارت میں قریش کے عظیم ترین فتی/ جوان محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کو مکہ مکرمہ اور قریش کے تجار کرام سے رسمی طور سے متعارف کرایا اور ان میں سے

Marfat.com

متعدد کے ساتھ بطور اجیر و مستاجر اور مضارب و شریک نتھی کرایا۔ چار پانچ برسوں کی تجارتی محنت آپ کو تاجر امین بنا گئی (۳۵)۔

تجارت عرب وشام

قبیلہ قریش کے عوام وخواص کو تجارت اور اقتصادی کاروبار کا خوگر بنانے کا سہرا بالعموم ام القریٰ کے جغرافیائی احوال اور ان کے نظام معیشت کے سر باندھا جاتا ہے۔ کلام الٰہی اور وحی ربانی اس کے تکوینی اسباب سے بھی پردہ اٹھاتی ہے کہ بیت اللہ الحرام کے ساکن قریش کی تالیف قلب اور جمع خاطر کے لئے سرما و گرما کے رحلات بنائے۔ عنایتِ ربانی کے شکر و اطلاق انسانی کا نتیجہ یہ نکلا کہ قریشی اکابر نے بالخصوص شروع سے کاروبار و تجارت میں دلچسپی لی اور اسے فروغ دے کر بین الاقوامی بنا دیا۔ قریشی و مکی تجارت کی جولان گاہیں ملک گیر اسواق عرب تھے، مقامی ہاٹ بازار بھی تھے اور شمال میں شام و بصریٰ کی منڈیاں بھی تھیں اور جنوب میں یمن کے بازار بھی تھے۔ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ اپنے معاصر نوجوانوں کے ساتھ ساتھ لڑکپن سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے تھے اور تجارتی ہنرمندی کا فن سیکھتے رہے۔ ابتدائی دور کی تجارتی تربیت نے آپ کو تجارتی شاہراہوں، ان پر واقع منڈیوں اور ملک کے طول وعرض میں پھیلے بازاروں اور تجارتی ریڑھ کی ہڈی شامی منڈی سے واقفیت دی۔ آپ کی تجارتی سرگرمیوں سے متعلق روایات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول آپ نے مکی بازاروں میں کاروبار کی مشق و مزاولت کی کہ مکہ خود ایک اہم منڈی تھی۔ تجربہ بڑھا، تجارتی ہنرمندی کا چرچا ہوا، شرکاء تجارت کے تبصروں اور تحسینوں کا غلغلہ ہوا تو قرب وجوار کے بازاروں میں کاروبار و تجارت کے لئے جاتے رہے۔ بیس سے پچیس برس کی عمر شریف تک تجارتی اقسام، ان کی باریکیوں اور کاروباری طریقوں سے آگاہی حاصل کی اور مکی قریشی اور عرب تجارتی نظام کو خوب سمجھ لیا۔ روایاتِ سیرت واحادیث نبوی بجا طور سے آغاز کار کے طریقہ

Marfat.com

تجارت کی وضاحت کرتی ہیں کہ نوجوانان قریش بطور تجارتی گماشتہ بڑے تاجران وقت کا مال لے جاتے۔ گماشتوں کی محنت کا معاوضہ پہلے ہی متعین کر دیا جاتا جو نقد ہوتا یا بالعموم جنس کی شکل میں ادا کیا جاتا۔ اونٹ اونٹنی تجارتی جنس کی سب سے قیمتی شے تھی۔ دوسرے مکی قریشی تاجروں کے مال سے تجارت نبوی کی شہرت پھیلی تو قریش مکہ کی سب سے مالدار اور وسیع ترین تجارت کی مالک حضرت خدیجہ کی توجہ مبذول ہوئی۔ قریش کے خاندان بنو اسد کی ''طاہرہ'' خدیجہ بنت خویلد اسدی کی مثالی مالداری اور غیر معمولی تجارتی وسعت ایک واقعہ سیرت ضرور ہے، لیکن ابھی تک جامع تحقیق کا طالب ہے۔ حیرت ناک امر یہ ہے کہ جاہلی عرب میں ایک خاتون خانہ نے اتنی تجارتی قدر و قیمت کیسے حاصل کی کہ بسا اوقات ان کا کاروان تجارت اکابر قریش کے تمام کاروانوں کی مجموعی مالیت سے زیادہ سامانِ تجارت رکھتا تھا اور ان کے قیم تجارت، گماشتے، مضارب و اجیران کے اپنے بھتیجے حکیم بن حزام اسدی اور غلاموں کے علاوہ متعدد شرکاء تجارت ہوتے تھے اور سب کے سب قریشی خاندانوں کے مقتدر و نامور تجار ہوتے تھے اور ان کے کارواں مسلسل و متواتر اسواق عرب اور شام و یمن جاتے رہتے تھے۔ حضرت خدیجہ اسدیؓ کے پہلے دو شوہر عتیق بن عائذ مخزومی اور ابو ہالہ تمیمی بھی پہلے گماشتے تھے۔ پھر شادی کے بعد قیم و شریک تجارت ہوئے۔ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ حضرت خدیجہ اسدیؓ کے دوسرے متعدد تجارتی گماشتوں کے ساتھ دبا، تیما حباشہ، جرش وغیرہ کے بازاروں میں ان کے مال سے تجارت کرتے اور معاوضہ پاتے۔ ایک مدت کے بعد آپ ان کے شامی کارواں میں ان کے قیم حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ اور غلام میسرہ کے ساتھ مال لے گئے اور اس کے بعد دو ایک اور شامی کاروانوں میں شرکت کی اور اپنی ہنر مندی کا سکہ جمایا۔

ازدواجی/سماجی زندگی کے تجربات

طاہرۂ قریش اور مالکہ تجارت شامی و مکی کو حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ

Marfat.com

کی تجارتی عبقریت، کاروباری سوجھ بوجھ اور ایمانداری بھا گئی۔ کاروبار وتجارت کے جہان پیچاک و پیچیدہ میں کاروباری اور تجارتی مہارت کی جتنی اور جس قدر اہمیت ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ امانت ودیانت کی ہے۔ کاروباری اشتراک ومفاہمت نے عظیم ترین نوجوان بنی ہاشم کی دوسری خوبیوں اور صفاتِ حسنہ سے آگاہی نے حضرت خدیجہؓ اسدی کو آپ سے نکاح پر آمادہ کیا۔ اعمام نبوی کی سلسلۂ جنبانی، آپ کی رضا مندی اور حضرت خدیجہ کی چاہت اور دوسرے اعزہ واقرباء کی خوشنودی سے دونوں رشتہ ازدواج میں بندھ گئے۔ سماجی اور دینی اور تہذیبی لحاظ سے حضرت خدیجہ سے نکاح وزواج نبوی کی بڑی اہم اور معنی خیز اور دوررس نتائج کی حامل جہات ہیں جن پر روایات میں توجہ کم ہوتی ہے۔

☆اول: ایک پچیس سالہ جوان رعنا کی ایک چالیس سالہ پختہ عمر کی خاتون سے شادی عرب قریش اور حنفی روایات کے عین مطابق تھی۔

☆دوم: دوبار کی بیوہ خاتون سے شادی بھی حیرت انگیز نہ تھی کہ قریشی وعرب معاشرے میں طلاق وبیوگی کے بعد ایک سے زیادہ بار شادیوں کا رواج تھا۔

☆سوم: حضرت خدیجہ اسدی اپنے دو سابقہ شوہروں کی تین چار اولاد کو کاشانہ محمدی میں ساتھ لائی تھیں اور وہ ربیب نبوی بنے تھے۔ یہ بھی قدیم روایت تھی۔

☆چہارم: خاندانی اور نسبی اعتبار سے اور سماجی منزلت ومقام سے کفو کا معاملہ تھا مگر معاشی ومالی لحاظ سے ایک ابھرتے تاجر کی مسلمہ تجارت کار سے شادی تھی۔

☆پنجم: شادی کے بعد دونوں میاں بیوی، زوجین، کا تجارتی رشتہ بدلا جیسے زوجہ محترمہ کے اولین دوسابق شوہروں کے معاملے میں بدلا تھا۔

☆ششم: اب وہ ایک خاندان کی مشترکہ تجارت تھی جس میں میاں بیوی دونوں برابر کے شریک تھے اگرچہ مال وکارواں زوجہ گرامی کا تھا۔

☆ہفتم: پچیس سال کی عمر مبارک سے چالیس برسوں تک آپ ﷺ اس مشترکہ تجارت کے شریک کارگزار تھے اور حضرت خدیجہؓ صاحبہ مال ومنافع۔

Marfat.com

☆ہشتم: اس خاندانی اور زوجہ وزوج کی کاروباری ترقی و مالداری کی وجہ سے آپ کی غنا اور مالداری آپ کی دولت وتجارت کی بنا پر تھی نہ کہ مال زوجہ سے۔

☆نہم: عرب جاہلی اور اولین مکی دور نبوی میں خواتین خاص کر حضرت خدیجہ اسدی اپنے اموال، جائیدادوں، مویشیوں اور ہر طرح کی دولت کی مالک ہوتی تھیں۔

☆دہم: حضرت خدیجہ اسدیؓ واحد واکلوتی زوجہ محمدی تھیں جنہوں نے آپ ﷺ کو آپ کے اپنے اعتراف کے مطابق چار دختروں اور دو فرزندوں پر مشتمل خاندان دیا۔

☆یازدہم: عرب جاہلی اور مکی کے سماجی ماحول میں تعدد ازواج کے محکم ومقبول رواج کے برخلاف آپ ﷺ صرف ایک زوجہ پر قانع اور یک زوجگی پر عامل رہے۔

سب سے اہم اور آخری جہت یہ تھی قبل بعثت کے آخری پندرہ برسوں میں حضرت خدیجہ اور حضرت محمد ہاشمی کا ازدواجی رشتہ وتعلق مثالی خاندان قریش سامنے لاتا ہے۔ معاشی و اقتصادی سرگرمیوں کے ساتھ دونوں نے اپنی سگی اولاد اور ربائب دونوں کی تعلیم وتربیت کی، ان کو علوم وفنون سے آراستہ اور خصائل سے پیراستہ کیا۔ ایک خوشحال بلکہ متمول خاندان کے دوسرے ارکان وشرکاء اور ماتحت پروردہ افراد کی کفالت کی اور اپنے اعزہ واقربا کے ساتھ صلہ رحمی کی اور دوسروں کے ساتھ احسان کیا (۳۷)۔

خصائل نبوی اور صفاتِ طاہرہ

حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ عرب جاہلی کے ایک صالح معاشرے میں پروان چڑھے تھے جس طرح آپ کے معاصر فتیانِ قریش نے بالعموم نشوونما پائی تھی۔ اجمالی طور سے آپ ﷺ کو جامع الصفات اور کامل الخصائل کہا جا سکتا ہے اور کہا بھی گیا ہے۔ بقول شاہ ولی اللہ دہلوی نبوت سے قبل اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو تمام فضائل و اوصاف حمیدہ سے آراستہ اور تمام رذائل ومثالب سے منزہ ومعرا بنا دیتا ہے تا کہ امت کے مخاطبین خاص کر معاصر مخاطبین کردار وسیرت پر حرف گیری نہ کر سکیں۔ لیکن یہ تو

Marfat.com

حضرت شاہ اور دوسرے مفکرین و مومنین کی پس بینی ہے کہ وہ بعد کی سرفرازی رسالت کے آئینہ میں شمائل و خصائل نبوی کا مطالعہ و تجزیہ کر رہے ہیں۔ البتہ وہ تکوینی مشیت و تاریخی زیریں دھاروں کی کارسازی کے عمل و کردار سے حجاب ظاہر اٹھانے کی ایک صحیح کوشش ضرور ہے اور اس کی تصدیق شواہد سے ہوتی ہے۔ خصائل و صفاتِ عالیہ میں آپ ﷺ کی دو صفات الامین والصادق کا بڑا چرچا کیا جاتا ہے حالانکہ وہ عرب جاہلی معاشرے میں دونوں مسلمہ اوصاف کاملین تھے۔ اہم تر بات یہ ہے کہ مرد صالح و فاضل کو الکامل سے بھی اس دور جاہلیت میں موصوف کیا جاتا تھا اور متعدد کاملین بھی تھے اور عادل و عدل اور سخی و مخیرّ بھی تھے۔ حضرت خدیجہ اسدی نے وحی ربانی خاص کر تنزیل قرآنی کے بعد آپ کے خدشاتِ نفس دور کرنے کی خاطر آپ کی صفات عالیہ کا ذکر کیا تھا جو صفاتی پیکر تراشی کی ایک صورت ہے: "كلا والله ما يخزيك الله ابدا، انك لتصل الرحم، وتحمل الكل وتكسب المعدوم، وتقرى الضيف، وتعين علىٰ نوائب الحق"، حدیث بخاری:۳ کی شرح فتح الباری وغیرہ میں آپ کی ان صفات عالیہ پر اور اضافات حسنہ بھی ملتے ہیں اور مزید کا اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ خصائل محمدی کا دائرہ و ظرف وسیع ترین تھا۔ بالکل یہی صفات عالیہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں شیخ قارہ ابن الدغنہ نے حدیث بخاری: ۳۹۰۵ کے مطابق کہے تھے اور ان کے وجود کو قریش مکہ کے لئے مفید اور باعثِ خیر قرار دیا تھا کہ ایسا صاحب صفات و کمالات شخص وطن سے صرف دین و مذہب کے اختلاف کی بنا پر نکالا نہیں جاسکتا اور قریش نے اسے تسلیم کیا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور دوسرے شارحین نے ان دونوں کا ملان عرب اور فتیان قریش کے موازنے میں نکتہ کی بات یہ کہی ہے کہ محمدی خصائل درجہ اکملیت میں تھے۔ آپ کی صلہ رحمی، اقربا و اعزہ سے حسن سلوک، عام لوگوں سے احسان و اکرام، مساکین کے اطعام اور فقراء و درماندہ کی بندہ پروری کی روایات بھی ہیں۔ حسن کلام، لینت فطرت، تحمل و بردباری، خشونت و کدورت سے محفوظیت، خلق عظیم سے مجموعی طور سے آراستگی کی

Marfat.com

شہادت تو کلام الہٰی بھی دیتا ہے۔ اور آپ کے جمال و جلال فطرت و شخصیت اور عظمت و رسوخ کردار اور عبقریت خاص کو آپ کے منصب رسالت کی حقانیت پر بطور دلیل و شاہد لاتا ہے۔ آسمان پر آسمان والا اور زمین پر اہل زمین اور ان میں اپنوں سے زیادہ بیگانے آپ کے اعلیٰ اوصاف اور عظیم و جلیل ترین خصائل کی ہر آن شہادت دیتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ اسدی کی صفات عالیہ، ان کی طہارت و پاکیزگی، کردار و سیرت کی عظمت و سلامت روی اور ان کے حسن سلوک و مروت روایات و احادیث میں بہت ہیں (۴۷)۔

شمائل نبوی ﷺ

بشری خدوخال کا بیان اور حلیہ مبارک کی تفصیل شمائل نبوی کی بنیاد و اساس ہے اور حدیث کی قول و فعل اور تقریر کے بعد چوتھی جہت، پیدائش سے پختہ عمر نبوی تک فطری نشو و نما اور قدرتی قانونِ ارتقاء و تبدل کے مطابق حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ مختلف مراحل حیات سے گزرے تھے۔ ولادتِ باسعادت کے معاً بعد والدہ ماجدہ بی بی آمنہ نے نومولود سعید و ذی شان کا حلیہ مبارک بہت مختصر و غیر واضح بیان کیا جو ماں کی آنکھ کا ممتا بھرا نظارہ ہے۔ آپ کی ولادت مبارکہ کے وقت قابلہ کے فرائض انجام دینے والی خاتون کے مشاہدات بھی شمائل بیانی سے زیادہ خصائص و معجزات کا رنگ مجتہد و عقیدت رکھتے ہیں۔ جد امجد کے اولین دیدار اور دوسری رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے بیانات و شمائل بھی آپ کی علو شان، روشن جبیں اور محبوب شخصیت اور موہنی صورت تک محدود ہیں۔ بچپن سے لڑکپن تک اور جوانی سے پختہ عمری کے متعدد مراحل میں صرف یہ بیان اکثر و بیشتر میں ملتا ہے کہ دوسرے بچوں اور ہم عمروں کے مقابلے میں آپ زیادہ صحت مند اور جمیل تھے۔ اور دوسروں کے مقابلہ میں آپ کی اٹھان اور نشو و نما دوگنی تھی۔ آپ اپنی عمر اصلی سے زیادہ بڑے بلکہ دوگنے نظر آتے تھے اور سب کو خوب بھاتے تھے۔ اصل حلیہ مبارک اور شمائل حمیدہ ایک جوان رعنا اور مرد

Marfat.com

قوی (رجل) کی جون میں بیان کئے گئے ہیں اوران کے وصاف اول آپ کے ربیب گرامی حضرت ہند بن ابی ہالہ تمیمیؓ ہیں۔دوسرے وصاف النبی ﷺ حضرت علی بن ابی طالب ہاشمیؓ ہیں جو آپ ﷺ کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے۔ان دونوں نے بچپن سے اپنی پکی عمروں تک جمال وجلال نبوی کا قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔شمائل و حلیہ بیان کرنا خاصا مشکل کام ہے کہ وہ دیدو دیدار کی نظر، نگاہ کی دقت اور مشاہدہ کی قوت کے ساتھ زبان پر قدرت کا بھی متقاضی ہے۔وصافانِ نبوی ان ضروری صفات اور ذہنی وفکری قوتوں کے ساتھ عربی زبان وادب کے عظیم ترین ادیبوں، خطیبوں اور مزاج شناسوں میں سے تھے۔عمر نبوی تک پہنچتے پہنچتے رسول و نبی کے منصب الوہی سے سرفراز ہونے والے مرد کامل اپنے جسمانی کمال اور استوائے کامل کو پہنچ چکے تھے۔امام ترمذی نے اپنی شمائل النبی ﷺ میں آپ کے بشری خدوخال کی احادیثِ ہند وعلی وغیرہؓ جمع کردی ہیں۔ان میں متعدد رواۃ کرام مدنی دور کے بھی ہیں، لیکن ان کا سرمایہ بیان وحلیہ خالص مکی دور کے عظیم ترین وصافان گرامی کا ہے اور ہجرت مدینہ کے سفر کے دوران ایک منزل پر قیام عارضی کے دوران حضرت ام معبد خزاعی کی طرف منسوب ہے۔اس بدوی خاتونِ ادب وشمائل شناس نے خوبصورت ادبی زبان میں ایک مکی قریشی رجل کامل کا حلیہ ہی بیان کیا تھا۔نعیم صدیقی نے نقوش رسول نمبر کی جلد دوم میں اپنے مضمون عالی میں ان تمام شمائل نگاروں کی روایات واحادیث اوران کے اردو تراجم کچھ اپنی زبان تراش میں اور کچھ دوسرے سحر بیان کے حاملین کرام کی خوبصورت ادبی نگارش میں جمع کردیئے ہیں اوران پر ایک تعارفی دیباچہ لکھ کے ان کی قدرو قیمت بڑھادی ہے(۳۹)۔

سماجی معاملاتِ قوم میں شرکت

قومی امورِ معاشرت ومروت میں شراکت ومعاونت تمام ارکانِ قبیلہ کا فرض منصبی بھی تھا اور خالص عرب قریشی مروءت کا خاصہ قومی۔بڑے قومی اکابر وسادات

Marfat.com

خاص کر بطون قریش کے شیوخ و روساء تمام قومی سماجی معاملات کے علاوہ سیاہ وسفید کے مالک اور اذہان وقلوب پر حکمران تھے۔ان کے افکار و خیالات اور فیصلوں بلکہ پسند و ناپسند کے خلاف دوسرے درجہ کے شیوخ و اکابر قریش مناصب داری کی عظمت کے باوجود نہیں جاسکتے تھے۔عام و خاص نوجوانان قوم، فتیانِ قریش و مکہ، اور تمام دوسرے صاحبان عقل وخرد اپنی قومی قبائلی روایات کی پابندی کے ساتھ حکام اعلیٰ کی مرضی ومنشا کی بھی پاسداری کرتے۔عظیم المرتبت اکابر وعمائد قوم اوران کی پیروی میں منصب داران قریش وشیوخ بطون نوجوانوں کا خاص لحاظ کرتے اوران میں سے ممتاز افراد کی تعظیم و توقیر بھی کرتے تھے۔قریش مکہ کا مشہور عالم اور قابل افتخار وتقلید حلم وکرم پورے سماجی نظام مکہ مکرمہ کی درستی، چابکدستی اور صحت کا ضامن اوراختلاف وفساد کو مانع تھا۔

اس قریشی مکی پس منظر میں حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی قبلِ بعثت دور کی سماجی زندگی اور کارکردگی کا مطالعہ و تجزیہ کرنے سے منظرنامہ واضح ہوتا ہے۔ آپ کی قریشی تجارتی سرگرمیوں میں شراکت اور معاشی واقتصادی نظام میں کارسازی و کارکردگی نے تجارت و کاروبار میں مسابقت و ترقی کرنے کا موقع دیا۔ذاتی خانگی زندگی میں عرب قومی اور دینی و سماجی روایات کے مطابق شادی بیاہ کے تعلقات استوار کرنے اور عائلی زندگی سنوارنے اور خاندان محمدی بنانے کی راہ ہموار کی۔فوجی سرگرمیوں کا زیادہ جوکھم قریش کے مثالی حلم وتحمل کے سبب نہیں اٹھانا پڑا کہ وہ جنگ و جدل اور قتال وغزوہ اورلڑائی بھڑائی کوحتی الامکان ٹالتے اور روکتے تھے۔۵۹۱ء میں جب فجار کی جنگوں کا آخری معرکہ تمام کوششوں کے باوجود پیش ہی آگیا تو قریش نے اپنے حریف قیس عیلان کے خلاف پوری فوجی طاقت جھونک دی۔ویسے بھی قریش مکہ کی سیاسی طاقت، فوجی قوت، حربی تکنیک و صلاحیت، سماجی اتحاد، تجارتی و معاشی دولت اور دینی سیادت سب عرب قبائل تسلیم کرتے تھے۔اس ناگزیر معرکہ جنگ میں آپ ﷺ نے اپنے قومی سالار اعلیٰ حرب بن امیہ اموی کے تحت اپنے خاندانی امیروں کی کمان وسالاری میں جنگ وقتال کا فرض انجام دیا۔وہ محض تیروں کو اٹھا اٹھا

Marfat.com

کر اپنے اعمام کو دینے کا معاملہ یا بادل نخواستہ شرکت کا قضیہ نہ تھا۔ حق وقوم کی حمایت و مدافعت کا فرض تھا جسے دیانتداری سے انجام دیا (۳۹)۔

☆ قریشی حلم وکرم اور نفوس قدسیہ کے عدل وانصاف اور صالح روایات قوم کے ترحم وخیر سگالی کے جذبات نے جوش کھایا تو چند خاندانوں کے اکابر وسادات نے حلف الفضول کا سنہری کارنامہ انجام دیا۔ کمزوروں، بیکسوں، مظلوموں اور غریب الدیار تاجروں کی فریاد رسی واعانت تو قلب محمدی میں جاگزیں تھی۔ آپ کے عم اکبر اور کفیل و مربی زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی کی سعی وجہد مسلسل سے اور عبداللہ بن جدعان تیمی جیسے فیض رساں وعادل مزاج کی بدولت وہ معاہدہ وجود میں آگیا کہ آپ اس میں نہ صرف شریک رہے بلکہ اس کا نفاذ کرنے میں بھی کارنامے انجام دیے، قبل بعثت کے دور میں بھی اور بعد نبوت کے خیر القرون میں بھی اور اس کو مثالی قدم بتاتے تھے۔ شریک خاندانوں کے متعدد نوجوانان قوم جیسے ابوبکر صدیقؓ، آپ کے اعمام گرامی وغیرہ بھی اس قومی معاہدے اور حلفِ خیر وفضول میں شریک ومعاون رہے تھے (۴۰)۔

☆ آپ ﷺ کے احباب واصدقاء میں حضرات ابوبکر صدیقؓ وحکیم بن حزام اسدیؓ اور متعدد دوسرے فتیانِ قریش کے ساتھ ملأ / مجلس قریش کے مناصب دار تھے۔ وہ دار الندوہ کی قومی مجالس میں برابر شرکت کرتے اور قوم و وطن کے مختلف سماجی، تجارتی، معاشی اور دینی ورفاہی معاملات میں معاونت وفلاح کا کام کرتے اگرچہ آپ ﷺ قریشی ملأ کے مناصب میں سے کسی پر فائز نہ تھے کہ آپ کے سن رسیدہ وتجربہ کار اعمام وسادات ان پر موروثی طور سے تعینات تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے سقایہ، رفادہ، حجابہ وغیرہ کے تمام مناصب فلاح وخدمت میں کارگر وموثر تعاون کیا اور ان کی خدمات صالحہ میں اپنی فطری معاونت کا حصہ ڈالا (۴۱)۔

☆ قومی دینی خدمت ومعاونت کا سب سے بڑا، محبوب ترین اور قابل فخر و اعزاز کام بیت اللہ الحرام کی قریشی تعمیر وتزئین تھی جو دوبار پیش آئی۔ پہلی بار جب عمر شریف دس بارہ سال کی تھی۔ ۵۸۲۔۵۸۳ء میں بوسیدہ خانہ کعبہ کی دیواروں کی تعمیر نو

Marfat.com

کا قریشی قومی اکابر نے فیصلہ کیا تو سب نے اس میں شرکت کی۔ قریشی سالمیت، واتحاد و یگانگت کا اندرونی جذبہ اور مدتوں سے اس کی کارفرمائی یہ رہی تھی کہ زیر تعمیر علاقے تمام بطون قریش کے لئے الگ الگ متعین کر دیئے جاتے۔ اکابر و سادات خاندان اپنے نیک و پاک مال سے دیوار سازی اور عمارت طرازی کا کام کرتے اور لڑکے بالے ان کے لئے پتھر اور مٹی ڈھو ڈھو کر لاتے۔ اس پہلی خدمت تعمیر میں آپ ﷺ نے اپنے قریب العمر چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی اور دوسرے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ اپنے شانوں پر اور کپڑوں میں پہاڑ سے پتھر لا کر دیئے (۴۲)۔

☆ دوسری عظیم الشان اور وسیع الجہات تعمیر کعبہ کا موقعہ ۶۰۵ء میں آپ کی بعثت سے پانچ سال قبل پیش آیا جب از سر نو تعمیر کا ڈول ڈالا گیا۔ قریشی اکابر و سادات اور ان کی ملأ اعلیٰ کے فیصلہ کے مطابق پھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ حلال کمائی اور سود وغیرہ سے پاک مال سے اس خانہ الٰہی کی تعمیر کی جائے۔ سب بطونِ قریش اور ان کے عوام و خواص نے خاص کر مالدار طبقات نے سرمایہ فراہم کیا۔ ذکر و روایت ملے نہ ملے قریشی تاجر، صاحب خیر محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ نے اپنا حصہ ڈالا۔ اپنے خاندان بزرگ تر، بنو عبد مناف، کے ساتھ اپنے حصہ تعمیر میں حصہ لیا اور بنیادِ ابراہیم تک کھودنے اور قواعد ابراہیم پر تعمیر کرنے کے تمام مراحل میں کارگر حصہ لیا۔ بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے کا مسئلہ تھا۔ ہر خاندان اس شرف خاص کو حاصل کرنے کے لئے بیتاب اور حکام فیصلہ کرنے سے قاصر تھے۔ روایت ضعیف ہے کہ جنگ و جدال کا خدشہ پیدا ہوا حالانکہ قریشی اکابر حدود حرم میں نہیں تلوار اٹھا سکتے تھے تو مسجد حرام میں کیا اٹھاتے۔ بہر حال اختلاف کا شور و شغف ہوا۔ اس لمحہ نازک میں ایک صاحب بصیرت اور قابل تعظیم سردار نے تجویز رکھی اور منوالی کہ یہ کار عظیم کل صبح تک کے ملتوی کر دیا جائے اور صبح سب اکابر و سادات حرم میں جمع ہوں۔ اور جو شخص نوجوان صبح صادق خاص باب حضرم سے اول اول داخل ہو اس کو حاکم بنایا جائے۔ قضائے الٰہی سے محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ ہی وہ شخص منتظر تھے اور الامین والصادق کو

Marfat.com

حاکم بنانے پر وہ راضی ہو گئے۔ آپ نے جس حکمت و دانش اور متانت و عدالت سے فیصلہ کیا اس پر معمر و تجربہ کار ترین سادات و اکابر قریش اش اش کر اٹھے اور دل سے اسے قبول کر لیا۔ اپنی ردائے مبارک شانوں سے اتاری، اپنے دونوں دست مبارک سے مقدس حجر اسود کو اس کے وسط میں رکھا اور تمام خاندانوں کے سربراہوں اور سرداروں کو ہدایت دی کہ اس کے کونوں کناروں کو پکڑ کر چادر کو مقام نصب تک لے جائیں۔ سب نے اس پر بخوشی عمل کیا اور پھر دروازے کے پاس حجر اسود خود آپ ﷺ نے نصب کر دیا۔ اس واقعہ میں ظاہری واقعات وعوامل کا جتنا ہاتھ نظر آتا ہے اس سے زیادہ تکوینی عوامل اور قدرتی زیریں لہروں کی کارسازی پائی جاتی ہے۔ واقعۂ نصبِ حجر اسود کا اثر اور قریشی اکابر و سادات میں محمدی مرتبت و منزلت کی تاثیر اور حکمت و فراست کا قلوب واذہان پر سکہ کس قدر جم گیا تھا اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے (۴۳)۔

☆ قبل بعثت کے دور کارگزاری و خدمت کاری کے محض اتنے ہی واقعات و حوادث نہ تھے، یہ تو چند متفرق واقعات و پراگندہ روایات ہیں۔ دوسرے سماجی معاملات قومی میں آپ کی شرکت مسلسل و تواتر تھی اور قومی خدمت و فلاح کے تمام کاموں میں نہ صرف پیہم تھی بلکہ قائدانہ بھی تھی۔ مختلف واقعات معاشرت میں آپ ﷺ کی شرکت کا ذکر روایات واخبار میں ملتا ہے یا آپ ﷺ کے احباب واعزہ کا ان سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آپ بھی شریک تھے۔ مثلاً حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدی سے آپ کی شادی اور نکاح کے کھانے اور دعوت میں اعمام کے علاوہ حضرت ورقہ بن نوفل اسدی، ابوبکر صدیق، حکیم بن حزام اور بعض دوسرے اقاربِ طاہرہ کا ذکر صراحت کے ساتھ اور اکابر قریش و مکہ کا عمومی طور سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ نے ولیمہ بھی کیا تھا۔ اقارب داعزہ اور احباب واصدقاء کی شادیوں میں شرکت ایک سماجی قومی روایت تھی اور نکاح و ولیمہ اور دوسری تقریبات مسرت کا اہتمام بھی مسلمات میں سے ہے۔ عزیزوں اور دوستوں اور پڑوسیوں کے گھروں میں کھانا، گوشت کے پارچے اور دوسرے ہدایا بھیجنے کا عام رواج تھا اور آپ حضرت خدیجہؓ کی

Marfat.com

بہنوں اور سہیلیوں کے گھروں میں گوشت ضرور بھیجتے تھے (۴۴)۔

☆ مواقع غم واندوہ اور ان سے وابستہ مراسم سماجی میں شرکت و امانت اور دلداری و دلدہی صرف معاشرتی قدر نہ تھی بلکہ انسانی و دینی روایت بھی تھی۔ حضرت شاہؒ کے بقول وہ ان کی سنت موکدہ تھی اور ان میں شرکت نہ کرنا ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا اور ان کا روایتی محبت کے انداز میں اہتمام کرنا مقبول تھا۔ سلسلہ مرض و بیماری کے دوران تیمارداری اور خدمت گزاری ہمیشہ سے ایک انسانی روایت رہی ہے اور عیادت و بیمار پرسی تو دین حنفی کی مسلمہ قدر تھی۔ سلسلہ حیات ٹوٹ جانے پر تجہیز و تکفین، جنازے میں مشایعت اور تدفین میں شرکت مسلمہ سماجی اور دینی قدریں تھیں اور تمام لوگ ان کی پاسداری کرتے تھے۔ جدامجد کی وفات پر آپ کی غمگساری اور مشایعت وغیرہ کا ذکر ملتا ہے اور قبور بزرگان کی زیارت و دعا کا بھی۔ یثرب کے سفر میں آپ نے قبر والد ماجد کی زیارت کی تھی۔ غمزدہ خاندان میت کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا ایک سماجی اور دینی طریقہ محبت یہ تھا کہ اعزہ واقارب اور پڑوسی ان کے لئے کھانا پکوا کر بھیجتے تھے (۴۵)۔

دینی اعمال واشغال

صرف ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ یا ایک دو روایات سیرت کی بنا پر یہ نتیجہ نکال لیا گیا کہ بعثت کے زمانے کے قریب آنے پر آپ کی عزلت گزینی بڑھ گئی۔ غار حراء میں بالخصوص ماہ رمضان میں آپ زاد فقر لے کر وہاں جاتے اور جوار و عبادت کرتے اور خلوت گزینی میں وقت گزارتے اور اس میں انہماک بڑھتا ہی رہا۔ غار حراء کا جوار واعتکاف یا دوسرے مقامات عزلت میں عبادت گزاری دراصل دین حنفی کے طریقہ تحنث اور سنت تحنف کے وسیع تر مراسم کا ایک حصہ تھا۔ اکابر مکہ اور سادات قریش کے ساتھ عوام وخواص، طبقات کے طبقات اور افراد تحنث کے اس حصہ کے عادی تھے اور اسے جدامجد ابراہیمؑ کی سنت جان کر محبوب رکھتے۔ روایات کے

Marfat.com

مطابق غار حراء میں جوار واعتکاف رمضان کا سلسلہ آپ کے دادا عبدالمطلب ہاشمی نے شروع کیا اور ان کے بعد ان کے خاندان کے دوسرے اکابر نے اسے جاری رکھا۔ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ قبل بعثت کے دور میں اپنی ہوشمندی کی عمر مبارک سے سنت وطریقہ ابراہیمی کے خوگر اور دادا کے ورثہ تحنث کے امین بن گئے تھے۔ اس کا معروف ومقبول طریقہ یہ تھا کہ آپ غار حراء میں خلوت گزینی کے لئے جانے سے قبل بیت اللہ کا طواف کرتے، مساکین کو صدقہ دیتے اور کھانا کھلاتے غار حراء میں جوار و اعتکاف کے دوران تسبیح وتقدیس ربانی، مراقبہ روحانی اور عبادت الٰہی کرتے، یہ تسبیح و تقدیس وعبادت گزاری کی مصروف صورتیں تھیں۔ جوار کے خاتمہ پر پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے، صدقہ و خیرات بانٹتے اور مساکین وغرباء، بیکسوں اور فقیروں اور ضرورتمندوں کی حاجت روائی کرتے پھر گھر تشریف لے جاتے۔

☆ جاہلی تحنث کے عمل وطریقہ میں بیت اللہ کا روزانہ کا طواف ایک سنت موکدہ تھی، کام پر جانے اور مشغلہ سے فراغت پر طواف کرنا عام رواج تھا۔ اجر وثواب کی نیت سے روزانہ طواف کرنا بھی عرب معمول تحنث تھا اور آپ نے اس پورے دور میں اس پر متواتر عمل کیا۔

☆ عمرہ وحج مناسک ابراہیمی کی محبوب ترین وراثت تھی اور اس دور میں آپ نے متعدد عمرے کئے اور بعثت سے قبل تین چار حج کرنے اور قریش کے طریقہ حمس کے برخلاف اور دین ابراہیمی کے طریق صحیح کے مطابق عرفات کا وقوف کرنے کی روایات و احادیث بخاری وبیہقی وغیرہ میں موجود ہیں۔ ابن الجوزی جیسے سیرت نگاروں کا تو ایقان ہے کہ آپ نے قبل بعثت مسلسل حج وعمرہ کے فرض وسنت کو ادا کیا تھا اور وہ تعداد میں بہت تھے۔

☆ قریش وعرب حنفاء کے ہاں نماز/صلوٰۃ معروف دینی فریضہ تھا اور وہ صبح، چاشت کی نماز ادا کرتے تھے اور آپ بھی اسے حرم میں ادا فرمایا کرتے۔

☆ روزہ وصیام کے بارے میں صراحت سے ملتا ہے کہ آپ قریش مکہ کے

Marfat.com

ساتھ عاشوراء کے روزے رکھتے تھے اور دوسرے ایام کے روزوں کا بھی اہتمام کرتے تھے۔

☆ صدقہ وزکوٰۃ، خیرات ومبرات، غلاموں کو آزاد کرنا (عتق)، مساکین و فقراء کی حاجت روائی اور امداد خاص کر کھانا کھلانا تحنث کے اہم ترین اعمال تھے۔ آپ ﷺ کے خصائل حمیدہ کے بیان میں حضرت خدیجہؓ کی زبان صدق بیان سے اور تحنث وجوار کی روایات کی شہادت واقعہ سے ان اعمال کی بجا آوری کا ذکر وثبوت ملتا ہے۔

☆ دوسرے اعمال حسنہ اور اشغال حمیدہ اور سنن موکدہ کا باب بہت وسیع ہے اور قبل بعثت کے دور میں آپ کی ان پر عمل آوری آپکی کی صالحیت کی دلیل تھی (۴۶)۔

قبل بعثت اعمال نبوی کی تشریعی حیثیت

عام روایتی مؤلفین سیرت بعثت سے قبل اعمال و اشغال نبوی کی دینی و تشریعی منزلت ومرتبت سے کم بحث کرتے ہیں کہ ان کے اذہان صاف نہیں ہیں۔ محققین ومفکرینِ سیرت واسلام نے قبلِ بعثت اور بعد نبوت کے مقام ومرتبہ محمدی کے حوالے سے ان کے مابین رشتہ وارتباط کا سراغ لگایا ہے مگر ذرا کم کم۔ قدیم امامانِ سیرت وحدیث نے البتہ قبل بعثت کے معاملات وواقعات واحوال وظروف اور شخصی اعمال واقدامات نبوی کی تشریعی اور دینی منزلت اجاگر کی ہے۔ ان میں امام بخاریؒ سر فہرست ہیں اور مختلف اعمال نبوی اور واقعات سیرت کو سنن واحکام اسلام کا درجہ دیتے ہیں اور ان سے استدلال واستشہاد کرتے ہیں۔ عام خیال علماء واہلِ قلم کہ اس دور قبل نبوت میں شریعت ہی نہ تھی لہٰذا ان اعمال وواقعات کی دینی، قانونی اور تشریعی حیثیت نہ تھی سوءِ فہم بھی ہے اور سوءِ اذہان بھی۔ امام سیرت ابن اسحاق اور امام حدیث بخاری اور دوسرے جلیل القدر محدثین اور سیرت نگاروں نے توفیق الٰہی یا خاص ہدایت ربانی کے تحت ان کی تشریعی قدر وقیمت متعین کی ہے۔

☆ اولین قریشی تعمیر کے وقت حدیث بخاری: ۳۸۲۹ میں ازار نہ اتارنے کی

Marfat.com

ہدایت ربانی سے امام گرامی قدر نے نہ صرف عریاں ہونے سے بچنے کی قدرِ حیا و شرافت کا اثبات کیا ہے بلکہ مزید دو احکام پر اس سے استدلال واستشہاد کیا ہے: اول طواف عریاں نہ کیا جائے جیسا کہ اکابر قریش نے اس کا جزوی رواج ڈالا تھا۔ دوم نماز میں عریانی سے بچا جائے کہ ستر شرط صحتِ صلوٰۃ ہے۔

☆ وقوف عرفات کی توفیق الٰہی کا خاص طور سے ذکر امام ابن اسحاق نے کیا ہے کہ آپ نے قریش کے حمسی طریقہ تجاوز کے برخلاف قبل بعثت حج میں عرفات میں وقوف کیا۔ حدیث بخاری: ۱۶۶۴ اور حدیث مسلم وتفسیر ابن کثیر وغیرہ میں حضرت جبیر بن مطعم بن عدی نوفلی نے وغیرہ کی یکساں اور زیادہ واضح احادیث میں اس کی تفصیل بھی ہے۔

☆ خصالِ فطرت کو سنن انبیاء بھی قرار دیا گیا ہے جس سے تسلسل احکام وسنن کا واقعہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ قبل بعثت کے اعمال وسنن نبوی میں شامل تھے۔

☆ قدیم وقائع نگار محمد بن حبیب بغدادی اور بعض دوسرے محققین واہل سیرت و حدیث نے لکھا ہے کہ دین حنیفی کی صالح روایات واحکام کی پاسداری اور قریشی عرب انحرافات وتجاوزات و بدعات سے احتراز واجتناب اسی خاص حفاظت الٰہی کے سبب تھے۔ حج وعمرہ اور اس کے مراسم میں اصلاحات بھی اسی توفیق خاص کے سبب ملی۔ اسی طرح ماکولات ومشروبات اور دوسرے معاملات میں حلال وحرام کی تمیز بھی اسی خاص تکوینی نظام کی وجہ سے تھی۔ ان کی تشریعی وقانونی اہمیت بھی تسلیم کی گئی ہے۔

☆ نکاحِ حضرت خدیجہؓ پر اسلامی نکاح کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس کے متعلق تمام مراسم کو سننِ صحیحہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ متعدد دوسرے معاشرتی معاملات کا بھی وہی درجہ ہے (۴۷)۔

بعثت سے قبل حفاظت نبوی

قدیم وجدید مولفینِ سیرت اور محققین فن کو تو یہ حقیقت تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے اپنے ہونے والے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی خاص حفاظت کا تکوینی انتظام کیا تھا۔ امام ابن اسحاق جیسے متقدمین نے اسے توفیق الٰہی کا نام دیا ہے اور اسی کو بیشتر اہل علم وسیرت نے قبول کرلیا ہے جیسے شبلی وغیرہ جدید محققین سیرت نے لکھا ہے۔ کتبِ سیرت میں قدیم رواۃ کی ان روایات واخبار کو جمع کر دیا جاتا ہے جن میں شرک اور مراسمِ شرک سے آپ کے قبل بعثت کے دور میں اجتناب وتنفر کا ذکر ملتا ہے۔ شبلی جیسے حقیقت بین سیرت نگاروں نے اس پر یہ خوبصورت اور قرار واقعی اضافہ کیا ہے کہ آپ کو ان مشاغل سے بھی محفوظ کیا گیا تھا تو جو آپ کی شان سے فروتر تھے۔ اس کے باوجود نبوی عصمت جیسی حفاظتِ الٰہی کا تصور ونظریہ اور اظہار واعلان ان کی تحقیقات و نگارشات میں نہیں پایا جاتا کہ آپ کلی طور سے ارتکابات سے محفوظ ومعصوم تھے۔ بلاشبہ بعثت سے قبل کی حفاظت نبوی کو عصمت نبوی کا مقام مقدس ومحقق نہیں دیا جاسکتا، لیکن وہ اسی کا غیر اعلانیہ جزو یا تکوینی نظامِ حفاظت تھا اور جوہر عصمت بھی تھا۔ صنم پرستی، شرک کی دوسری مراسم، بتوں اور بت کدوں سے اجتناب، گانے بجانے کی محفلوں سے حفاظت، اولین قریشی تعمیر کعبہ کے وقت عریانی سے حفاظت، غیر ذبیحہ اور بتوں کے نام پر قربان کیے گئے جانوروں کے گوشت سے پرہیز، دوسرے حرام ومشتبہ کھانوں پینوں سے نفرت، شراب نوشی اور بدحالی وبے حیائی سے کامل بچاؤ وغیرہ سے آپ کی قبلِ بعثت کی زندگی عبارت رہی اور نہ صرف محفوظ ومامون رہی بلکہ ان تمام حرام ومکروہ اور مشتبہ معاملات کے بالمقابل آپ کو حلال وطیب کی توفیق ارزانی ہوئی۔ اس توفیقِ خاص اور حفاظت تکوینی کی اندرونی لہروں اور غیر مرئی دھاروں اور الٰہی تدبیروں اور الہاموں نے ہی تو اس زرہ پاکدامنی کو حفاظت بشکل عصمت کا درجہ دیا تھا۔

☆ لڑکپن میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر میں تربیت وپرورش کے دوران اور مکہ مکرمہ میں اولین تعمیر کعبہ کے زمانے میں آپ نے چچا کے مشورے پر ازار کھول کر شانوں پر رکھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ کسی ان جان شخص نے دھکا دیا اور ہدایت کی کہ عریانی سے بچیں اور ظاہری طور سے آپ پر غشی سی طاری ہوگئی۔ اسی عالم بے خبری میں

Marfat.com

ہدایت دی گئی۔

☆ بوانہ کے بت کے قریب جانے سے اسی طرح غیر مرئی شخص نے دھکا دے کر اور ندائے غیب کے ذریعہ روکا اور آپ عالم وحشت و حیرانی میں وہاں سے نکل گئے۔

حفاظتِ الٰہی اور صیانت تکوینی کے تمام مذکورہ بالا طریقوں میں الہام و القاء، ندائے غیب و ہاتف، رجال غیب، ملائکہ کی ہدایات و دخل اندازی نیند و بے خبری کا طاری ہونا، بیہوشی اور عالم اضطراب میں گر جانا، ظاہری بصارت کا بیکار اور اندرونی آنکھوں کا کھل جانا اور شق صدر کے واقعہ میں خاص حضرت جبریلؑ کی تطہیر قلب و اندرون کی کارسازی کا اثبات احادیث و روایات میں کیا گیا ہے۔ خاص عصمت نبوی بعد از نبوت میں بھی یہی طریقے تھے اور ان پر وحی الٰہی کی اضافت یقینی وظاہری تھی (۴۸)۔

Marfat.com

حواشی

۲۱- قدیم مصادر سیرت وحدیث میں بھی اور جدید نگارشات میں بھی بالعموم قبل بعثت محمدی ﷺ کے دور کو قبل اسلام کا عہد کہا جاتا ہے۔ وہ اسلام کے تسلسل وتواتر کی حقیقت سے نابلد رہ جانے کا شاخسانہ ہے یا غلط العوام اور مغربی مورخین کے پروپگنڈے سے اثر پذیری کا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

شبلی، سیرۃ النبی کی جلد اول کی فہرستِ عناوین: ۱/۲: تاریخ عرب قبل اسلام ۱/ ۲۰۸:...جو زمانہ اسلام سے پہلے بت پرستی ترک کر چکے تھے (تذکرہ حضرت زید بن عمروؓ) وغیرہ۔ شبلی واحد مؤلف سیرت نہیں ہیں، دوسروں نے بھی یہ تعبیر اختیار کی ہے اور مسلسل جاری ہے۔ اس پر ایک تحقیقی مقالہ مرتب کیا جا رہا ہے۔

۲۲- ابن اسحاق/ ابن ہشام، حمدی طباعت، ۱/۱۳: ذکر سرد النسب الزکی الخ؛ بخاری/ فتح الباری، ۷/۲۰۴؛ شبلی، ۱/ ۱۶۰-۱۶۲ نیز دیگر کتب سیرت وحدیث۔

۲۳- ابن اسحاق ۱/ ۱۰۹؛ "ولد رسول الله ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرة لیلة خلت من شهر ربیع الاول عام الفیل"؛ شبلی ۱/ ۱۷۰-۱۷۱: محمود فلکی کے دلایل ریاضی سے ثابت تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۹ ربیع الاول قبول کی ہے۔ بحث کے لیے مقالہ خاکسار:

"دوشنبہ-۱۲ ربیع الاول- حیات نبوی کا انقلاب آخریں مرحلہ"، معارف اعظم گڑھ، اپریل ۲۰۰۶ء۔ مدیر معارف نے اس پر بھی تنقیدی نوٹ لگایا ہے کہ شبلی کے خیال سے اختلاف کیوں کیا؟

۲۴- ابن سعد، ۱/ ۴۵-۴۶ نے صرف حمل کی خفت اور آپ کے تسمیہ احمد کی روایات دی ہیں اور شر

Marfat.com

حاسد وغیرہ سے حفاظت کے لیے حلقہ حدید آویزاں کرنے کا ذکر کیا ہے؛ ابن اسحاق ۱/۱۰۹ نے یثرب کے ایک اطمہ (گڑھی) سے ایک یہودی کے ستارہ احمد ﷺ کے طلوع ہونے کی خبر دی ہے، اور باقی معجزات وکرامات وآیات کا ذکر نہیں کیا، دوسروں نے کیا ہے؛ ادریس کاندھلوی، ۱/۵۱-۶۰ نے ان تمام روایات کو خوب قبول کیا ہے؛ شبلی، ۱/۱۷۰ اور سلیمان ندوی ۳/۳۵۷ و مابعد نے ان کو مسترد کر کے ان کے دلائل دیے ہیں؛ کاندھلوی نے روایتی نقد میں شبلی کو مورد طعن بنایا ہے۔

۲۵- بحث کے لیے مودودی، سیرت سرور عالم، ۲/۹۴-۹۵ نے بہر حال نور اور محلات بصریٰ وغیرہ کی روایات کو معتبر سمجھ کر بیان کیا ہے البتہ آپ کی ذات والاقدس کی ہی نبی آخر الزماں ﷺ کی قطعی شناخت وذاتی تشخیص کو تسلیم نہیں کیا؛ سید سلیمان ندوی، ۳/۳۷-۵۵۷ و مابعد نے ولادت کے وقت معجزات وآیات کو مشہور عام دلائل نبوت قرار دے کر ان کا ضعف و وضع واضح کیا ہے۔

۲۶- ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۱۰۹-۱۱۲ و مابعد، نیز دیگر کتب سیرت وحدیث؛ مفصل بحث کے لیے کتاب خاکسار، ''عبدالمطلب ہاشمی- رسول اکرم ﷺ کے دادا'' کا باب متعلقہ: کفالت نبوی پر بحث میں روایات واحادیث اور دلائل دیے گئے ہیں۔

۲۷- ابن ہشام، ۱/۱۷۲؛ سہیلی، ۱/۱۲۶-۱۵۱؛ ابن سعد، ۱/۱۰۰-۱۰۳؛ بلاذری، ۱/۹۲-۹۳؛ طبری، تاریخ، ۲/۲۴۶ وغیرہ دیگر مآخذ سیرت جن کا ذکر عبدالمطلب ہاشمی ... میں ہے: ۷۰-۷۲۔

۲۸- ابن ہشام، ۱/۱۷۲ و مابعد؛ بعض اماماں سیرت نے حضرت ثویبہ اسلمیہؓ کی رضاعت کا ذکر نہیں کیا مگر اماماں حدیث نے اس کی متعدد احادیث دی ہیں، بخاری حدیث ۵۱۰۰؛ فتح الباری ۹/۱۷۵-۱۷۸؛ بحث کے لیے کتاب خاکسار ''رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں''، مکتبہ التفہیم مئوناتھ بھنجن ۲۰۱۱ء؛ کتاب سرائے لاہور ۲۰۱۲ء؛ بحث رضاعت ثویبہؓ ۲۵-۳۸ و مابعد؛ مصادر ہیں: یعقوبی، ۲/۱۰؛ ابن سعد، ۱/۱۱۰-۱۱۲؛ بلاذری، ۱/۹۲-۹۳؛ ابن کثیر، ۲/۲۷۳-۲۷۵۔

Marfat.com

۲۹- مذکورہ بالا مصادر کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کی رضاعی مائیں: رضاعت حلیمہ سعدیہؓ کی بحث؛ قریش مکہ اور ثقیف طائف کے تعلقات پر خاکسار کی تازہ کتاب اسی عنوان سے اردو وفاقی یونیورسٹی کراچی نے ۲۰۱۵ء چھاپی ہے۔

۳۰- اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو: مودودی ،۲/ ۹۷ نیز حاشیہ مؤلف؛ سید سلیمان ندوی ا، ۳/ ۴۸۴-۵۰۴: شق صدر یا شرح کے بڑے عنوان کے تحت سید موصوف نے اس پر بحث کی ہے۔ شق صدر کی روایات کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس کے صرف ایک دفعہ بچپن میں ہونے کے قائل ہیں اور قاضی عیاض وغیرہ کے دلائل کا ذکر کیا ہے اور کئی بار کی روایتوں کا ضعف بیان کیا ہے۔ وہ شق صدر کی بجائے اسے شرح صدر سمجھتے ہیں جیسا کہ سورہ انشراح میں ہے لیکن ان کا یہ خیال صحیح احادیث اور اجماع امت کے خلاف ہے اور تاویل طریقت وصوفیہ کے مطابق ہے۔

۳۱- ابن ہشام، ۱/ ۱۶۴-۱۶۵؛ سہیلی، ۲/ ۱۶۸-۱۷۸؛ فتح الباری، ۷/ ۲۵۲-۲۵۷ و مابعد؛ طبری، ۲/ ۱۶۰-۱۶۳؛ حلبی، ۱/ ۹۶-۹۹ نیز مسلم وغیرہ؛ رضاعی مائیں: ۱۲۵-۱۲۸۔

۳۲- بحث کے لیے عبدالمطلب ہاشمی...۷۳-۷۹: مصادر اصلی ہیں: ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۱/ ۱۷۹-۱۸۰؛ سہیلی، ۲/ ۱۸۱-۱۸۴؛ ابن سعد، ۱/ ۱۱۶-۱۱۷؛ بلاذری، ۱/ ۹۴؛ ابن کثیر، ۲/ ۲۷۷-۲۸۲؛ حلبی، ۱/ ۱۱۲؛ یعقوبی، ۲/ ۱۰۔

۳۳- کفالت نبوی کی وصیت عبدالمطلب پر خاکسار کا مقالہ ملاحظہ ہو: تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری-مارچ ۲۰۰۳ء جس میں بدلائل یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عبدالمطلب نے ابو طالب کو کفالت کی وصیت نہ کی تھی۔ ابن اسحاق ۱/ ۱۹۳ نے اسے ضعیف (فیما یزعمون) کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ دوسرے تمام جانبدار سیرت نگاروں نے زبیر بن عبدالمطلب ہاشمی کے حقیقی چچا اور جانشین پدر ہونے کی حقیقت نہیں بیان کی۔ اور اس وصیت کے ضمن میں اسے ظاہر نہیں کیا اور ابو طالب کے عم حقیقی ہونے پر یک طرفہ زور دیا ہے اور اسے جدید سیرت نگاروں نے بھی قبول کر لیا۔ مزید بحث کے لیے ''عم نبوی زبیر بن عبدالمطلب اور سیرت نبوی''، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی-ستمبر ۱۹۹۶ء؛ ''حضرت ام ایمنؓ۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کی انا''، معارف اعظم گڑھ، فروری مارچ ۲۰۰۳ء عبدالمطلب ہاشمی...
۷۹-۸۰: مصادر اصلی میں تمام مذکورہ بالا کتب سیرت شامل ہیں۔ وفات عبدالمطلب کے لیے مزید ۸۲-۸۶ بحوالہ خاص سہیلی، ۲/۱۸۸؛ بلاذری، ۱/۸۴؛ ابن سعد، ۱/ ۱۱۸-۱۱۹؛ ابن کثیر، ۲/۲۸۲؛ حلبی، ۱/۱۲۲-۱۱۳؛ ابن کثیر، ۲/ ۱۵۔

۳۴- ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۱۱۳؛ بخاری، ۴/۳۴۹ و دیگر مصادر جیسے ابن سعد، ۱/ ۵۹-۶۰۔

۳۵- عم نبوی زبیر بن عبدالمطلب پر مقالہ مذکورہ بالا نیز ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۱۲۱ و مابعد۔

۳۶- مذکورہ بالا کے علاوہ ابن سعد، ۱/ ۵۶، ۶۱ و مابعد اور ذیل میں حضرت خدیجہؓ کے متعلق حوالے و مصادر؛ نیز ملاحظہ ہو: تازہ کتاب خاکسار ''رسول اکرم ﷺ کے صحابی حضرت حکیم حزامؓ (زیر طبع)

۳۷- ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/ ۱۲۵-۱۲۷؛ سہیلی، ۲/ ۳۲۲ و مابعد؛ ابن سعد، ۱/ ۶۲-۶۳؛ بخاری / فتح الباری، ۷/ ۱۶۶ و مابعد: حدیث تزویج النبی ﷺ خدیجۃؓ اور کتاب المناقب میں ان کی فضیلت و مناقب کا باب؛ ابن سعد، ۸/ ۲۶۸: ازواج مطہرات کے تذکرہ میں حضرت طاہرہؓ کا باب؛ بلاذری و ابن کثیر وغیرہ کے متعلقہ ابواب؛ بخاری/ فتح الباری، ۱/ ۲۹-۳۵ و مابعد: حدیث حضرت عائشہؓ: بدء الوحی۔

۳۸- شمائل ترمذی میں احادیث حضرت ہند بن ابی ہالہ تمیمیؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ وغیرہ؛ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/ ۳۴: علی یصف الرسول ﷺ روایت ابن ہشام، ابن سعد، ۱/ ۱۱۱: حضرت ام معبدؓ کی توصیف شمائل؛ ۱/ ۱۸۲ و مابعد۔

۳۹- قریشی اکابر و شیوخ کے درجات و مراتب کا ذکر تمام مصادر سیرت و حدیث میں ملتا ہے۔ ان میں ابواحیحہ سعید بن العاص اموی، ولید بن مغیرہ مخزومی، عاص بن وائل سہمی، عتبہ بن ربیعہ عبشمی اور ان کے برادر اکبر شیبہ عبشمی، مطعم بن عدی نوفلی جیسے سادات بطون قریش کے سرخیل تھے۔ ان کے اثرات و غلبہ کا ایسا عالم تھا کہ سب سر تسلیم خم کرتے تھے۔ جنگ فجار کے قائد قریش حرب بن امیہ اموی اپنے منصب قیادہ کے علاوہ دوسرے اوصاف کے بھی حامل تھے اور سرخیل اکابر میں شمار ہوتے تھے۔ اس جنگ کے لیے ملاحظہ ہو: ابن اسحاق/ ابن ہشام،

Marfat.com

۱/۱۲۳-۱۲۵؛ ابن سعد ۱/ ۶۰-۶۱۔

جدید اردو سیرت نگاروں میں شبلی، ۱/ ۱۸۱-۱۸۲ نے ابن ہشام اور سہیلی کے حوالے سے یہ نکتہ ابھارا ہے کہ آپ نے شرکت ضرور کی مگر کسی پر ہاتھ اٹھایا اور نہ جنگ کی۔ کاندھلوی، ۱/ ۹۳-۹۴ نے بھی علامہ سہیلی کا وہی اقتباس نقل کیا ہے جو شبلی نے کیا ہے اور اصرار کیا ہے کہ ''اپنے بعض چچاؤں کے اصرار سے شریک ہوئے مگر قتال نہیں فرمایا''۔ یہ جدید مسلم اور اردو سیرت نگاروں کا ایک راہبانہ رجحان ہے جس کے تحت وہ آپ کے قتال و جنگ سے گریز کا عذر تراشتے ہیں اور بعد میں غزوات میں بھی یہی رجحان یا تصویر پیش کرتے ہیں؛ مزید ملاحظہ ہو: حکیم محمود احمد ظفر، سیرت خاتم النبیین ﷺ، تخلیقات لاہور ۲۰۱۰ء، ۱۵۰-۱۵۲؛ انھوں نے لکھا ہے کہ ''نہ صرف تصادم و جنگ میں شریک ہونے سے محفوظ رکھا بلکہ اپنے چچاؤں کو دشمنوں کے تیروں سے بچانا تھا...''۔

۴۰- حلف الفضول میں شرکت کے لیے: ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۱/ ۹۳ و مابعد؛ ابن سعد، ۱/ ۶۱؛ ابن ہشام/ ابن اسحاق نے اسی حلف الفضول کے ساتھ اموی خلافت کے زمانے کے ایک تنازعہ کو جوڑ دیا ہے جس کے مطابق حضرت حسینؓ بن علیؓ نے ولید بن عتبہ امویؓ امیر مدینہ کو اسی حلف کے حوالے سے جنگ کی تہدید کی تھی، حالانکہ وہ رقابت اموی کا افسانہ ہے۔

شبلی، ۱/ ۱۸۲-۱۸۳؛ کاندھلوی، ۱/ ۹۴ نے اسے جنگ فجار سے واپسی پر جنگ و قتال کے خلاف معاہدہ قرار دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ وہ مظلوموں کی دادرسی کا معاہدہ تھا اور وہ جنگ فجار کے پندرہ سال بعد پیش آیا تھا جب آپ کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی، کاندھلوی نے شبلی کا خیال لے کر اس پر بعض تفصیلات کا اضافہ کیا ہے۔ واقدی کی دو روایات سے جو اضافہ کیا ہے اس میں حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ کی روایت ہے کہ حرب فجار سے واپسی پر حلف الفضول کا انعقاد ہوا جبکہ آپ کی عمر بیس سال کی تھی اور جنگ فجار شوال میں ہوئی اور اس کے ایک ماہ کے اندر ذوالقعدہ میں حلف الفضول ہوئی اور حضرت جبیر بن مطعم نوفلی کی روایت سے آپ کی شرکت اور تحسین و توصیف حلف الفضول کی حدیث ہے۔

مودودی، ۲/ ۱۰۹-۱۱۱ نے بھی ان دونوں واقعات میں ترتیب وار آپ کی بیس سال کی عمر کے

Marfat.com

زمانے میں ہونے کی روایاتِ ابن ہشام وابن سعد پر اکتفا کیا ہے۔ یہی بیانات دوسرے جدید سیرت نگاروں کے بھی ہیں۔

۴۱- مناصب قریش کی جدول ملاحظہ ہو، ازرقی، ابن اسحاق، ابن ہشام کے علاوہ شبلی ۱/۲۱۱-۲۱۳۔

۴۲- بخاری/ فتح الباری، ۷/۱۸۴-۱۸۵: حدیث ۳۸۲۹ میں آپ کے لڑکپن کے زمانے کی تعمیر کا اولین مرحلہ بیان کیا ہے جس میں آپ نے ازار اتارنے کا ارادہ کیا تھا۔

۴۳- ابن اسحاق /ابن ہشام، ۱/ ۱۲۸-۱۳۰؛ ابن سعد، ۱/ ۶۹-۷۰؛ بخاری / فتح الباری، ۷/۱۸۴-۱۸۵:بنیان الکعبة۔

۴۴- بخاری، کتاب الهدیة؛ فتح الباری، ۵/۲۵۹ وغیرہ۔ حضرت خدیجہؓ کی صواحب اور سہیلیوں اور رشتہ داروں کے لیے ہدیہ طعام کی سنت نبوی مستقل تھی اور وہ صرف گوشت اور بکری ذبح کرنے تک محدود نہ تھی، مختلف قسم ہدایا بھیجتے تھے۔ احادیث بخاری: ۳۸۱۶-۳۸۱۸ اور متعدد اطراف؛ وہ ان کی زندگی میں بھی بھیجے جاتے تھے۔ تفصیل کے لیے عہد نبوی کا تمدن، ۲۳۲-۲۳۳۔

۴۵- عام روایات واحادیث سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ مدنی دور کی اور خاص مدینہ منورہ کی سنت و روایت تھی۔ مکی دور اور دوسرے عرب علاقوں کے بارے میں روایات واخبار کا فقدان ہے لیکن اس سے عرب سنت کی نفی نہیں ہوتی۔ بخاری حدیث حضرت عائشہؓ: ۵۴۱۷؛ فتح الباری، ۹/۱۸۱ و مابعد اور دوسرے اطراف سے اور روایتِ بلاذری، ۱/۲۱۱ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عربوں کی اور خاص کر قریش مکہ کی ایک مسلمہ سماجی روایت تھی اور تمام اعزہ و اقارب اور احباب اپنے عزیزوں کے غم کدوں میں تعزیتی یا پرسے کے کھانے بھیجتے تھے؛ نیز عہد نبوی کا تمدن، غمی کے کھانے، ۲۱۴-۲۱۵۔

۴۶- بحث کے لیے مقالہ خاکسار "عہد جاہلی مکی میں تحنث کی اسلامی روایت"، جہات الاسلام لاہور، جولائی-دسمبر شمارہ ۲۰۰۷ء: مصادر ہیں: بخاری/ فتح الباری، ۳/۳۸۰ ومابعد؛ ۴/۵۱۹ ومابعد؛ ۵/۲۰۸-۲۰۹ وغیرہ؛ ابن اسحاق، ۱/۲۵۳؛ سہیلی، ۲/۳۸۰ ومابعد؛ حجۃ اللہ البالغہ، مذکورہ بالا باب حال اہل جاہلیت وغیرہ۔

Marfat.com

۴۷- مقالہ خاکسار ''قبل بعثت اعمال وسنن نبوی کی دینی حیثیت'' معارف اعظم گڑھ، جون ۲۰۰۹ء جس کے اہم مصادر ہیں: بخاری/فتح الباری، ۷/۱۶۶- ۲۰۳: احادیث خاص : ۳۸۱۵-۳۸۲۱، ۵۲۲۹، ۶۰۰۴، ۷۴۸۴، ۷۴۹۷؛ تعمیر کعبہ اول کے واقعہ ازار کے لیے: حدیث بخاری: ۳۸۲۹ اور بخاری کے ابواب: ایام الجاھلیة، بنیان الکعبة، تزویج النبی ﷺ خدیجةؓ، وغیرہ کے بیشتر ابواب کی احادیث۔

۴۸- مقالہ خاکسار ''بعثت سے قبل عصمت نبوی'' جہات الاسلام لاہور، جنوری- جون ۲۰۰۸ء بحوالہ مآخذِ حدیث وسیرت: ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۲۰۴؛ سہیلی، ۳/۲۹۴؛ بخاری/فتح الباری، کتاب النکاح اور کتاب الصلوٰۃ وغیرہ کے ابواب وکتب: بخاری، بـاب بـنیـان الکعبة؛ خصال فطرت کے لیے: بخاری/فتح الباری، ۱۰/۱۹۹ ومابعد؛ مسلم/نووی، کتـاب الطھارہ، باب الفطرۃ؛ عبادات کے لیے اسلامی احکام کا ارتقاء، متعلقہ ابواب۔

Marfat.com

Marfat.com

خطبہ سوم

مکی عہد نبوی کے اہم ترین سنگ میل

ایک اہم ترین بلکہ سب سے عظیم ترین اور عہد و تاریخ ساز واقعہ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کا منصب نبوت و رسالت پر فائز ہونا ہے۔ آغاز نبوت اور کار رسالت کے ارتقاء و کمال دونوں میں مکی دور نبوی (۶۱۰۔۶۲۲ء) کو جو ناقابل تسخیر و تردید امتیاز حاصل ہے وہ مدنی عہد کو حاصل نہیں ہے۔ تیرہ سالہ مکی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کے سوانحی واقعات و حوادث کے لطیف محمدی پیرائے میں سیرت انبیاء کرام اور ادارہ نبوت کے تسلسل کا واقعہ مضمر ہے۔ ایک طرف وہ نبوت و رسالت محمدی کو اس کے پیشرو انبیاء و مرسلینؑ کی بعثت و رسالت سے جوڑتا ہے یا دوسرے اعتبار سے ادارہ کو عروج و کمال دیتا ہے، تو دوسری طرف وہ اپنے بعد کے زمانی دور مدنی سے اس کا ربط و ارتباط اور تواتر و تسلسل قائم کرتا ہے اور مکی دور تک کی ساری میراث انبیاء منتقل و محفوظ کرتا ہے (۴۹)۔

مکی عہد نبوت و رسالت کی ایک عظیم الشان، دور رس نتائج کی حامل اور ادارہ نبوت و رسالت کی تکمیل میں ملت ابراہیمی کی کارسازی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر و پرداخت بیت اللہ الحرام کے وقت اپنے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی رفاقت و اعانت میں کارکردگی کی خاص اہمیت ہے۔ جس طرح خود اولین بیت اللہ کی تعمیر و تجدید کی نبوت و رسالت محمدی سے ایک خصوصیت وابستہ تھی اور جس طرح مکہ مکرمہ میں اس اولین مسجد کی موجودگی تھی۔ اس سہ گانہ واقعیت کا تکوینی بعد اور امتیاز اور عامل یہ تھا کہ اسی شہر حرام میں، بیت اللہ اول کے پاس اور نسل ابراہیمی

Marfat.com

واسماعیلی میں رسول اعظم مبعوث ہوگا۔ تکوینی خفیہ و ماورائے عقل وفہم انسانی کی حقیقت، کارسازی اور کارکردگی کا اثبات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت سے سرفرازی کا ظاہری واقعہ ہے (۵۰)۔

ملت ابراہیمی اور ملت بیضاء سمحہ کا احیاء وتجدید و تکمیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خاص وسیع ترین اور مجموعی فریضہ حیات وکار منصبی دونوں تھا۔ قرآن مجید کی مکی سورتوں کی آیات کریمہ میں مسلسل ومتواتر آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متابعت، دین وملت ابراہیمی کی پیروی کا محکم حکم دیا گیا ہے۔ متعدد احادیث شریفہ میں اپنی زبان رسالت مآب ووحی آگیں سے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت ونبوت کا مقصد کامل و جامع ملت ابراہیمی کا احیاء و تکمیل قرار دیا ہے۔ ایک حقیقت تکوینی اور واقعیت ظاہری مذکورہ بالا حکم الٰہی اور تعمیل وارشاد نبوی میں یہ ملتی ہے کہ وہی اصل دین ربانی اور صحیح ترین اسلام اور محبوب الٰہی دین ہے۔ اگرچہ تمام انبیاء ومرسلین یہی اسلام ودین وشریعت حقہ واحدہ اپنے اپنے زمانوں اور علاقوں میں لائے تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے جامعیت عطا کی، ایسی جامعیت وہمہ گیری کہ مکی دور نبوی کے تمام معاصر سماوی مذاہب، یہودیت ونصرانیت وغیرہ کے علماء اکابر اور عوام وخواص دین ابراہیمی کی متابعت کا دم بھرتے تھے۔ معاصر آسمانی ادیان کے پیرووں اور عالموں کی بدعات وخرافات جیسی تحریفات کرنے والے عہد جاہلی کے عرب وقریش مکہ بھی پیروی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعویدار تھے۔

ختم نبوت اور خاتم النبیین کا اختصاص

بیت اللہ الحرام اور اولین بیت الٰہی کے شہر مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی نسل میں صرف ایک رسول کے مبعوث ہونے کے اظہار قرآنی اور اس کے روپ سروپ میں دعائے ابراہیمی کی استجابت وقبولیت کا ظاہری اثبات ملتا ہے۔ اس سے صرف ایک رسول مکرم ﷺ کی آمد وظہور مراد لی جاتی ہے۔ حقیقت میں

Marfat.com

اور تکوینی نظام میں اور ان کے خالق و مدبر حضرت حق کے علم و ارادہ اور فیصلہ وحکم میں حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین بنانے کی واقعیت موجود تھی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اول لمحہ سرفرازی سے یقین کامل تھا اور اس کا واضح اظہار آپ کے اعلان و ارشاد میں بھی اول روز سے سب کے سامنے ہوا تھا۔ روایات سیرت کے مطابق آپ ﷺ نے اپنے خاندان بنی عبد مناف کو دعوت دیتے ہوئے اپنی بعثت آخریں کا اعلان کیا تھا (۵۲)۔

کوہ صفا کے خطبہ عام وعلانیہ تبلیغ کے عوامی خطاب میں بھی آپ ﷺ نے اپنے خاتم النبیین، تمام انسانوں کے رسول آخر الزماں بنائے جانے کا اظہار کیا، عام طور سے ختم نبوت اور خاتم النبیین سے متعلق متعدد احادیث کو محض ان کی مدنی ترسیل اور متاخر رواۃ کی روایت کی بنا پر اپنوں نے بھی مدنی ارتقاء سمجھ لیا:

" وكان النبي يبعث الى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة" (بخاری ومسلم بروایت حضرت جابر بن عبداللہؓ)

" اما انا فارسلت الى الناس كلهم عامة وكان من قبلي انما يرسل إلىٰ قومه" مسند احمد بن حنبل بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمیؓ

" بعثت الى الاحمر والاسود" مسند احمد بروایت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔

" بعثت انا والساعة كهاتين يعني اصبعين" بخاری ومسلم

" واني خاتم النبيين ، لانبي بعدي" بخاری ومسلم

" فانا اللبنة وانا خاتم النبيين" بخاری ومسلم

" فانا موضع اللبنة جئت ختمت الانبياء" مسلم

" وختم بي النبيون" ترمذی، نسائی، مسلم

" وانا خاتم النبيين ولا فخر" دارمی (سنن)

اسی طرح مدنی آیت کریمہ: ماكان محمد ابا احد من رجالكم

Marfat.com

ولکن رسول الله وخاتم النبیین" سورہ احزاب، ۴۰ کو محض نزول کے سبب مدنی اظہار جانا گیا۔

مذکورہ بالا احادیث وآیات کریمہ کے متنی تجزیے وتحلیل سے ہی واضح ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ صرف رسول الٰہی نہ تھے بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ خاص طور سے ادارہ نبوت کی عمارت عالیشان کی تکمیل والی حدیث / احادیث کے مطابق کہ جو رسول مکرم ﷺ اور ذات والا صفات عمارت کی تکمیل کرتا ہے وہ خاتم بھی ہوتا ہے۔ قیامت اور اپنی نبوت و رسالت کو اپنی دو مبارک انگلیوں کی مانند ایک دوسرے سے لازم وملزوم اور بلا انقطاع یا ایک تسلسل میں واقعات دوگانہ قرار دینے کی مثال دی۔ وہ خود بتاتی ہے کہ اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا اور اس کی تصریح آپ ﷺ نے اپنی دوسری حدیثوں اور بیانوں میں بھی فرمادی۔ قیامت کے وقوع سے متعلق آیات قرآنی اور احادیث ﷺ نبوی کا ارتباط وتعلق بھی رسالت محمدی سے دریافت کیا جائے تو ختم نبوت پر واقعاتی شہادت ملتی ہے۔

قیاس ومنطق بھی اور عقلی استدلال بھی اس امر واقعہ اور حقیقت بدیہی کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ مکی دور کے اول روز سے خاتم النبیین ہیں۔ یہ سوال بلکہ خیال خام بھی کسی سمجھدار اور عاقل شخص کے ذہن ودماغ اور فکر وتصور میں بھی آسکتا ہے کہ مکی دور میں آپ محض رسول اللہ ﷺ تھے اور مدنی دور میں خاتم النبیین بنائے گئے۔ مکی دور کے تیرہ سالہ عرصہ نبوت میں کسی بعد کے یا متاخر زمانے میں خاتم النبیین ہونے کا خیال آئے تو اسے ارتقا کا ایک مرحلہ سمجھا جائے گا اور وہ بھی محال ہے۔ اس سے یہ لازم آئے گا کہ کسی زمانے، دور یا ایام میں آپ صرف ایک رسول بنائے گئے اور بعد میں ترقی دے کر آپ کو خاتم النبیین کے منصب پر فائز کردیا گیا۔ یہ آپ کی عالمگیر، آفاقی، ازلی ابدی نبوت ورسالت پر ہی نہیں حرف گیری ہوگی بلکہ علم وفیصلہ الٰہی کی نکتہ چینی ہے کہ اس کے اعلان وفیصلہ میں اتنی تاخیر ہوئی۔

مدنی آیتِ کریمہ اور مذکورہ بالا احادیثِ نبویہ کی زمانی ومکانی قطعیت کا

Marfat.com

سب سے بڑا اثبات، عظیم ترین تصدیق مکی سورتوں کی آیات سے ہوتی ہے:

سورہ انعام:۱۹" واوحی الی هذا القرآن لا نذر کم به ومن بلغ"

سورہ اعراف:۱۵۸"قل یا یها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا"

سورہ الانبیاء:۱۰۷" وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین"

سورہ الفرقان:ا" تبارك الذی نزل الفرقان علیٰ عبده لیکون للعٰلمین نذیرا"

سورہ سبا:۲۸" وما ارسلنٰك الا کافة للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون"

مذکورہ بالا پانچ سورتوں کی پانچ آیات کریمہ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آفاقی نبوت و رسالت ہی آپ کی عالمین کے لئے رحمت و بشیری و نذیری کا بھی ذکر ہے (۵۳)۔

بعثت و رسالت کی جہات

بعثت و نبوت اور رسالت و تبلیغ میں منصب اور کار منصب کا ارتباط لازمی ہے۔ مبعوث نبی اپنی تقرری و سرفرازی کے بعد اس کا فرض انداز ادا کرتا ہے۔ قدیم و بنیادی امامانِ سیرت میں ان کے سرخیل امام ابن اسحاق نے بالخصوص اس موضوع خاص پر بحث کی ہے اور دوسروں نے بھی، اور ان کی روایات میں اختلاف بھی در آیا ہے۔ بہر حال مشہور و مسلمہ احادیث اور معتبر و ثقہ روایات سیرت کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت و نبوت کا آغاز رویاء صالحہ / صادقہ سے ہوا تھا۔ حدیث و سیرت، تاریخ کے اس واضح اظہار حقیقت کے باوجود بعض قدیم و جدید سیرت نگاروں نے رویاء صالحہ کو نہ جانے کس وہم میں تباشیر نبوت کا حصہ سمجھا۔ تباشیر نبوت یا دیباچہ بعثت تو وہ چیزیں، ندائیں، بشارتیں اور صدائے غیبی اور شجر و حجر کی تسلیم و شہادت تھیں جو آپ ﷺ کو مرتبت عالی کی آمد کی خبر دیتی تھیں۔ رویاء صادقہ (سچے خوابوں کا

Marfat.com

سلسلہ) تو نبوت کی تکوینی شہادت اور وحی الٰہی اور کلام ربانی کی ایک صورت خاصہ تھی جو کسی واقعہ کو خواب میں دکھائی اور بیداری میں وہی خواب و رویا ٹھوس واقعہ میں ظہور پذیر ہو جاتا۔ واقعات و حوادث کی بعینہ صورت پذیری سے رسول مبعوث کے ذہن و قلب میں رویاء کے صدق کا ایقان بھرنا مقصود ہوتا۔ سچے خوابوں / رؤیاء صادقہ کا سلسلہ وحی اولین تمام پیشرو انبیاء کرام کی نبوت و رسالت، ایقان و ایمان اور ان پر کلام و وحی الٰہی کے نزول کا ہی جزو اول رہا۔ حضرات ابراہیم و اسمٰعیلؑ، یعقوب و یوسفؑ اور متعدد دوسرے رسولان پیشتر کے خوابوں کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود و مصدق و مصدوق ہے۔ رسول آخر الزماں ﷺ کا آغاز نبوت اسی معروف و مستند اور غیر مبدل سنت الٰہی کے عین مطابق رویاء صالحہ سے ہوا جیسا کہ حدیث بخاری: ۳ میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ امامانِ سیرت میں ابن اسحاق نے اس کے آغاز و تسلسل اور مدت اول اور ان کی اہمیت کا ذکر کیا ہے کہ وہ اکتالیسویں برس کے روز اول ۱۲ ربیع الاول ۴۱ عام الفیل سے شروع ہوا اور اس وقت آپ نے چالیس سال کی عمر پوری کر کے اکتالیسویں سال میں قدم رکھا تھا۔ جمہور سیرت نگاروں کا اس پر اجماع ہے۔ رویاء صادقہ کے خالص اور اولین عرصہ کے نزول کی مدت چھ ماہ تک رہی اور وہ اوائل رمضان میں پوری ہوئی۔ اس عرصے میں آپ نے بہت سے خواب دیکھے اور ان کی تعبیر دیکھی۔ امام ابن اسحاق نے رمضان ۴۱ عام الفیل میں آخری رویاء صادقہ میں آپ کے غار حراء میں تحنث و جوار کے دوران حضرت جبریلؑ کے ذریعہ اولین تنزیل قرآن دیکھنے کا ذکر کیا اور بیداری میں آتے ہی آپ کے ارشاد عالی کا اثبات و اظہار کیا کہ آپ نے خواب میں سماعت و قرات کردہ اولین پانچ آیات اقراء کو اپنے سینہ مبارک میں لوح و سفینہ علم کی مانند لکھا ہوا پایا۔ خواب کی تعبیر عالم مثال سے عالم ظہور و شہادت میں بیداری و ہوش و خرد کی محکمی کے ساتھ معاً اسی طرح ہوئی جیسے خواب میں اسے دیکھا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ریشمی سبز جزدان میں قرآن مجید / مصحف لے کر بصورت شخص ظہور پذیر ہوئے اور اسی طرح پانچ آیات کریمہ کی

Marfat.com

تعلیم وتدریس کی۔ عالم رویاء سے عالم شہادت کا اتصال ہوا اور وحی خفی کا وحی جلی سے، حدیث کا قرآن سے، تکوین کے معاملہ کا عالم ظاہر کے واقعہ سے (۵۴)۔

وحی خفی اور وحی غیر متلو اور وحی جلی اور وحی متلو کے اولین عرصہ افتراق وفصل کا دورانیہ چھ ماہ کا تھا اور اسی وجہ سے رویا صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر وحی الٰہی اور کلام ربانی کی کل مدت تیئس برسوں کو محیط تھی اور ان کی اولین ششماہی صرف رویاء صالحہ کے لئے مخصوص رکھی گئی۔ مقصد ومراد الٰہی وہی تھی جو قرآنی تنزیل کے وقفوں سے آنے کی تھی کہ وحی خفی سے پہلے قلب رسول اور اندرون وبیرون جسم اطہر کو کلام الٰہی جیسی گرانباری کے برداشت کرنے کے لئے تیار کیا جائے۔ کلام الٰہی کی لفظی ومعنوی تنزیل کے واقعہ سے رویاء صادقہ کی صداقت اور ان کی تعبیرات سے ارتباط پر شہادت بھی لائی جائے۔ عام سیرت نگاروں نے وحی الٰہی کی ان خفتہ وپوشیدہ اور ظاہر باہر صورتوں میں فرق وامتیاز نہیں کیا اور اسی وجہ سے وہ نبوت محمدی کا آغاز تنزیل قرآن سے کرتے ہیں (۵۵)۔

رمضان المبارک ایک سنہ نبوی مکی سے قرآن کریم کی آیات کریمہ اور کامل سورتوں کا نزول اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سفیرانہ کام بھی تکوینی امر ہے۔ مگر وہ عالم شہادت واحساس کا ٹھوس واقعہ بن جاتا تھا کہ قرآنی تنزیلات کا مشاہدہ، اس کی کلامی قراءت وکتابت کا تجربہ سب لوگوں کے مشاہدہ میں بھی آتا۔ وحی حدیث ورویاء صادقہ کا مشاہدہ بھی بچشم سر حاضرین نے دیکھا تھا اور آپ کے ارشادات عالیہ سے ان کی تصدیق واثبات کی دولت بے بہا پائی تھی (۵۶)۔ تنزیل قرآنی کا متاخر واقعہ، کتاب الٰہی لانے، مرتب ومکتوب کئے جانے، الفاظ ومعانی کلام الٰہی کے آمیز ولازم وملزوم بنانے کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے۔ اسی کے ساتھ ارتباط وحی حدیث ووحی قرآن کا ایک عجیب اور عظیم الشان امر الٰہی بھی تھا کہ دونوں وحی کلام الٰہی ہونے کے سبب یکساں مرتبت کے تھے۔ رویاء صادقہ کا خالص اور تنہا امتیاز ومقام قرآنی تنزیل کے آغاز سے تمام ہوا مگر اسی کے ساتھ اس کا تسلسل بھی قائم رہا۔ یہ تسلسل وحی اور کلام

Marfat.com

الٰہی کا معاملہ ہے۔ پورے مکی دور نبوی میں اور بعد کے دہ سالہ مدنی زمانے میں بھی وحی حدیث وقرآن کا دوگانہ سلسلہ جاری رہا اور رویاء صالحہ اپنی کارکردگی اور کارسازی کرتے رہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کے تیرہ سالہ مکی دور کے واقعات وسوانح، احداث واحوال اور احکام وشرائع وحی حدیث اور رویاء صادقہ کے ساختہ پرداختہ ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ حکم وامر الٰہی حدیث ورویاء کے ذریعہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا گیا اور اس کا قرآنی حکم واظہار بصورت آیات کریمہ بعد میں کیا گیا ہے۔ جیسے تنزیل قرآنی کے اولین واقعہ کے بعد وضو اور دو رکعت نماز کی فرضیت وحکم حدیث رسول اللہ ﷺ سے ہوئی اور آیات قرآنی میں وہ مدنی دور میں آیا۔ اسے تصدیقات قرآنی کے حکم میں رکھا گیا ہے۔ اور ایسے احکام و اوامر اور شرائع کی تعداد بہت کافی ہے۔ اس کی اصل جہت اور حقیقت واقعیت رسول اللہ ﷺ کی شخصیت ووجود مسعود میں ودیعت کی گئی تھی۔ وحی کتاب کے ساتھ صاحب وحی وکتاب ناگزیر ہے۔ اسی لئے بیشتر زمانے میں انبیاء ورسولان عظام تو مبعوث و کارفرما ہوتے رہے مگر ان کے بغیر کتاب نہیں آئی۔ اصل نبوت ورسالت شخص وذات نبی میں مرتکز ہوتی ہے۔ وحی وکتاب اس کے ہدایت نامے، رہنما اصول وخطوط اور امتوں اور تمام انسانوں کے لئے نور وروشنی کے منابع ہیں جو بالآخر نبوت محمدی پر ایقان وایمان لازم کرتے ہیں (۵۷)۔

قرآن عظیم کی مکی تنزیل

حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی ﷺ کی مکہ مکرمہ میں ولادت ونشوونما، نبوت و رسالت کی مانند وحی الٰہی خاص کر قرآنی تنزیل دور مکی کے بے مثال انوکھے اور عظیم الشان امتیازات میں ہیں۔ ان کے متوازیات متاخر مدنی دور میں نہیں ہیں اور جو سلسلے ملتے ہیں وہ تسلسلات واضافات کے زمرہ میں آتے ہیں۔ شخصیت وعبقریت محمدی ہو یا نبوت ورسالت آخرالزماں ﷺ یا قرآن وحدیث اور کتاب وسنت کی جہت عالیہ ہو

Marfat.com

وہ اوج کمال و مرتبت شہر حرام ہیں۔ مدنی دور حیات میں ان سب کو خود قرآن حکیم نے اور رسول صادق الکلام نے تکمیلات کا درجہ دیا۔ یعنی بنیادی عمارت کی تکمیل و تزئین کا۔ مکی قرآن عظیم اور اس کی مکی سورتوں کے امتیازی جہات اور نہادی خصوصیات ایک ضخیم و جحیم دفتر تحقیق انسانی میں نہیں سما سکتے (۵۸)۔ صرف چند خصائص کبریٰ:

☆ مکی تنزیل قرآن کریم کا زمانی دورانیہ طول مدت اور عرصہ کارسازی کے لحاظ سے نسبتاً طویل تر ہے اور وہ بارہ برسوں سے زیادہ کو محیط ہے۔ رمضان ۴۱ عام الفیل یا ایک سنہ نبوی مکی ۶۱۰ - ۱۲ ربیع الاول ۵۳ سنہ مکی نبوی ستمبر ۶۲۲ء کے دوران۔

☆ تعداد کے لحاظ سے مکی سورتوں کا برتر عدد ۸۶ مدنی سورتوں کی تعداد اقل ۲۸ کو حاوی ہے۔ محض طول کلام کا شرف اسے حاصل ہے۔

☆ زبان و بیان اور اسلوب و ادا کے اعتبار سے قرآن مجید قریش مکہ کی ٹکسالی اور فصیح و بلیغ ترین زبان پر اتارا گیا۔ اس کی خاص مصالح ہیں۔

☆ تمام عرب قبائل خاص کر مدینہ کے اوس و خزرج اور عربی داں یہود و نصاریٰ بھی قریشی زبان و لسان کی برتری کے قایل تھے اور اپنی فروتری تسلیم کرتے تھے۔ زبان قریش تمام عرب کے علاقوں، لوگوں اور ادیبوں و شاعروں میں سمجھی جاتی تھی۔ دوسری اقوام و قبائل کی زبان عربی لحن و لفظیات میں کبھی کم فہم بن جاتی تھی۔

☆ معنوی اعتبار سے قرآن مجید کی زبان و اصطلاح میں ام الکتاب، سبع مثانی اور مختصر مختصر سورتیں علم و حکمت کے تابندہ تر جواہر آبدار ہیں۔ بلاشبہ مدنی سورتیں اور ان کی آیات کریمہ بھی کلام الٰہی کی معنوی خصوصیات و برکات کی اسی طرح حامل ہیں لیکن اختصار میں جامعیت اور دونوں میں فصاحت و بلاغت ظاہری و معنوی اور علوم اور حکمتوں کا ایسا فائق تر، وسیع تر اور عظیم و حسین تر خزینہ بلکہ خزینے صرف مکی سورتوں کے خالص و منفرد امتیازات ہیں۔

☆ ذکر و کتاب الٰہی کی محفوظیت کا اعلان بھی مکی سورت میں ہے اور سابقہ کتب سماویہ کی مصدق ہونے کی واقعیت کا بھی۔ تمام صحف سماویہ کا عمومی اور نام بنام اور

Marfat.com

صریح ذکر ہی مکی آیات اوران کی سورتوں میں نہیں ہے بلکہ ان کے مضامین ومعانی ان میں سمودینے کا واقعہ بھی ہے۔ صحف اولیٰ، صحف ابراہیم وموسیٰ، تورات وزبوراورانجیل کا ذکرمکی سلسلہ انبیاء کے تسلسل وتواتر کا جس طرح شاہد ہے اس طرح قرآن مجید سے ان کے ارتباط کا۔

☆ مکی قرآن عظیم کا ایک بے نظیر وغیرفانی امتیاز خاص یہ بھی ہے کہ وہ تمام سابقہ انبیاء کرام اوران کی امتوں کے قصص عالیہ وعبرت آموز کو پوری تفصیل و صراحت اور بیان وتبیین کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ ان میں سے کسی نبی مرسل وپیغمبر مبعوث کا ذکر اولین مرتبہ کسی مدنی سورت میں نہیں آیا ہے۔ انبیاء سابقین کے متعلق بعض تفصیلات وجزئیات بھی مدنی سورتوں میں ضرور آئیں ہیں مگر وہ صرف تسلسلات وتکمیلات کا مقام ومرتبہ رکھتی ہیں۔

☆ ختم نبوت اور حضرت محمد ﷺ کی خاتم الانبیاء کی ناقابل تردید شہادت کے ساتھ مکی قرآن کریم نے اپنے آپ کو خاتم الکتب بھی قرار دیا ہے۔ اس کے بعد اب اور کوئی کتاب الٰہی نہ آئے گی جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی ورسول نہ آئے گا۔ محفوظیت وخاتمیت دونوں کا التزام اس کی شہادت واقعی ہے۔ وہ کتاب محفوظ بھی ہے اور کتاب عالمگیر بھی، اپنے صاحب کتاب کی طرح تاقیامت باقی رہنے والی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کی دستاویزی شہادت دینے والی ہے (۵۹)۔

حفاظت الٰہی کے ساتھ ساتھ رسول آخر الزماں ﷺ نے آخری وکامل و جامع ترین کتاب الٰہی کی جوانسانی حفاظت کی تدبیریں کیں وہ بھی مکی ہیں۔ تکوینی نظام کے تحت صاحب کتاب وحامل قرآن کو ملائک وخاص فرشتہ تنزیل کے ذریعہ آیات قرآنی ذہن وقلب میں اتاردی جاتیں اور یاد کرادی جاتیں (۶۰)۔ اپنی انسانی وبشری کاوش سے بھی آپ ﷺ اس کا اہتمام فرماتے اور ہر رمضان مکی میں ایک اور تکوینی نظام حفاظت کے تحت حضرت جبریلؑ سے آپ ﷺ تمام راتوں میں نازل شدہ قرآن مجید کا مذاکرہ وتکرار کیا کرتے تاکہ غفلت ونسیان اور الحاق واضافہ غیر کا ذرا

Marfat.com

سا بھی شائبہ نہ رہ جائے (۶۱)۔ خالص انسانی تدبیریں دو قسم کی تھیں: (۱) نازل شدہ قرآن مجید آپ ﷺ اپنی امت کے سامنے تلاوت فرماتے اور ان میں کافر و مومن دونوں شامل ہوتے۔ مومنین و صحابہ و صحابیت کو لازمی طور سے آپ یاد کرا دیتے۔ متعدد ہی نہیں بہت سے صحابہ و صحابیات تمام مکی قرآن کے حافظ بھی تھے اور جامع قاری بھی۔ (۲) کاتب صحابہ کرام کے ذریعہ آپ ﷺ نازل شدہ آیات کریمہ یا سورتوں کی کتابت کرا کے محفوظ فرماتے۔ مکی کاتبین نبوی کی خاصی تعداد اس دور اول میں تھی۔ ان میں سے متعدد صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے صحیفے بھی تیار کر لئے تھے جیسے حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے ضمن میں دو صحیفوں کا ذکر ملتا ہے یا صحیفہ ابن مسعودؓ کا ذکر ہے۔ ان صحائف مکیہ اسلامیہ کا کردار و کارفرما واقعہ اپنی جگہ، قرآن مجید کی زبان و طرز ادا اور اسلوب و بیان نے اسے زبان کا فراں پر جاری ساری کر دیا اور مختلف افراد اور ممکن ہے کہ طبقات نے بھی ان کو یادداشت میں محفوظ کرنے کے علاوہ ان کی کتابت بھی کی ہو، ترسیل و ابلاغ تو متعدد نے کیا تھا (۶۲)۔

جمع و تدوینِ قرآن کریم

عہد نبوی میں جمع و تدوین قرآن کریم کے اہم ترین اور عظیم الشان کار نبوت کو روایات و اخبار کے گورکھ دھندے میں مبہم و متنازعہ بنا دیا گیا ہے۔ غلط العوام سے زیادہ وہ غلط الخواص بلکہ خبط الحواس کا ایک روایتی شاہکار ہے۔ وہ قرآن مجید کی کتابت، حفظ وغیرہ کے منافی تو ہے ہی حفاظت قرآن کے الٰہی وعدہ کی نفی کرتا ہے۔ مکی دور میں مکی سورتوں اور ان کی آیات کریمہ کی باہمی ترتیب اور مکی سورتوں کی نزولی ترتیب پر اتنی شہادتیں ہیں کہ منکرین تک تسلیم کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ قراءت و تلاوت کی لفظی تدوین اور املاء و کتابت کی تحریری تدوین دونوں کے بعد کتاب نبوی/ کاتبین مکی سے ان کی سماعت فرما کر تصحیح و تصدیق فرماتے۔ مختلف اجزاء و اشیاء پر لکھے جانے کے باوجود قرآن مجید کی مکی سورتوں کی اپنی اندرونی صحت اور ظاہری حد بندی

Marfat.com

(سورہ بنانے) کا عمل و نظم فرمایا کرتے۔ مختلف علماء تدوین قرآن نے بعد میں مکی سورتوں کی نزولی ترتیب کا ذکر کیا ہے لیکن سیرت و تاریخ نگاروں نے اولین ثبوت فراہم کیے ہیں خاص کر مورخ یعقوبی نے۔ ان روایات سیرت و علوم قرآن میں بسا اوقات تعداد، باہمی ترتیب اور جمع و تدوین کے جزوی اختلافات کا ذکر ملتا ہے تاہم بیشتر مکی سورتوں کے مکی ہونے پر اجماع ہے۔ مکی دور نبوی کی تدوین قرآن مجید اصل اصیل جمع و تدوین نبوی تھی اور وہ توقیفی بھی تھی اور اسی ماڈل نے مدنی دور کے جمع قرآن کی راہ سجھائی اور آخری تدوین بھی کی۔ قرآنی تنزیل کی تکمیل و اتمام کے بعد آخری مجموعی تدوین و ترتیب کی گئی تا کہ مکی و مدنی سورتوں کو باہم آمیز کر کے وحی الٰہی اور کلام و کتاب ربانی کی کلیت ثابت کی جائے۔ مکی سورتوں کی اولین تنزیل کا امتیاز اور ان کی باہمی ترتیب کا اہتمام ماہرین علماء قرآن نے روز اول سے کیا اور آج بھی آخری تدوین و ترتیب کے ساتھ بائیں جانب کے قوسین میں ان کی مکی نزولی ترتیب کے اعداد ثبت کیے جاتے ہیں تا کہ آخری ترتیب سور کے ساتھ مکی سورتوں کی ترتیبِ نزولی کا علم ہو جائے۔ جامعین قرآن کریم اور صحف قرآنی اور مصاحف کتاب کی روایات کی پراگندگی نے اسی طرح حفاظ و قراء اور علماء و ماہرین کتاب کی تعداد و اہمیت کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائی ہیں۔ مکی دور میں تمام سابقین اولین، جن میں خواتین اسلام بھی شامل تھیں، مکی سورتوں کے قاری حافظ اور جامع بھی اسی طرح رہے تھے۔ تعلیم و تدریس قرآن کے مکی نبوی انتظامات، علوم قرآن و تفاسیر کے مباحث اور بہت سے دوسرے مکی قرآنی معاملات و امور کے بارے میں معلومات کی کمی کے سبب اور تجزیہ و تحلیل اور نقد و جرح کے فقدان کی بنا پر متعدد اہم ترین اور مکی مسائل و مہمات کو مدنی قرار دینے کی غلطی کی گئی ہے اور عجیب عجیب تاویلیں بھی کی گئی ہیں۔ صرف ایک مہتم بالشان مسئلہ قرآن مجید کے سات حروف پر تنزیل کی دعائے نبوی اور اس کی استجابت و قبولیت الٰہی کا مسئلہ لے لیا جائے۔ عام خیال خام اور فکر کج مج کو مان لیا جائے کہ وہ مدنی ارتقا تھا تو منطقی طور سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ مکی سورتوں میں سات حروف کی تنزیل کی رعایت نہ ہونی

Marfat.com

چاہئے جب کہ تدوین، قراءت اور کتابت واملاء کی بیشمار شہادتیں احادیث وروایات کی گواہیاں موجود ہیں کہ وہ مکی سورتوں میں بھی ہے اور زیادہ جاری وساری۔ ہے (۶۴)۔

مکی احادیث (۶۵)

ابلاغ وترسیل اور روایت وتحدیث سے متعلق روایات سیرت وحدیث، واقعات سیرت وحیات اور منطقی شہادات مکی احادیث کا اثبات کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مکی قرآنی سورتوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مکی احادیث بھی تھیں کہ ذات رسالت مآب ﷺ صاحب قرآن کے ساتھ صاحب حدیث بھی ہیں اور مفسر وشارح بھی۔ مکی دور کے تیرہ سالہ زمانہ میمون میں وجود مسعود ہی ان مکی احادیث کے وجود و ظہور کا ٹھوس اور عظیم ترین ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی زبان رسالت سے قرآن مجید کے علاوہ دوسرے ارشادات فرمائے تھے۔ وہ بقول الٰہی نطق انسانی کے جواہر ریزے نہیں تھے بلکہ وحی الٰہی کے شذراتِ عالیہ تھے۔ وحی الٰہی دونوں کا منبع ہے۔ امامانِ سیرت ابن اسحاق وواقدی نے بنیادی طور سے واقعات سیرت اور کوائف حیات کے ضمن میں بہت سی احادیث مکی کا ایک عظیم ووسیع ذخیرہ جمع کرلیا ہے۔ ان کو تاریخی ترتیب واقعات یا توقیت کے نظام سے ایک خاص دفتر تحقیق میں جمع کردینے سے ان کی تعداد، اہمیت، مرتبت اور تشریعی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔ اکابر محدثین نے اپنے خاص طریقہ تدوین حدیث کے سبب موضوعاتی، فقہی، روایتی و رواۃ کے مطابق تدوینات کی ہیں لیکن ان سے مکی احادیث سیرت کا تقابلی موازنہ ومقابلہ کیا جائے تو عظیم کتب حدیث کا ایک بہت بڑا اور بنیادی خزینہ حدیث وسنت مکی دور کا ثابت ہوتا ہے اور وہ احادیثِ کتب سیرت کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ بسا اوقات امامانِ سیرت کی احادیث مکی اور مدنی بھی لفظاً ومعناً اور سنداً عظیم ترین محدثین کرام کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں اور تصدیق پیشرو کرتی ہیں۔ مکی احادیث کا احاطہ واستقصاء کرنا تو ایک کار عظیم وجلیل ہے اور ایک الگ دفتر تحقیق وتدوین کا طالب، صرف اہم ترین مکی

Marfat.com

احادیث کا ایک اشاریہ دیا جاتا ہے۔

بعثت نبویؐ کے آغاز کی حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ بخاری کی کتاب بدء الوحی میں اس کی متعدد جہات کو محیط ہے اور ان میں شامل ہیں: رویاء صادقہ کی نوعیت، رویاء صادقہ سے وحی الٰہی کا آغاز یعنی کمی حدیث سے نبوت محمدی کا اثبات، عزلت گزینی اور جوار غار حراء کا تاریخی سیرتی واقعہ اور غار حراء میں تنزیل قرآنی کا اولین واقعہ۔ یعنی سورہ اقراء کی پہلی پانچ آیات کریمہ کی تنزیل و تعلیم جبریلی اور رسول اللہ ﷺ کی قرأت قرآنی کی سعی مشکور، حضرت خدیجہؓ کی تصدیق وتوثیق اور حضرت ورقہؓ بن نوفل اسدی عالم انجیل وتورات و حنیف سابق کے پاس لے جانے کی واقعیت اور حضرت ورقہؓ کی تصدیق رسالتِ محمدی اور ناموس اکبر کی شناخت کہ وہی ناموس آیا ہے جو حضرت موسیٰؑ پر وحی لاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی اعانت و مدد کے ساتھ آپ کی قوم کی مخالفت اور ترکِ وطن/ہجرت کی پیشگوئی اور آپ کے ان کے خلاف قتال و جہاد کی پیش گوئی اور وفات ورقہؓ کی خبر وغیرہ۔ اس جامع روایت بخاری اور حدیث امام میں مختلف اوقات کے واقعات و معاملات کو سمو دیا گیا، اور امام ابن اسحاق نے بھی جامع روایت دی ہے اور کئی منفرد احادیث بھی۔

فترہ وحی کے ناقص عنوان واصطلاح سے متعلق حدیث حضرت عائشہؓ وغیرہ، اصلاً وہ وحی قرآنی یا تنزیل قرآنی کا اولین جاں سوز فترہ تھا جس نے قلب نبوی اور روح محمدی ﷺ کو کلام و کتاب الٰہی سے اور اس کی حکمت وعلم و معرفت سے محرومیت کا ایک شدید احساس واضطراب دیا تھا۔ اس دور فترہ قرآنی میں وحی حدیث جاری رہی اور حضرت جبریلؑ کے ذریعہ ہی جاری وساری رہی تا کہ آپ کے اضطراب قلب کی تسکین اور منکرین و ناقدین کے طنز وتعریض کی کاٹ کر سکے۔ فترہ وحی حدیث تو اس سے قبل ہوتا رہا تھا اور فترہ قرآنی اسی پیشتر وسنت وحکمت الٰہی کا ایک حصہ تھا۔ وہ در اصل اس حقیقت کا پیش خیمہ بھی تھا کہ وحی حدیث کی مانند وحی قرآنی بھی مسلسل و متواتر نازل نہ ہوگی بلکہ مختلف فترات ووقفوں سے آئے گی۔

Marfat.com

مکی سورتوں اور ان کی خاص آیات کریمہ کی تنزیل وتفسیر اور تاویل سے متعلق تمام احادیث اپنی اصل میں مکی ہیں خواہ ان کی ترسیل کبھی ہوئی ہو۔ ترسیل و روایت کے باب میں بھی یہ حقیقت ذہن نشین رکھنے کی سزاوار ہے کہ ان سے متعلق تمام احادیث وروایات تفسیر کی ترسیل بھی اصلاً مکی تھی۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی تمام احادیث وروایات مدنی دور کی ترسیلات ہیں لیکن وہ صاحب حدیث ووحی علیہ السلام سے اخذ کی گئی تھیں یا کسی مکی صحابی سے جیسے حضرات ابو ہریرہ دوسیؓ، جابر بن عبداللہ انصاریؓ، عبداللہ بن عمر بن خطابؓ اور دوسرے تمام اصاغر صحابہ اور مدنی اصحاب کی روایات واحادیث کا معاملہ ہے۔ امام بخاری کی کتاب بدء الوحی کی بیشتر احادیث کا تعلق مکی دور ارشاد ووحی سے ہے۔ وہ احادیث جن میں تنزیل وحی کی گرانباری کا ذکر خیر آپ ﷺ کی زبان سے ہے۔

بخاری کی کتاب مناقب الانصار کے اواخر میں متعدد ابواب کے تحت امام موصوف نے قبل بعثت کے بعض اکابر وواقعات کے متعلق احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں شامل ہیں: باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل، بـاب تـزويـج النبـي ﷺ خـديـجة و فـضـلـهـا رضـي الـلــه عـنها، بنيان الكعبة، ايام الجاهلية، القسامة في الجاهلية۔ ان میں بعثت نبوی کے بعد یا مکی دور نبوی کے واقعات ومعاملات اور اکابر واشخاص سے متعلق بھی احادیث موجود ہیں اور وہ سب کی سب مکی احادیث ہیں۔ باب مبعث النبی ﷺ سے باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ تک سترہ ابواب میں مکی احادیث ہیں جن کا تعلق دور مکی کے اہم ترین واقعات سے ہے جیسے حضرات ابوبکر صدیقؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، ابوذر غفاریؓ، سعید بن زیدؓ، عمر بن الخطابؓ وغیرہ کے اسلام لانے کے عہد ساز واقعات کے بارے میں احادیث ہیں (٦٦)۔

بعض اہم ترین مکی معجزات جیسے انشقاق القمر، الاسراء والمعراج کے بارے میں مکی احادیث ہیں جو دوسرے ابواب وکتب میں بھی آئی ہیں اور نئی تفصیلات دیتی

Marfat.com

ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کی شادی کا باب مکی احادیث کا سلسلہ روایت و بیان مدنی احادیث سے جوڑ دیتا ہے کہ اس میں ان کی رخصتی کے بارے میں بھی حدیث ہے۔

مکی احادیث احکام کا ایک عظیم الشان اور وسیع الجہات خزانہ عامرہ تمام کتب حدیث و سیرت میں موضوع وار ابواب و کتب میں محفوظ ہے۔ امامانِ سیرت ابن اسحاق و واقدی اور ان کے پیروکاروں نے خاص توقیتی و تاریخی ترتیب سے ان مکی احادیث کا ذکر واقعات و حوادث کے ضمن میں کیا ہے۔ محدثین عظام نے ان تمام مکی احادیث کا ذکر مدنی احادیث کے ساتھ ساتھ فقہی ابواب و کتب میں قانونی، تشریعی حیثیت و کارسازی کے اثبات کے لئے کیا ہے۔ فقہ / فقہی کتب کے معروف ابواب ہیں جیسے طہارت میں وضو، غسل وغیرہ کے مختلف ابواب، کتاب الصلوٰۃ میں نماز کے شروط و احکام وغیرہ کی احادیث، اسی طرح کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج والعمرہ، کتاب الذبائح والصید وغیرہ کے مختلف ابواب و مباحث ہیں۔ ان میں مکی احادیث کا ایک شاندار ذخیرہ موجود ہے (۶۸)۔

احادیث احکام ہوں یا احادیث واقعات و سیرت یا کسی اور نوعیت کی احادیث و روایات ان میں پس بینی کا طریقہ بھی بسا اوقات اختیار کیا جاتا ہے۔ مدنی احادیث و واقعات میں یہ طریقہ بہت معروف و وسیع ہے کہ وہ دور متاخر کے واقعات و سوانح اور احکام کے بیان میں مکی واقعات و احادیث بھی بیان کر دیتے ہیں۔ کبھی وہ مکی احادیث مدنی احادیث کا صرف ایک جزو یا پس منظر پیش کرتی ہیں اور بسا اوقات صرف تلمیحات کا طریقہ اختیار کرتی ہیں اور کبھی خالص احادیث ہوتی ہیں۔ محدثین کرام بالخصوص اور سیرت نگار بالعموم احادیث احکام اور واقعات سیرت و سوانح کی روایات میں مکی دور کے اصل حکم و واقعہ سے ساتھ ساتھ اس پر مدنی ارتقاء اور متاخر اضافہ بھی بیان کر دیتے ہیں۔ ان کا مقصد و مطلوب زیر بحث حکم و واقعہ اور امر و حقیقت میں ان کی مجموعی حیثیت و قدر و قیمت دکھانا ہوتا ہے (۶۹)۔

Marfat.com

تجزیہ وتحلیل اورتنقیدی مطالعہ ونگارش کے طریقہ میں واقعات، احکام اور معاملات کواوران کے بارے میں روایات واخبار کوان کے صحیح تاریخی تناظر میں رکھنے سے نہ صرف ان کی اصل اصیل کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کے زمانی، مکانی، افقی، عمودی اور یا کسی دوسری نوعیت کے ارتقاء کا پتہ بھی چلتا ہے۔ مکی دور کی احادیث نبوی کے آغاز و ارتقا، کمیت و کیفیت، کردار و ساخت اور لفظی، معنوی اور حکمی وتشریعی قدر و قیمت اسی وسیع تر تجربہ سے متعین کی جاسکتی ہے۔ خاکسار راقم نے دو ضخیم تحقیقی دفاتر میں عام مکی احادیث اور خاص مکی احادیث احکام کی ان ہی جہات کا ایک مدلل و مفصل مطالعہ کیا ہے جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ ان سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ دوسرے مباحث و موضوعات کے ساتھ مکی احادیث کا آغاز و ارتقاء مکی دور میں ہوا اور اسی نے مدنی احادیث کو سرمایہ حیات دیا (۷۰)۔

Marfat.com

حواشی

۴۹- اس اہم ترین پہلو پر جدید محققین سیرت نے بھی توجہ نہیں دی۔ وہ نبوت ورسالت محمدی سے تو بحث کرتے ہیں مگر اس کے ماضی سے تسلسل وتواتر اور مکی سے مدنی دور کے ارتباط کو زیر بحث نہیں لاتے۔ رسالت محمدی کے آغاز وارتقا کے مراحل سے بھی زیادہ تعرض نہیں کرتے، اس پر مفصل کلام کے لیے ملاحظہ ہو مقالات خاکسار: بعثت نبوی کا اصل نقطہ آغاز، نداء الصفائی دہلی، مارچ ۲۰۰۸ء اور نبوت محمدی کی آفاقیت۔ آغاز اعلان وتعین، ششماہی جہات الاسلام لاہور، جولائی دسمبر ۲۰۰۸ء۔

۵۰- ملتِ حنیفیہ/ملت ابراہیمی اور اس کی اتباع محمدی کی تاکید الٰہی متعدد مکی قرآنی آیات میں آئی ہے: الانعام: ۱۶۱؛ النحل: ۱۲۳: ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا؛ اور اسی کو مدنی سورتوں البقرہ: ۱۳۰، ۱۳۵؛ آل عمران: ۹۵؛ نساء: ۱۲۵ میں دہرایا گیا ہے۔

۵۱- آیاتِ قرآنی مکی کے علاوہ ملاحظہ ہو: شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ ۱/۱۲۴ و مابعد، باب اہل الجاہلیۃ مذکورہ بالا؛ یہ فکر شاہ ان کی متعدد نگارشات میں ملتی ہے کہ اساسی ہے۔ بحث اور حوالوں کے لیے مقالات خاکسار: نبوت محمدی کی آفاقیت مذکورہ بالا وغیرہ؛ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء ۵-۷ و مابعد۔

۵۲- بلاذری، ۱/ ۲۸۷-۲۸۸؛ خاندان بنو عبد مناف کے سامنے حکم ربانی: وانذر عشیرتك الاقربین کی تعمیل میں آپ نے دوسرے دن جو خطبہ دیا اس کے اولین کلمات حمد وثنا کے بعد کے اعلانات ہیں:... واللہ الذی لا الہ الا ھو انی رسول اللہ الیکم خاصة، والی الناس کافة . . . " اس کا عام طور پر سیرت نگار ذکر نہیں کرتے۔

Marfat.com

۵۳- مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ کی تفاسیر کتب تفسیر میں بالخصوص طبری وابن کثیر میں، خطبہ کوہ صفا کے لیے: بلاذری، ۱/۲۹۰-۲۹۱: قال: فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید . . . " کی تفسیر میں آپ کی نبوت کو قیامت سے قبل کی آخری نبوت بتایا گیا ہے۔ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/ ۱٦۷؛ ابن سعد، ۱/ ۹٦ وغیرہ دیگر کتب سیرت وحدیث۔

۵۴- بخاری/فتح الباری، ۱/ ٦۴ ومابعد: کتاب بدء الوحی حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ: اول مابدی بر رسول اللہ ﷺ من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم . . . "۔ اس میں واضح طور سے رویا صالحہ کو وحی کا واقعہ اولین بتایا گیا ہے اور شرح حافظ ابن کثیر وابن حجر میں بہت دلائل ہیں لیکن نہ جانے کیوں اور کیسے جدید سیرت نگار اسے تاثیر/ دیباچہ نبوت کا حصہ قرار دیتے ہیں؛ ملاحظہ ہو: شبلی، کاندھلوی، مبارکپوری وغیرہ کی تالیفاتِ سیرت جبکہ خود ان کو رویاء صالحہ کے وحی ہونے کا اعتراف ہے؛ وحی حدیث میں اس موضوع پر مفصل ومدلل بحث مختلف عناوین سے آئی ہے۔ اسی طرح متعدد مصادر سیرت میں سے ابن اسحاق وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ چالیس برس کی عمر کے پہونچتے ہی آپ نبی بنائے گئے۔ جدید سیرت نگاروں نے نبوت کے منصب سے سرفرازی کو تنزیل قرآن کے چھ ماہ کے واقعہ سے خلط ملط کر دیا ہے۔

۵۵- وحی حدیث، ۱۵-۲۵ ومابعد میں وحی متلو اور وحی غیر متلو کی بحث ملاحظہ ہو نیز رویاء صالحہ کے نبوت کے چھیالیسویں حصہ کی احادیث بخاری وغیرہ: وحی حدیث، ۸۳ ومابعد: بخاری/ فتح الباری، ۱۲/۴۵۳-۴۸۰ وما بعد: احادیثِ حضرات انسؓ، ابوقتادہؓ، عبادہؓ بن صامت، ابوسعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ وغیرہ سے مروی ہیں: ٦۹۸۳، ٦۹۹۴، ٦۹۸٦، ٦۹۸۹-٦۹۸۹ اور ۷۰۱۷ وغیرہ؛ مسلم، کتاب الرویا، الرویا الصالحۃ الخ (٦)(۲۲٦۳ وغیرہ) شرح نووی، ۵/۴۲۳-۴۲۵ ومابعد۔

۵٦- بخاری حدیث: ۱۸۳۰؛ فتح الباری، ۴/ ۴۶ مع اطراف؛ ابن سید الناس، عیون الاثر، ۱/ ۱۳۰؛ ابن کثیر، البدایہ، ۳/ ۷، ۲۱؛ مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب فتح مکۃ، حدیث: ۱۷۸۰ وغیرہ مع شرح نووی، ۱۲/ ٦٦ ۴ ومابعد؛ مزید حوالوں اور بحث کے لیے وحی حدیث، ۳۲-۴۹۔

Marfat.com

۵۷- وحی حدیث کے مختلف ابواب میں اس دوگانہ وحی الٰہی کے شواہد و دلائل جمع کر دیے گئے ہیں۔

۵۸- مکی سورتوں کے ایک تحقیقی مطالعہ پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تیار ہے اور منتظر طباعت۔

۵۹- کتاب مذکورہ کے مباحث کے علاوہ قرآنیات پر اہم ترین تالیفات ملاحظہ ہوں جسے امام زرکشی، البرھان فی علوم القرآن اور امام سیوطی کی الاتقان کے متعلقہ فصول و ابواب؛ بخاری کی کتب قرآنی جیسے کتاب التفسیر، کتاب فضائل القرآن نیز بدء الوحی وغیرہ۔

۶۰- مکی آیات: سورہ قیامہ: ۱۷-۱۹:.. ان علینا جمعه و قرء انه o فاذا قرأنه فاتبع قرء انهo ثم ان علینا بیانه o ایسی متعدد آیات ہیں جن میں قرآن مجید کی حفاظت و تدوین الٰہی کا وعدہ ہے: سورہ حجر ۶: انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون o البروج: ۱۲-۱۳: بل هو قرآن مجیدo فی لوح محفوظo" وغیرہ نیز حدیث بخاری: ۶ کتاب بدء الوحی میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی اولین آیت کریمہ کی خوبصورت تفسیر ہے۔

۶۱- وحی حدیث کی بحث: سالانہ مذاکرہ قرآنی، ۲،۱۷۲-۱۷۶ وما بعد بحوالہ بخاری/ فتح الباری، کتاب بدء الوحی، باب بلاعنوان: حدیث ۱۹۰۲ مع اطراف کثیر؛ ۱/۴۱-۴۳، ۶/۳۶۷؛ ۶۹۱/۸؛ ۹۲۴/۹: ۵۲-۵۸۔

۶۲- کتب حدیث و سیرت میں بہت سی روایات و احادیث ہیں جو یہ بتاتی ہیں کہ آپ ﷺ نزول قرآن کے بعد صحابہ و صحابیات اور اہل بیت کو بطور خاص آیات منزلہ سناتے اور یاد کراتے تھے اور مشرکین سے ملاقاتوں میں اور دعوتوں میں ان کو بیان کرتے تھے۔ اس کے نتیجے میں اہل ایمان کے علاوہ مشرکین اور خاص طور سے زائرین اور کاروانی بھی ان کو یاد کر لیتے اور ان کی دوسروں سے ترسیل کرتے تھے۔ کاروانی ترسیل ایک کامل تحقیق کی طالب ہے؛ ملاحظہ ہو: بخاری/ فتح الباری، ۱/۱۸۶ و ما بعد: کتاب العلم کی احادیث، حضرت عمرو بن سلمہ نے مسافروں اور قافلے والوں سے اسی طرح قرآن سیکھا تھا اور اپنی قوم کے امام بن گئے تھے حالانکہ صرف چھ سات سال کے لڑکے تھے: بخاری/ کتاب المغازی، فتح مکه۔

۶۳- کتابتِ قرآن مکی کے لیے ملاحظہ ہو کتاب خاکسار 'عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت کا

Marfat.com

باب کاتبین نبوی: مصادر ہیں: بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم؛ باب حفظ العلم وغیرہ۔ ابن سعد، ۲/ ۴۲۸-۴۴۰: ذکر من جمع القرآن نیز ذکر مفتیان عہد نبوی؛ ابن اسحاق وغیرہ ۱/ ۲۱۹ و مابعد نے اسلام عمرؓ کے ضمن میں صحیفہ حضرت خباب بن ارت تمیمی یا صحیفہ فاطمہ و زیدؓ کے علاوہ ایک اور صحیفہ کا ذکر کیا ہے۔ صحیفہ ابن مسعود بہت مشہور ہے۔ متعدد دوسرے مکی صحیفے تھے؛ حافظ محمد سعد اللہ، اردو ترجمہ کاتبان وحی، نقوش رسول نمبر ۱۳۴/۷-۱۹۰۔

۶۴- اس موضوع پر سیر حاصل بحث کے ملاحظہ ہوں خاکسار کے مقالات قرآنی: انزل القرآن علیٰ سبعۃ احرف، مجلہ دراسات دینیہ، علی گڑھ ۱۹۹۱ء؛ یعقوبی، ۲/ ۳۳-۳۵ نے مکی سورتوں کی تعداد ان کی ترتیب نزولی کے مطابق تیار کی ہے۔ ملاحظہ ہو مقالہ خاکسار یعقوبی پر نقوش رسول نمبر جلد اول ۵۶۲ و مابعد۔

۶۵- مکی احادیث کے عنوان سے ایک ضخیم تحقیقی کتاب مرتب ہو چکی ہے جو جلد ہی پیش خدمت ہو گی۔

۶۶- کتاب سیرت ابن اسحاق میں خاص مکی احادیث کا ایک ذخیرہ ہے جسے خاکسار نے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر دیا ہے: ''سیرت ابن اسحاق میں مکی احادیث'' وہ ایک خطبہ کی صورت میں اردو وفاقی یونیورسٹی کراچی میں پیش کیا گیا اور اب جلد ہی شائع ہو گا۔ بخاری / فتح الباری کے کتاب المناقب اور اس کے بعد کے ابواب کا تعلق بھی مکی دور سے ہی ہے اور وہ سب مکی احادیث ہیں۔

۶۷- اس کی احادیث مکی کا ذکر اگلے خطبہ میں آتا ہے۔

۶۸- مکی احادیث احکام ہی کے عنوان سے دوسرا دفتر تحقیق تیار ہے جو جلد چھپے گا۔

۶۹- اس تاریخی رجحان پر پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے اور احادیث کی بحث میں تفصیل ملتی ہے۔

۷۰- مکی دور کے سرمایہ علم قرآن و حدیث وغیرہ بنیادی ہے، یہ ایسی حقیقت ہے جس سے انکار مشکل ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

خطبہ چہارم

مکی دلائل نبوت ومعجزات

عہد مکی نبوی کے واقعات واحادیث دونوں میں ایک اور اصل اصیل سیرت و اسلام دلائلِ نبوت اور معجزات کے باب میں ملتی ہے۔ان کے بارے میں ایک گمراہ کن عقیدہ اور خلط مبحث زاویہ عوام سے زیادہ خواص میں یہ ملتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی منصبی یا ذاتی صفات اور کارگزاریاں ہیں۔دراصل وہ آیات الٰہی ہیں اور خالق ومالک اعلیٰ اور رب العالمین کی قدرت وکارسازی کی نشانیاں ہیں جن کو ظہور میں لانے اور دنیا کو دکھانے پر صرف وہی قادر ہے۔قرآن مجید کی آیات کریمہ میں خواہ مکی ہوں یا مدنی، اللہ رب العزت نے اپنے واضح ارشادات سے یا رسولانِ کرام کے اعلانات کے ذریعہ اس حقیقت کا اثبات کیا ہے، اپنی قدرت کاملہ اور شوکتِ حقہ کے اظہار صریح کے بعد صاحب جلال وجبروت نے یہ حقیقت بھی واضح کردی ہے کہ جب چاہتا ہے اپنی آیات دکھا دیتا ہے۔رسولانِ عظام اور پیغمبرانِ کرام صرف ان کے اظہار کے وسیلے اور واسطے بنتے ہیں اور وہ خود اپنی طاقت وصلاحیت سے ان کے دکھانے پر کسی طرح قادر نہیں۔بعض آیات قرآنی میں اللہ جل جلالہ وعید نما ارشادات میں یہ بھی صراحت فرما دیتا ہے کہ کسی کو اگر ناگوار خاطر ہو تو وہ کسی ذریعہ وحیلہ سے آیات دکھا سکتا ہے تو دکھا دے(۱۷)۔

بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تکوینی نظام کے بعض حقائق ومغیبات کو اپنے رسولوں اور نبیوں کی صداقت کا اثبات کرنے کے لیے عالم بشر کو دکھا بھی دیا۔قرآن مجید میں بہت سی آیات کریمہ میں معجزات الٰہی اور دلائلِ نبوت کا ذکر خیر اسی لاہوتی حقیقت کو ناسوتی عالم میں دکھانے کا ذکر مختلف پیرایوں میں کیا ہے۔وحی الٰہی کی پوشیدہ

Marfat.com

وخفیہ حقیقت کو حدیث وسنت کی صورت میں واقعہ وحقیقت بنا کر پیش کیا اور محدثین کرام نے دلائل نبوت ومعجزات کے مفصل ابواب باندھے (۷۲)۔ان دلائل نبوت ومعجزات الٰہی کا ایک زاویہ تسلسل سنت الٰہی کا ہے کہ اول روز سے پیشرو انبیائے کرام سے رسول آخر الزماں ﷺ تک وہ دکھائے جاتے رہے۔ ان میں جد امجد نبوی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں دلائل نبوت، معجزات، آیات اپنی خاص اندرونی قدر وقیمت کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے نسبت خاص رکھتے ہیں۔اسی نسبت خاص کا ایک حسین وجلیل شاخسانہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ''ابن ذبیح اللہ'' کا لقب دیا گیا کہ جد وبانی خاندان حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مکی معجزات اور آپ کی رسالت ونبوت کے دلائل تمام رسولوں کے ساتھ خاص نسبی و وطنی پیغمبران کے معجزات و دلائل کا سنہری سلسلہ ہیں۔ اور خاتم النبیین وسید المرسلین کی حیثیت سے وہ دلائل نبوت ومعجزات بھی خاتم الدلائل والمعجزات بھی ہیں اور سب سے عظیم وجلیل آیات الٰہی بھی ہیں۔مدنی دور کے معجزات ودلائل کی روایات وتفصیلات محض روایت وترسیل کے ارتقا ووسعت کے سبب ضرور تھی ہے مگر وہ مکی معجزات کی جلالت میں اضافی لگتے ہیں (۷۳)۔

عصمتِ نبوی

قبل بعثت جو حفاظت الٰہی کا تکوینی نظام ولادت سے بعثت تک شان عالی سے فروتر چیزوں سے محفوظ کرتا رہا وہ بعد نبوت عصمت کہلایا۔اللہ تعالیٰ کی یہ سنت متواترہ رہی ہے کہ وہ فرستادوں اور پیغمبروں کو معصوم بناتا ہے کہ وہ مرضی مولیٰ سے سر موانحراف نہیں کرتے اور گناہ سے بچتے ہیں۔ملائکہ اور خاص کر ملکوتی رسولِ وحی حضرت جبریلؑ کی عصمت وصیانت کی مختلف صفات وجہات قرآن مجید کی آیات کریمہ میں بیان کی گئی ہیں۔ان کی امانت ودیانت، قوت وطاقت، عصمت ومعصومیت کی جہات وصفات کا مقصود یہ تھا کہ جناب الٰہی سے قلب محمدی پر تنزیل قرآن وحدیث میں وہ کسی قسم کی کتر وبیونت نہیں کرتے اور ان کی ذاتی قوت وشوکت ایسی ہے کہ کوئی دوسرا

Marfat.com

طاقتور ان پر حاوی ہو کر ان کی امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ یہی ملکوتی عصمت بشری انبیاءِ کرام کو عطا ہوتی رہی کہ وہ بارگاہِ الٰہی سے آئے ہوئے کسی امر و حکم میں کمی بیشی نہیں کرتے اور نہ کوئی ان سے کروا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی عصمت تکوینی کی اس جہت و صفت کو متعدد آیات قرآن کریم میں اور بہت سی احادیث شریفہ میں مسلسل مکی دور میں بیان کیا گیا ہے۔ کبھی یہ پیرایہ اختیار کیا گیا کہ آپ ﷺ اپنی ہوائے نفس سے کوئی نطق نہیں فرماتے اور جو زبان رسالت مآب سے نکلتا ہے وہ وحی ہوتی ہے جو منجانب اللہ آتی ہے۔ شیاطین الانس والجن کی شیطنت بھری ملاوٹ اور اندرون میں کسی تمنا کی کاریگری ہو جاتی ہے تو اسے صاف کر کے خالص کلام و وحی الٰہی محفوظ کر دی جاتی ہے۔ کبھی یہ اظہار بھی لایا جاتا ہے کہ قلب محمدی پر جبریلی واسطہ سے جو پیغام الٰہی اور امر ربانی اتارا جاتا ہے جو قلب مصفّی، مجلّا پر اترتا ہے جس کی تطہیر کی جا چکی۔ جسمانی اور روحانی دونوں لحاظ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تطہیر کامل اور تزکیہ شامل کا ایسا قطعی انتظام اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ خواہش نفس فنا ہو گئی تھی۔ عام طور سے عصمت نبوت کا یہ تصور و نظریہ پیش کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کو گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ کر دیا گیا تھا اور بشریت سے کوئی لغزش ہوتی تو اس کی فوری اصلاح کی جاتی اور شائبہ لغزش محو کر کے خالص وحی و امر الٰہی باقی رہ جاتا۔ یہ محدود انسانی فکر و فلسفہ کا زائیدہ نظریہ و خیال ہے اور فروتر بھی۔ رسول اللہ ﷺ کے معصوم عن الخطاء اور عصمت نبوت کا اصل تصور و فکر یہ ہے کہ آپ ہر طرح سے محفوظ و معصوم بنائے گئے تھے، گناہ کا ارتکاب تو دور کی چیز تھی اس کا خیال بھی حاشیہ خاطر میں نہ آتا اور گناہ، منکر و شر کا سوال کیا پیدا ہوتا۔ آپ کا دل و جگر، جسم و بدن اور ذہن و دماغ کسی فروتر شے کے خیال سے اور اعضاء و جوارح کے ذریعہ اس کے ارتکاب کے ارادہ سے محفوظ کر دیا گیا تھا۔ بشریت کے تقاضوں کے سفلی پہلو کو علوی جہت کے تابع ہی نہیں کر دیا گیا تھا بلکہ اسے رسول بشر کی عظیم ترین بلندی و رفعت عطا کی گئی تھی جس پر ملائکہ رشک کرتے اور خالق ارض و سما فخر فرماتا ہے (۴۷)۔

Marfat.com

معجزہ اعظم

تمام مفکرین اسلام، محققین سیرت وحدیث اور ماہرین قرآن وتفسیر اور دیگر اہل علم کا اتفاق ہے کہ آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن عظیم ہے۔ بلاشبہ معجزات کی فہرست چیدہ اور دلائل نبوت کی تفصیلات حمیدہ میں قرآن مجید نہ صرف سب سے بڑا معجزہ الٰہی ہے۔ بلکہ زندہ جاوید معجزہ ہے۔ قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت، لغوی ومعنوی جہات اور حکمت وعلمیت اور ان جیسی دوسری صفات بلاشبہ اسے مقام اعجاز ورفعت معجزہ دیتی ہیں۔ رسول آخر الزماں ﷺ کی لائی ہوئی کتاب الٰہی کی جامعیت وہمہ گیری اور تمام پیشرو کتب ساویہ کی تعلیمات ومضامین پر اس کی عظیم ترین مشمولیت کا ایک مقام ہے لیکن اس کا سب سے معجز عقل وبیان اور خیرہ کن زاویہ دانش وبینش پہلو یہ حقیقت ہے کہ وہ قیامت تک کے لئے محفوظ و مامون بنایا گیا ہے۔ تمام ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں اور تمام کتابیں جب مفقود یا مرفوع ہوگئیں تو سیپارہ قرآن بن گئیں اور وہی صرف وہی واحد کتاب الٰہی کلام ربانی باقی رہ گیا اور تا قیام قیامت باقی رہے گا اور اپنے صاحب قرآن کی نبوت رسالت اور ختم المرسلین کی شہادت بھی دیتا رہے گا۔

مکی معجزات میں قرآن مجید کو معجزہ اعظم قرار دینے کی وجہ سے بعض سوالات پریشاں اذہانِ انساں وفکر گرداں میں اٹھتے ہیں۔ قرآن مجید کا نزول مکی دور سے مدنی دور تک مسلسل ساڑھے بائیس برسوں تک جاری رہا اور اس کی تکمیل اواخر مدنی دور میں ہوئی لہٰذا مکہ میں تو وہ کامل نہ تھا۔ یہ سوال تمام سوالات پریشاں کا جامع وہمہ گیر ہے اور اسی کا جواب ان سب کا جواب قاطع اور اس کے مکی معجزہ اعظم ہونے کی دلیل جامع ہے۔ نزول قرآن کا آغاز ہی نہیں اس کی بیشتر سورتوں کا نزول بھی مکی عہد کا ہے۔ مکی سورتوں کی تعلیمات اساسی اور مضامین واوامر ونواہی بنیادی ہیں۔ مدنی دور کی سورتوں میں بھی ان اساسی وبنیادی تعلیمات واوامر ونواہی کو دہرایا گیا ہے یا ان پر تفصیلات و جزئیات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اتمام وتکمیل خاص طور سے اکمال دین (الیوم اکملت

Marfat.com

لکم دینکم) کا اعلان مدنی دور میں کیا گیا لیکن وہ اتمام و تکمیل و اکمال ہی تو ہے، اصل قرآن تو مکی ہے، جس طرح اصل دین مکی ہے اور جس طرح اصل شریعت مکی ہے اور ان سب سے زیادہ جس طرح اصل نبوت محمدی و رسالت محمدی مکی دور کی ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ میں مکی قرآن کو قرآن عظیم، القرآن، الفرقان جیسے جامع اسماء گرامی سے یاد کیا گیا ہے، وہ اصل قرآن کی وجہ سے ہے۔ شارحین و مفکرین کا یہ خیال عزیز کہ جزو پر کل کا اطلاق کیا جاتا ہے منطق و فلسفہ کا اصول ہو سکتا ہے۔ اصل حقیقت پر تفصیل و تکمیل کا اضافہ اس کی کلیت کی نفی نہیں کر سکتا۔

معجزہ شق قمر

مکی دور رسالت کا ایک اہم ترین معجزہ شق قمر ہے جس کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ روایاتِ سیرت و حدیث و تاریخ میں کیا جاتا ہے۔ بعض قدیم ترین امامانِ سیرت نے کسی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ ان میں امام ابن اسحاق سر فہرست ہیں اور شارح بخاری نے ان کے قصور ذکر کا حوالہ حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام کے زمانے کے ضمن میں کیا ہے اور اس سے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ شق قمر کا معجزہ مکہ مکرمہ میں ان ہی ایام میں پیش آیا تھا۔ امام بخاری نے باب انشقاق القمر میں چار احادیث بالترتیب حضرات انس بن مالکؓ خزرجی، عبداللہ (ابن مسعود ہذلی)، عبداللہ بن عباس ہاشمی، عبداللہؓ سے بیان کی ہیں۔ ان میں سے احادیث: ۳۸۷۰-۳۸۷۱ء میں مبہم ذکر ہے کہ قمر (چاند) زمان رسول اللہ ﷺ میں شق ہو گیا تھا۔ زمانہ کی تعیین نہیں ہے۔ احادیث: ۳۸۶۸-۳۸۶۹ء میں مکہ اور خاص مقام اور سبب معجزہ کا ذکر ہے: اول الذکر میں وضاحت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کو کوئی نشانی / معجزہ (آیت) دکھائیں: آپ ﷺ نے ان کو قمر (چاند) کو دو ٹکڑوں میں اس طرح دکھایا کہ ان دونوں کے درمیان کوہ حراء حائل تھا۔ حدیث حضرت ابن مسعودؓ میں مزید صراحت ہے کہ جب چاند پھٹا تو ہم نبی ﷺ کے ساتھ منیٰ میں تھے اور آپ ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا: ''لو مشاہدہ کرو'' اور ایک ٹکڑا پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ تابعی حضرت مسروقؒ نے کہا کہ یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا اور حضرت ابن مسعودؓ سے اس کی صراحت دوسری متابع حدیث میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی شرح وتعبیر میں متعدد دوسری کتب حدیث وسیرت سے مزید تفصیلات وجزئیات دی ہیں اور متعدد سوالات وتنقیدات کا جواب دیا ہے۔ ان میں عقلیت پسند فلاسفہ اوران کے جمہور کے اس نقد کی تردید کی ہے کہ اجرام فلکی یا آیات علویہ میں خرق وانخراق اور التہام ونقص کا عمل نہیں وارد ہوتا۔ امام خطابی نے اس کا جواب دیا ہے کہ انشقاق قمر ایک عظیم معجزہ ہے اور معجزات انبیاء میں کوئی اس کا مساوی نہیں ہے کیونکہ وہ ملکوت سماوی میں واقع ہوا تھا۔ عقلی استدلالات اور معجزاتی استشہادات کے طول طویل مباحث کا خاتمہ صرف اس تبصرہ وفکر علماء سے ہوسکتا ہے کہ خود نبوت ورسالت اور اس سے وابستہ اہم ترین حقائق جیسے وحی، نزول جبریلؑ، تنزیل کتاب وحدیث وغیرہ بجائے خود عقل وقیاس اور منطقی وفلسفیانہ استدلالات سے ماوراء ہیں۔ معجزات کا مقصد رسالت محمدی پر دلیل وشہادت آسمانی قائم کرنا تھا اور مطالبہ کرنے والوں کی زبانیں بند اور عقلیں گم کرنا تھا اور ان کی نگاہ بصیرت کھولنا تھا۔ مذکورہ بالا صحابہ کرام میں بیشتر مکی سابقین اولین کا یہ بھی عقیدہ وخیال ہے کہ اسی معجزہ شق قمر کا ذکر سورہ قمر: ''اقتربت الساعۃ وانشق القمر'' میں بھی ہے۔ وہ ان صحابہ کرام کے خیال سے اتفاق نہیں کرتے جو اس آیت سے قیامت میں چاند کے پھٹنے کا حادثہ مراد لیتے ہیں کہ معجزہ شق قمر اصلاً قرب قیامت کی ایک دلیل ہے جیسے رسالت محمدی کو قرب قیامت کی ایک دلیل بنایا گیا ہے۔ معجزہ شق قمر نے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ کیا مگر اہل شقاق ونفاق اپنی عادت کفر پر ڈٹے رہے (۷۶)۔

قبولِ اسلامِ صحابہ میں معجزہ نبوی کی تاثیر

مکی دور نبوی میں بعض معجزات نبوی اور آیات الٰہی نے تکوینی طور سے متعدد اکابر قریش اور سابقین اسلام کے قبول اسلام کی راہ ہموار کی، شق قمر کے معجزہ کے بیان

Marfat.com

مذکورہ بالا میں حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام کا ذکر اس کے زمانے کی تعیین کے حوالے سے اوپر حافظ ابن حجرؒ کی تشریح میں ہے: امام بخاری نے اس سے معاً قبل حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام کا واقعہ مختلف احادیث کے حوالے سے بیان کیا ہے: ۳۸۶۳۔۳۸۶۷۔ان میں سے حدیث: ۳۸۶۶ میں جاہلی دور کے ایک کاہن اپنے دین جاہلی پر عمل پیرا ہونے اور کہانت کے بل پر ایک پیش گوئی کرنے کا ذکر کیا گیا ہے جو مقفی زبان میں ہے۔اس پر آنے والی جنی نے کہا تھا:" الــم تــر الـجــن وابــلا۔۔۔" حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق کی اور مزید فرمایا: میں اسی دوران ان کے معبودوں کے پاس محوخواب تھا جب ایک شخص اپنے بیل کے ساتھ آیا اور اسے ذبح کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک چیخنے والے نے اتنی بلند آواز میں چیخ ماری کہ اس سے زیادہ تیز آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی اور وہ کہہ رہا تھا:" یـا جلیح ، امر نجیح ، رجـل فصیح یقول: لا اله الا الله" قوم دوڑ پڑی اور میں نے دل میں کہا کہ جب تک اس واقعہ کی کنہ نہ جان لوں اپنی جگہ سے نہ ٹلوں گا۔پھر اس نے وہی ندا لگائی:" یـا جلیح ، امر نجیع ، رجل فصیح ، یقول ، لا اله الا الله" پھر جیسے ہی میں کھڑا ہوا اور ہم سب چلنے کو تھے کہ کہا گیا: یہ نبی ہیں:" هذا نبی"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی شرح حدیث میں طبرانی و حاکم وغیرہ کتب حدیث سے مذکورہ بالا کاہن کو سواد بن قارب دوسیؓ نے شناخت کیا ہے جو کاہن تھے اور خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تھے اور اسلام بھی لے آئے تھے۔شارح موصوف نے متعدد دوسری روایات سے ان کے واقعہ کی مزید تقویت تلاش کی ہے۔بہر حال ان کے جن / جنی خاتون نے دلائل نبوت میں سے ایک کا یوں ذکر کیا تھا کہ جنات اور کاہنوں کو آسمانی خبروں کے سرقہ سے روک کر مایوس و پریشان کر دیا گیا۔اور اس سے ان کو ایک منتظر نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد و بعثت کا عندیہ ملا اور وہ اس کے زیر اثر اسلام لے آئے۔جنات کے بارے میں اس پابندی کا ذکر قرآن میں بھی ہے جیسے سورہ جن وغیرہ میں اور دوسری احادیث و روایات سیرت میں بھی ہے اور ان کو اخبار

Marfat.com

الجن والکہان کے عنوان سے اعلام نبوت میں امامانِ سیرت وحدیث نے بیان کیا ہے۔ حضرت سواد بن قارب دوسیؓ کے اخبار جنّی کی تصدیق حضرت عمرؓ نے اپنے واقعہ منام ومشاہدہ بیداری سے کی جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک بیل کے جوف سے اور بعض روایات کے مطابق مذبوحہ بیل کے پیٹ سے یا اس کے ذبح کے وقت کے کسی خارجی نداء سے آپ کی بعثت اور اقرار توحید کی ندائے غیبی سنی۔ امامان سیرت وحدیث نے اس کو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے اسباب میں سے شمار کیا ہے کہ اس معجزہ نے ان کو سوچنے پر مجبور کردیا تھا (۷۷)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ کے قبول اسلام میں ایک اور معجزہ نبوی کی کارسازی وکارفرمائی کا ذکر متعدد امامانِ حدیث وسیرت نے کیا ہے۔ صحابی موصوف ایک سردار مکہ عقبہ بن ابی معیط اموی اور غالباً دوسرے اکابر کے مویشی چرانے کا کام کرتے تھے اور اجرت پر حسب روایت رعی غنم کیا کرتے تھے۔ آغاز رسالت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ آپ ﷺ کی ملاقات ان سے کسی چراگاہ مکہ میں ہوئی۔ پیاس وگرمی سے دونوں بزرگوں کا حال خستہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان کے طلبِ دودھ پر امانت کا اظہار کیا کہ وہ مالکوں کی اجازت ومرضی کے خلاف کسی بکری کا دودھ نہیں پیش کرسکتے۔ آپ نے ان سے ایک بن بیائی بکری طلب کی اور معجزاتی طور سے اس کے تھنوں سے دودھ نکالا اور نوش فرمایا۔ حضرت ابن مسعودؓ رسالت محمدی ﷺ پر ایمان لے آئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ اور طلحہ بن عبیداللہ تیمیؓ اور بعض دوسرے اصحاب مکہ بھی عیسائی راہبوں کی بشارتوں کے سبب اسلام لائے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے قبول اسلام کی روایات واحادیث بخاری وابن اسحاق وغیرہ میں بہت تفصیل سے آئی ہیں۔ وہ صحیح دین ربانی کی تلاش میں اپنے وطن سے شام کے مختلف شہروں میں کئی راہبوں اور عالموں سے دین ابراہیمی کے آخری رسول ﷺ کی نوید سنتے ہوئے بالآخر یثرب میں مکی دور میں ہی آپہنچے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اپنی غلامی اور بے کسی کے سبب مکی دور میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات نہ کرسکے لیکن ان کی تلاش حق تو قدیم دور کی

Marfat.com

تھی۔ حضرت طلحہ تیمیؓ کا واقعہ ہے کہ شام کے ایک شہر میں کسی عالم عیسائی نے ان کو بعثت محمدی کی نوید سنائی اور اسے سن کر وہ وطن کو روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ کے سابقین اولین میں شامل ہوئے۔

حضرت خالد بن سعید امویؓ نے خواب حق میں دیکھا کہ وہ ایک خندق آتش وعذاب کے کنارے کھڑے ہیں اور ان کا باپ ابواحیحہ سعید بن العاص ان کو اس آگ میں ڈھکیلنا چاہتا ہے کہ ناگاہ رسول ﷺ تشریف لائے اور کمر سے پکڑ کر ان کو کندہ آتش بننے سے بچالیا۔ انہوں نے بیدار ہو کر اسے سچا خواب سمجھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آکر ملاقات کی اور خواب کا حال سنایا اور ان ہی کے مشورے پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی دعوت پر اسلام لائے تھے مگر ان کو تین دن قبل ایک رؤیاء صادقہ نے تاریکی سے نکال کر آفتاب رسالت اور ماہتاب نبوت کی روشنی میں پہنچادیا۔

حضرت عثمان بن عفان امویؓ اور بعض دوسرے مکی سابقین اولین کے قبول اسلام میں رویائے صالحہ، احبار کاہنہ اور مبشرات اخبار کی تاثیر کی روایات ہیں۔ مبشرات کی تاثیر اور ان کے سماجی و دینی کارگزاری کا ذکر حضرت زید بن عمرو بن نفیل جیسے حنیف واحد اور ان کے فرزند حضرت سعیدؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ملتا ہے۔ ان مبشرات اور بشارات کی تاثیر کی بہرحال ایک اہمیت ہے اور وہ یہ کہ مکی دور میں اس نے متعدد اصحاب کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی (۷۸)۔

واقعہ اسراء

عام طور سے سیرت نگار اور محدثین کرام اور علماء اسلام واقعہ اسراء کو واقعۂ معجزہ معراج کے ساتھ ملا کر توام معجزات بتادیتے ہیں۔ دیدہ بینا اور بصیرت باطنی کے حاملین کرام نے ان دونوں کو دو الگ الگ واقعات و معجزات کی حیثیت سے بیان کیا ہے اور

Marfat.com

وہی واقعیت کے معاملات ہیں۔امام بخاری نے واقعہ اسراء کو الگ واقعہ معجزہ بنا کر پیش کیا ہے کہ غالباً اس میں طے ارض اور کمترین مدت میں جسم و روح کے ساتھ سفر مبارک کا ذکر ہے۔ واقعہ معراج اگرچہ اسی واقعہ اسراء کے معاً بعد کا معجزہ ہے لیکن وہ زمین و آسمان کی حدود کو عبور کرنے اور آسمانوں کی پہنائیوں کو چیر کر لاہوتی حقایق کا مشاہدہ ہے۔امام موصوف نے بہر حال باب حدیث الاسراء اور آیت سورہ اسراء: کی سرخی کے تحت صرف ایک حدیث ۳۸۸۶ حضرت جابر بن عبداللہ خزرجیؓ سے نقل کی ہے۔اور سورہ اسراء کی تفسیر میں اور دوسری احادیث و روایات میں اس کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ حافظ شارح نے کافی مفصل و مدلل شرح و بحث ان مقامات پر کی ہے(۷۹)۔

واقعہ اسراء کی آیت کریمہ ہے: "سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بٰرکنا حوله لنریه من اٰیتنـاانه هو السمیع البصیر o" امام بخاری نے کتاب التفسیر کے "باب اسریٰ بعبدہٖ" میں دو احادیث: ۴۷۰۹۔۴۷۱۰، حضرت ابو ہریرہ دوسیؓ اور جابر بن عبداللہ خزرجیؓ سے روایت کی ہیں۔ یہ دونوں مدنی دور کے صحابی ہیں اور اول الذکر متاخر مدنی دور کے۔ اول الذکر صحابی جلیل سے حدیث ۳۸۸۶ کا مضمون قریب قریب یکساں ہے۔تفصیلات سے قطع نظر، اس عظیم الشان معجزہ کا لب لباب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا تا کہ آپ کو ارض مقدس کے اردگرد بکھری ہوئی آیات الٰہی کا مشاہدہ کرایا جائے۔آپ نے واپسی پر اپنے اس سفر مقدس کا ذکر صحابہ اور اکابر مکہ کے سامنے کیا تو اہل ایمان نے تصدیق کی اور اہل کفر نے انکار۔ حدیث اسراء کے مطابق آپ نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں نے مقام حجر میں کھڑے ہو کر دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے روشن و موجود کر دیا اور میں اس کی آیات کو اپنے اس مشاہدہ کشف سے بیان کرتا رہا۔ دوسری روایات و احادیث و تشریحات سے اس مبہم بیان کی وضاحت ملتی ہے۔

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی غالباً اکابر قریش سے

Marfat.com

اعتراف پہلے کرایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں کبھی ایلیا/بیت المقدس کا سفر نہیں کیا۔

۲۔ کشف الٰہی سے جب بیت المقدس اور ارض مبارک نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے سامنے موجود کر دی گئی اور آپ ﷺ نے ان کے سوالات کے جوابات میں تمام ارضی حقائق بیان کئے تو کفارِ قریش کے اکابر و عوام دونوں کو سخت تعجب ہوا اور ان کی طعن آمیز زبانیں بند ہو گئیں۔ تصدیق رسالت کے ساتھ اہل ایمان کے ہاتھ ایک اور دلیل نبوت آ گئی۔

۳۔ حضرت صدیقؓ نے منطقی اور ایمانی استدلال یوں فرمایا تھا کہ ہم تو اس سے زیادہ عجیب و صحیح امر پر ایمان لائے کہ آپ ﷺ پر وحی و کلام الٰہی کے نزول کو تسلیم کر لیا (۸۰)۔

واقعہ معراج

بخاری حدیث: ۳۸۸۷ حضرت مالک بن صعصعۃ بن وہب نجاری مدنیؓ سے مروی ہے جیسے متعدد دوسرے اطراف بخاری ان ہی سے منقول ہیں۔ بعض دوسرے مدنی صحابہ کرام سے بھی متعدد روایات واحادیث دوسری کتابوں میں بھی آئی ہیں اور وہ سب اصلاً کسی مکی صحابی یا رسول اللہ ﷺ کی زبان کی روایات ہیں۔ تمام احادیث و روایات معراج کا بیان طولِ کلام اور علمی و تحقیقی طوالت کا باعث ہو گا جس کا سر دست مقام نہیں لہٰذا صرف بنیادی نکات پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت جبرئیلؑ آپ ﷺ کو خانہ کعبہ کے قطعہ حطیم سے یا مسجد حرام کے مقام حجر سے بحالت بیداری لانے کے لئے آئے۔

۲۔ براق نامی ایک تیز رفتار جانور پر آپ کو سوار کیا جو انتہائی تیز رفتاری سے محو پرواز ہوا۔ حضرت جبریلؑ اپنے پروں پر محو پرواز تھے۔

۳۔ وہ آپ ﷺ کو آسمان دنیا پر لے گئے جہاں اعزاز و تکریم کی خاطر آپ

Marfat.com

کے بارے میں سوال و جواب ہوئے۔ وہاں حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی۔

۴۔ آسمان دنیا سے دوسرے آسمان پر تشریف آوری پر آپ ﷺ کا خیر مقدم کیا گیا۔ وہاں حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے جو خالہ زاد تھے کلام وسلام ہوا۔

۵۔ تیسرے آسمان میں عروج پر اسی طرح ملکوتی استقبال کیا گیا اور وہاں انبیاء کرام میں سے حضرت یوسفؑ سے تعارف و کلام ہوا۔

۶۔ آسمان چہارم پر ملکوتی خیر مقدم کے بعد حضرت ادریسؑ سے ہمکلامی اور ملاقات باہمی کا شرف ملا۔

۷۔ پانچویں آسمان پر صعود ہوا اور حسب روایت خیر مقدم ہوا اور وہاں حضرت ہارونؑ سے ملاقات رہی۔

۸۔ آسمان ششم پر خیر مقدمی کلمات کے بعد حضرت موسیٰؑ سے سلام و کلام کے بعد آپ نے اپنے قدم آگے بڑھائے تھے کہ وہ گریہ کناں ہو گئے۔ استفسار پر وجہ گریہ بیان کی کہ میرے بعد ایک نوجوان (غلام) مبعوث ہوا اور اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ داخلِ جنت ہوں گے۔

۹۔ ہفتم آسمان پر عروج ہوا اور خیر مقدم اور والہانہ استقبال ہوا اور وہاں جدامجد حضرت ابراہیمؑ سے تعارف کرایا گیا اور سلام و کلام رہا۔

۱۰۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کے مقام تک عروج و رفعت بخشی گئی جہاں چار نہروں میں سے دو باطنی تھیں اور دو ظاہری۔ حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ دونوں باطنی نہریں جنت میں ہیں اور دونوں ظاہری نہریں نیل و فرات ہیں۔

۱۱۔ پھر مجھے بیت معمور تک رفعت و عروج عطا کیا گیا۔ وہاں میرے سامنے ایک جام شراب اور دوسرا پیالہ شہد پیش کیا گیا اور تیسرا قدحہ دودھ کا تھا۔ میں نے اپنے اختیار تمیزی سے دودھ کا قدحہ لے لیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے تعبیر کی کہ یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ ﷺ کی امت ہیں۔

Marfat.com

۱۲۔ پھر مجھ پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں" ثم فرضت علی الصلوٰۃ خمسین صلاۃ کل یوم"۔

۱۳۔ اس کے بعد میں واپس ہوا اور حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا: آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے روزانہ پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: آپ کی امت پچاس نمازوں کی استطاعت نہیں رکھتی۔ آپ سے قبل میں نے لوگوں کا تجربہ کیا ہے اور بنو اسرائیل کا شدید ترین معالجہ کیا ہے لہذا آپ اپنے رب کے پاس واپس جا کر اپنی امت کے لئے تخفیف کی التجا کریں۔

۱۴۔ میں واپس ہوا اور درخواست پیش کی تو دس کی تخفیف کر دی گئی۔ حضرت موسیٰؑ سے کئی بار ملاقاتوں اور مشوروں کے بعد اسی طرح وضع کی جاتی رہیں حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں روزانہ کی رہ گئیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر اپنے تجربہ اور معالجہ کے حوالہ سے مزید تخفیف کی التجا کرنے کی نصیحت کی مگر میں نے کہا: میں نے بار بار اپنے رب سے سوال تخفیف کیا، اب مجھے حیاء آتی ہے لہٰذا مجھے جو حکم ملا ہے اس پر راضی ہوں اور خوش بھی۔

۱۵۔ ان کے پاس واپسی سے جب میں گزرا تو ایک منادی کی آواز آئی: میں نے اپنا فریضہ عائد کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف بھی کر دی۔

بخاری کی مذکورہ بالا حدیث کے علاوہ معراج کی متعدد احادیث ہیں جو بخاری میں اطراف کی شکل میں مختلف کتب کے متعدد ابواب میں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ مسلم وغیرہ تمام کتب حدیث میں بھی متن کے اختلاف کے ساتھ موجود ہیں اور کتب سیرت وسوانح میں بھی۔ ان کے اختلافات کے علاوہ احکام ومعاملات کے بیانات سب سے زیادہ امام ابن اسحاق کی مختلف صحابہ وصحابیات کی روایات معراج میں ہیں اور ان کی متعدد احادیث اسراء ومعراج بخاری کی احادیث کے حمائل ہونے کے علاوہ ان کے صحابہ ورواۃ بہت اہم ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے:

Marfat.com

۱۔ پانچ نمازوں کو پچاس نمازوں کے مساوی قرار دیا گیا کہ قول الٰہی میں تبدل نہیں ہوتا اور اسی سے یہ اصول بھی طے ہوا کہ جو شخص ایک نیکی کرے گا اسے دس نیکیوں کا ثواب و اجر عطا کیا جائے گا اور برائی پر صرف ایک گناہ کا عذاب عائد ہوگا۔ مزید برآں اگر کسی نے نیکی کا ارادہ ہی کیا اور اس پر عمل نہ کیا تو بھی اسے ایک نیکی کا اجر ملے گا اور برائی کا ارادہ کر کے عمل نہ کیا تو کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

۲۔ آخر میں رسول اللہ ﷺ کو سورہ بقرہ کی آخری آیات کی بشارت دی گئی۔

۳۔ امت محمدی کے ان گناہگاروں کو جو شرک نہ کریں بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب پر بھی مغفرت کی بشارت و نوید سے نوازا گیا۔

۴۔ مختلف انبیاء کرام کے شمائل آپ نے نہ صرف ملاحظہ فرمائے بلکہ ان کو بعد میں بیان فرمایا۔ یہ شمائل الانبیاء کی احادیث بہت معنی خیز ہیں کہ ان میں سے متعدد حضرات کو معروف و دیدہ اکابر عرب و قریش اور رجال قبائل کے مماثل قرار دیا گیا۔ صحابہ کرامؓ کی تفہیم شخصیات و لفظیات کا یہ ایک عظیم خزینہ ہے۔

جنت و جہنم کے مقامات اور ان کے باسیوں کا ایک حقیقی و تمثیلی نظارہ آپ ﷺ کو اسی سفر معراج میں کرایا گیا تھا۔ ان کی تفصیلات و جزئیات بھی کافی ہیں۔ ان کے بنیادی اور قابل تقلید نکات اور ان پر مبنی احکام و اوامر و نواہی حسب ذیل ہیں:

۱۔ جنت کے انعامات میں سے حضرت عمر فاروقؓ کے خاص محلات اور ان کی جنتی حوروں کا بیان بہت خاص معانی کا حامل ہے۔ اسی طرح حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کی جنتی حور آپ نے دیکھی اور واپسی پر صحابی موصوف کو اس کی بشارت دی۔

۲۔ جنت کی زمین، پھل پھول اور دوسری عجائبات کا ذکر نبوی ﷺ بھی دلآویز ہے۔

۳۔ محسنین اور صالحین اور ان کے سرخیل انبیاء کرام ﷺ کے ثواب و اجور کا

Marfat.com

ذکر حسنات کے اخروی انعامات کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

جہنم کے حالات واحوال میں ان گناہگاروں کے عذاب وعقاب کا ذکر ہے جو مختلف مظالم دنیاوی زندگی کرتے رہے تھے جیسے:

۱۔ یتیموں کے اموال ظلم سے کھانے والے اپنے ہاتھوں ہی اپنے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

۲۔ دوسرے اموال حرام کھانے والوں کو اور حلال اموال چھوڑنے والوں کو سخت عذاب سے دوچار ہونے کا ذکر امام حلبی کی روایت اسراء میں ہے۔

۳۔ سود وربا کھانے والے اشخاص اپنے اونٹوں جیسے بڑھے ہوئے پیٹوں (بطون) کے ساتھ آتش دوزخ میں جل رہے تھے۔

۴۔ بدکاری کرنے والوں اور اپنی ازواج کو چھوڑ کر حرام کاری کرنے والوں کا انجام یہ ہوگا کہ وہ گندی بدبودار چیزیں کھا رہے ہوں گے۔

۵۔ دوسروں کی اولاد کو اپنے شوہروں کی اولاد بتانے والی عورتوں کا حال بدیہ ہوگا کہ وہ اپنے پستانوں کے بل لٹکی ہوں گی۔

اسراء ومعراج کی تمام احادیث وروایات سیرت کا تجزیاتی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا رکن اعظم نماز/صلوٰۃ اپنی پنجگانہ صورت میں فرض کیا گیا اور شب معراج کی صبح حضرت جبریلؑ نے پانچوں نمازیں اول اوقات میں پڑھائیں اور دوسری صبح اواخر اوقات میں اور نسخہ اعتدال وطریقہ میانہ روی بتایا کہ ان دونوں اطراف اوقات کے درمیان نمازوں کے اوقات ہیں اور ان ہی کے مابین ان کو ادا کروا کر کے عملی تعلیم دی۔ دوسری تفصیلات آگے آتی ہیں۔ نماز کے علاوہ حسنات و سیئات کے اصول الٰہی بیان کئے جن کی تصدیق حرف بحرف متعدد مکی آیات کریمہ سے ہوتی ہے۔ حرام ارتکابات جیسے یتامیٰ کے اموال اور حرام اموال کھانے، سود کھانے اور بدکاری کرنے اور بدکاری کی اولادوں کا نسب بدلنے وغیرہ کی حرمت کی احادیث بیان کیں (۸۱)۔

Marfat.com

حواشی

۷۱- معجزات نبوی دراصل آیات الٰہی ہیں اور اسی حیثیت سے ان کا ذکر قرآنی آیات میں ہے۔ چند مکی آیات معجزات: انعام:۳۵: ان کان کبر علیك اعراضهم فان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض اوسلما فی السماء فتاتیهم باية "؛ سورہ انعام:۳۷: . قل ان الله قادر علی ان ینزل اية الخ ؛ یہی حقیقت سورہ یونس:۲۰ وغیرہ میں دہرائی گئی ہے۔ سورہ غافر:۷۸ کی آیت بہت واضح ہے: وما کان لرسول ان یاتی باية الا باذن الله '' اور اسی کا خالص مدنی روپ ہے سورہ رعد:۳۸: الفاظ یکساں ہیں۔ ان تمام آیات کا تقابلی اور تجزیاتی مطالعہ ایک اہم خدمت ہوگی۔

۷۲- ابن سعد ا/۷۱-۸۰ ومابعد ذکر علامات النبوة فی رسول اللهﷺ قبل ان یوحی الیه، ۸-۹۱: ذکر علامات النبوة بعد نزول الوحی علی رسول الله ﷺ؛ تمام کتب سیرت میں معجزات نبوی کے ابواب خاص ہیں اور ان میں سے بعض میں یہ دوگونہ تقسیم بھی ملتی ہے۔

بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام جس میں زیادہ احادیث مدنی دور کی ہیں۔ بہر حال حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری، ۶/۷۰۹ ومابعد میں مکی دور کے معجزات کا خاصا ذکر ابن اسحاق، حاکم وغیرہ سے کیا ہے۔

۷۳- بحث و تفصیل کے لیے بخاری/فتح الباری، ۶/۴۳۵ ومابعد؛ کتاب احادیث الانبیاء ملاحظہ ہو۔ اس میں واقعات کے ساتھ معجزات انبیاء کرام کا بھی ذکر ہے۔

۷۴- اس پر بحث وحی حدیث اور بعثت سے قبل عصمت نبوی میں گزر چکی ہے۔ متعدد آیات قرآن اور احادیث میں بھی اس کی شہادتیں محفوظ ملتی ہیں۔ عصمت انبیاء کرام اور خاص کر

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کی عصمت خاصہ پر متعدد کتب و مقالات علماء ہیں۔ان میں بھی اصل مآخذ ہیں: امام رازی و امام غزالی کے مباحث عصمت، ابن حزم اندلسی، الفصل فی الملل والنحل چہارم کا باب؛ قاضی عیاض الشفاء کی قسم ثالث اور اس کی شرح خفاجی؛ ابوزید بلخی: کتاب عصمۃ الانبیاء۔متاخرین میں ہیں: سید سلیمان ندوی جلد سوم جو معجزات پر ہے؛ دوست محمد کابلی، تحفۃ الاخلاء فی عصمۃ الانبیاء وغیرہ۔

۷۵۔ تمام سیرت نگاروں، محدثین ومفسرین اور علماء کا اجماع ہے کہ قرآن مجید آپ ﷺ کا معجزہ اعظم ہے۔حلبی، ۳/۳۹۰-ومابعد: باب ذکر نبذه من معجزاته میں مختلف مصادر و مآخذ سے ان تمام معجزات اور خاص کر اعظم معجزاتہ القرآن پر بحث کی ہے؛ معجزات کا بیشتر ذکر یک سطری ہے اور بعض بعض کا کافی مفصل؛ کاندھلوی جلد سوم کا باب معجزات۔

۷۶۔ بخاری/ فتح الباری، ۶/۱۷ومابعد: باب سوال المشركين ان يريهم النبى ﷺ آية فاراهم انشقاق القمر؛ سلیمان ندوی اور کاندھلوی کے مباحث معجزات؛ جلد اول میں معجزہ شق القمر کی بحث؛ نیز بخاری/ فتح الباری، ۷/۲۲۹-۲۳۵: انشقاق القمر پر مفصل بحث۔

۷۷۔ بخاری/ فتح الباری مذکورہ بالا۔

۷۸۔ مذکورہ بالا صحابہ کرام کے قبول اسلام کی روایات واحادیث کتب سیرت وحدیث میں۔

۷۹۔ بخاری/ فتح الباری، ۷/۲۴۷-۲۵۲: حدیث الاسراء؛ تمام روایات واحادیث اسراء کے لیے وحی حدیث: ۱۱۳-۱۳۵۔

۸۰۔ بخاری/ فتح الباری ، ۷/۲۵۲-۲۷۳: المعراج؛ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/۲۹-۳۸: ذکر الاسراء والمعراج ایک ساتھ ہے اور اس میں مختلف صحابہ کرام کی روایات الگ الگ بیان کی ہیں؛ وحی حدیث، ۱۱۳-۱۳۵۔

۸۱۔ یہ مختصر نکات اسراء ومعراج اور احکام اسلام ہیں۔ان پر مزید بحث کے لیے وحی حدیث مذکور بالا اور مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کے ارتقا کی متعلقہ بحث۔

Marfat.com

Marfat.com

خطبہ پنجم

مکی دور میں دین وشریعت اسلامی کا ارتقاء

یہ الٰہی تقدیر کا ایک حکیمانہ فیصلہ بھی تھا کہ سید الانبیاء اور خاتم النبیین ﷺ کی مبارک زندگی مکی اور مدنی دو ادوار میں گزرے۔ مکی دور میں آپ ﷺ اور امت مسلمہ بطور اقلیت ایک کافرانہ نظام میں رہے اور اس دورِ اقلیت کے لئے خاص احکام دیے گئے۔ مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور امت اسلامی نے غالب اکثریت کی حیثیت سے اور بطور حکمران زندگی گزاری اور اس دور کے لئے الگ یا اس کے تقاضوں کے مطابق احکام وقوانین دیے گئے۔ مکی دور سے ہی دین وشریعت کا ارتقاء شروع ہوا۔ اور مدنی دور میں اس کی تکمیل ہوئی۔ قرآن وحدیث کے تجزیاتی مطالعے اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام بنیادی احکام دین مکی دور میں دیے گئے۔ اس کی اہم ترین وجہ یہ تھی کہ یہ بنیادی احکام دین وشریعت آفاقی وعالمی نوعیت کے ہیں اور مسلم امت خواہ اقلیت میں ہو یا اکثریت میں ان کو بجالانے کی پابند (مکلّف) ہے۔ اگر کسی قدر دونوں ادوار کے احکامُ وقوانین میں فرق ہے تو وہ تفصیلات و تکمیلات کا ہے یعنی جزوی ہے۔ مگر نہ جانے کیسے یہ غلط فہمی عام ہوگئی کہ اسلامی شریعت کے سارے احکام مدنی دور میں دیے گئے اور مکی دور میں صرف اخلاقی تعلیمات ہی تھیں۔ قرآن وحدیث اور سیرت وتاریخ کی کتابوں اور ماخذوں کے علاوہ اسلامی دین وشریعت کا تسلسل از حضرت آدمؑ تا فخر آدم ﷺ اور عہد بہ عہد ارتقاء بھی بتاتا ہے کہ تمام دینی وتشریعی قوانین روز اول سے چلے آرہے تھے اور ارتقا پذیر ہوتے رہے تھے۔ علماء اسلام اور سیرت نگاروں میں سے بیشتر نے اس اہم ترین جہت دین و

Marfat.com

شریعت کا صحیح ادراک نہیں کیا ہے۔اس پر مفصل بحث خاکسار کی کتاب ''مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقا'' پیش کرتی ہے۔

ہمارے متعدد مفسرین ومحدثین اور محققین نے اس حقیقت کو بخوبی سمجھا اور اسے ''اصل'' کی اصطلاح سے واضح کیا ہے۔ان میں امام ابن کثیر دمشقی نے تفسیر قرآن اور امام شاطبی نے اپنی مواخطات بہت مفصل اور وضاحت کے ساتھ اس اصل دین وشریعت پر بحث کی ہے(۸۲)۔ایک اور بات بھی اس باب میں سمجھنی ضروری ہے کہ دین وشریعت کا باہمی رشتہ عام وخاص کا ہے۔دین عام اور وسیع ترین ہے۔اور شریعت یعنی قانون اس کا ایک حصہ خاص ہے یا اسی میں شامل اور داخل ہے۔شریعت دراصل دین پر چلنے کے طریقے کا نام ہے۔ان دونوں کے تعلق سے ایک اور غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ دین اسلام تو تمام پیغمبروں کا یکساں ہے اور وہ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ کامل ہوا،لیکن شریعت (جمع شرائع) میں اختلاف رہا اور وہ اور اس کے اسباب مقامی،قومی اور احوال وظروف کے تقاضوں کی بنا پر تھے۔شریعت یا شرائع کا اختلاف بھی بہت محدود ہے اور اتنا وسیع وعریض نہیں ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے ترجمہ القرآن کے حواشی اور حجۃ اللہ البالغہ میں واضح کیا ہے(۸۳)۔

عقائد

اسلام کے تین بنیادی عقائد۔توحید،رسالت،آخرت۔اور ان کے تمام ضمنی عقیدے جیسے کتابوں،فرشتوں،اور تقدیر،جنت وجہنم،مرنے کے بعد زندہ ہونے اور قیامت کے دن حساب وکتاب اور سزا وجزا وغیرہ پر ایمان رکھنا اول روز سے ہیں۔ان پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ قرآن وحدیث اور سیرت وتاریخ سے اس کی اتنی شہادتیں ہیں کہ ان کا شمار نہیں(۸۴)۔

طہارت

دین حنیفی میں جسم اور کپڑوں کو پاک صاف رکھنے کا تصور وعمل دونوں تھے۔

Marfat.com

جاہلی عرب وضو، غسل طہارت و جنابت سے واقف تھے اور حیض و نفاس کے مسائل بھی جانتے تھے۔ شریعت اسلامی نے ابتداء ہی سے طہارت کے احکام عطا کئے۔ سورہ مدثر: ۴ میں کپڑوں اور جسم دونوں کو پاک رکھنے کا حکم ہے۔ حدیث سے آپ ﷺ نے ان کی تفصیل بیان کی اور دین حنیفی کے احکام کی تصحیح کی۔ وضو کا طریقہ سکھایا ور پاکی کے لئے غسل اور جنابت سے صفائی کے لئے غسل کے احکام بتائے۔ عورتوں کی ماہواری (حیض) اور ولادت کے بعد کی گندگی (نفاس) سے صفائی کے طریقے کی اصلاح کی کہ ان سے سارا بدن دھونا ضروری ہے مگر ہاتھ پیروں سے پکڑی ہوئی چیزیں اٹھانے، کھانے پکانے اور دوسرے کاموں کی اجازت ہے کہ وہ گندگی نہیں ہوتی جیسا کہ اپنی انا حضرت ام ایمنؓ کو ان کے زمانہ حیض میں چھوٹی چٹائی دینے کے سلسلہ میں بتایا تھا۔ ان کے علاوہ دس کم از کم یا ان سے زیادہ خصال فطرت تھیں جو تمام انبیاء کرام کی سنتیں رہی تھیں۔ ان پر بھی عربوں کا عمل تھا اور اسلامی مکی شریعت میں بھی وہ شامل تھیں۔ داڑھی رکھنا، مونچھیں کتروانا، ناخن ترشوانا، ناک، بغل اور زیر ناف کے غیر ضروری بالوں کو صاف کرنا، کلی کرنا، مسواک کرنا، منہ دھونا، ناک میں پانی ڈالنا، ختنہ کروانا وغیرہ شامل تھیں۔ (۸۵)

ارکان اسلام

زیادہ بے خبری ارکان اسلام کے بارے میں ہے۔ حدیث نبوی کے مطابق اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: توحید و رسالت، صلوٰۃ (نماز)، زکوٰۃ، حج اور صیام (روزے) پر۔ عقل و منطق بتاتی ہے کہ جب اسلام تمام رسولوں کا دین ہے تو ان کے اسلام میں بھی یہ پانچوں بنیادی اصول تھے۔ ارکان میں سے چاروں۔ نماز، زکوٰۃ، حج اور روزے۔ بھی ان کی شریعت و دین میں تھے۔ اگر ان چاروں ارکان اسلام کو تمام پیغمبروں کے دین میں شامل و داخل نہ مانا جائے تو ان کا اسلام ناقص اور ایمان ادھورا رہ جائے گا اور یہ بالکل حقیقت کے خلاف ہوگا۔ قرآن مجید اور حدیث

Marfat.com

دونوں میں بہت وضاحت سے ملتا ہے کہ تمام پیغمبروں کے دین میں یہ چاروں ارکان تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی اپنی دعا میں یہ عرض کیا تھا: پروردگار! میں نے اپنی ایک اولاد کو تیرے مقدس گھر کے نزدیک بے آب و گیاہ وادی میں اس لئے بسایا ہے کہ وہ نماز قائم کریں۔ لہٰذا لوگوں کے دل ان کی محبت سے بھر دے۔ انہوں نے حج کا نظام بھی قائم کیا اور زکوٰۃ و روزہ بھی دین ابراہیمی میں تھے۔ ان کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ان کو میراث میں پایا اور ان پر عمل کرتے تھے اور اپنے اہل و عیال کو نماز قائم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ دوسری شاخ ابراہیمی، نسلِ اسحاق میں بھی نماز و زکوٰۃ، روزہ وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ حج تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے کبھی نہیں رکا اور تمام لوگ جو مسلم تھے خانہ کعبہ کا حج ادا کرتے رہے تھے اور دوسری عبادات بھی۔ نماز، زکوٰۃ اور روزہ وصوم کا ذکر حضرات موسیٰ، عیسیٰ، زکریا، یحیٰ، داؤد، سلیمان اور حضرت مریم علیہم السلام کے بارے میں بھی ملتا ہے۔(۸۶)

صلوٰۃ (نماز)

ارکانِ اسلام کی ابراہیمی و اسماعیلی میراث حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں روز اول سے آگئی تھی۔ دین حنیفی کی جاہلی میراث میں بھی اس کی ایک شکل موجود تھی اور اس پر قریش مکہ اور دوسرے عربوں کا عمل بھی تھا۔ قرآن کریم کی پہلی تنزیل، سورہ اقراء: ۱۔۵ کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کو وضو اور نماز کی صحیح ہیئت و شکل کی تعلیم دی۔ وہ وہی وضو اور نماز ہیں جو آج بھی جاری ہیں۔ نماز کی ان دو رکعتوں میں تکبیر تحریمہ، قیام، قراءت، رکوع، قومہ اور دو سجدوں کے ساتھ ان کے درمیانی جلسہ اور ان سب کی تسبیحات شامل تھیں اور آخری رکعت میں تشہد، درود اور دعا اور دونوں طرف سلام پھیرنا بھی داخل تھا۔ اسی کو مذکورہ بالا علماء محققین و محدثین "اصل الصلاۃ" (نماز کی اصل یا اصل نماز) کہتے ہیں۔ مختلف اوقات کی نمازیں

Marfat.com

جیسے اسراء و معراج کے بعد کی نماز پنجگانہ وغیرہ کے اوقات کو حضرت جبرئیلؑ نے اسراء کی صبح کو اول وقت میں اور دوسرے دن آخر وقت میں آپ کو نماز کی تعلیم دے کر ان کے درمیان مقرر کیا تھا۔ نماز کی اصل پر اضافے بعد کے ہیں۔ معراج میں دو اصل رکعات نماز پر وقت کے لحاظ سے ایک وقت کی جگہ چار اوقات کی نمازوں کا اضافہ کیا گیا: فجر، ظہر، عصر، اور عشاء کی فرض نمازوں میں دو دو رکعات رہیں اور مغرب میں تین رکعات شروع سے رہیں۔ تین رکعات کی حکمت یہ تھی کہ وہ دن کی نماز وتر تھی۔ دن کی نمازوں ظہر و عصر، میں قراءت قرآن کریم سری (بلا آواز) شروع کی گئی تھی اور رات کی نمازوں، فجر، مغرب و عشاء، میں جہری قراءت رکھی گئی تھی اور یہ اول دن سے حکم آیا تھا۔ سورہ مزمل: ۲۹ کے مطابق تہجد کی نماز رات کی وتر تھی اور اس کی تین رکعات بنیادی یا اصل الوتر تھیں اور باقی ان پر اضافے، شروع میں نماز وتر فرض تھی۔

محققین مفسرین و علماء کے مطابق ایک سال تک تہجد فرض رہی پھر اس کی خاص مشقت کی وجہ سے رحمت الٰہی نے اسے ''نافلہ'' (نفل) بنا دیا۔ وہ سنت بن گئی (۸۷)۔

رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رات کی نمازیں، نفل نمازیں، اپنی اپنی گھریلو مسجدوں میں پڑھتے تھے اور حرم پاک میں بھی اور قریشی مرد و عورت اور بچے ان کو دیکھتے، قراءت قرآن سنتے اور متاثر ہوتے تھے۔ شریعت محمدی اسلامی میں تمام زمین، پاک زمین، کو مسجد بنانے کی خاص عنایت الٰہی ملی تھی۔ اسی لئے اولین مسلمانان مکہ وغیرہ مختلف مقامات: وادیوں، گھاٹیوں، پہاڑ کی ترائیوں اور میدانوں میں۔ ہر جگہ نماز ادا کر سکتے تھے اور کرتے تھے۔ (۸۸)

ان سے امامت، اقتداء اور جماعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعد میں مسجد حرام میں امامت نبوی اور اقتداء صحابہ سے مزید تائید ہوتی ہے (۸۹)۔ مکی دور میں مکہ میں نماز جمعہ نہیں تھی اور نہ ہی پانچ روزانہ نمازوں کی سنتیں تھیں۔ لیکن مدینہ اور جواثی بحرین میں نماز جمعہ اس مکی دور میں قائم کی گئی جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔ لیکن

Marfat.com

بہرحال نمازوں میں فرض، سنت اور نفل کا فرق بھی تھا اور ان کے احکام بھی تھے۔ اسی طرح اول روز سے نماز کا قبلہ مقرر کردیا گیا تھا۔ عربوں اور دین حنفی کا قبلہ خانہ کعبہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے خاص مصلحت سے مکی دور میں نماز کا قبلہ بیت المقدس کے رخ کردیا۔ مصلحت یہ تھی کہ عربوں اور ایمان والوں کا امتحان لیا جائے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہیں یا نہیں۔ دوسرے وہ یہود و نصاریٰ کا بھی قبلہ تھا اور اولین قبلہ ابراہیمی بھی تھا۔(۹۰)

سجدہ تلاوت

دین حنفی کے مشترکہ ورثہ پر عمل کے سبب کفارِ قریش کے اکابر نے سورہ النجم کی آخری آیت کریمہ کی تلاوت پر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا تھا۔ آیات سجدہ کا حکم بھی مکی ہے۔ مکی سورتوں میں آیات سجدہ زیادہ ہیں بمقابلہ مدنی سورتوں کے وہ مکی سورتیں ہیں: اعراف، نحل، اسراء، مریم، فرقان، نمل، سجدہ، ص، حم السجدۃ، النجم، انشقاق، اقراء(۹۱)۔

نماز جمعہ

یثرب میں کافی مسلم آبادی ہوگئی تو ان کے نقیب النقباء اور سردار حضرت اسعد بن زرارہ خزرجیؓ کو نماز جمعہ قائم کرنے کا خیال آیا۔ ان کے پڑوسی یہودی قبیلے ہفتہ میں خاص سبت (سنیچر) کی نماز جامع پڑھا کرتے تھے اور عیسائیوں نے اتوار کو چن لیا تھا۔ حضرت اسعد بن زرارہؓ کو توفیق الٰہی سے جمعہ کے دن ہفتہ واری نماز جامع کا خیال آیا اور انہوں نے اپنے ایک سفر مکہ میں آپ ﷺ سے اس کی اجازت لی۔ عبادات و ارکان اور دوسرے تمام معاملات میں بھی صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی اجازت و حکم کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے کہ وہ خالص نبوی دائرہ عمل تھا۔ آپ ﷺ کی اجازت و ہدایت سے انہوں نے ظہر کے وقت دو رکعت نماز جمعہ قائم کی

Marfat.com

اور اس سے قبل خطبہ شروع کیا۔اس وقت تک دو رکعات ہی ظہر میں تھیں۔نماز جمعہ قراءت قرآن جہری (بلند آواز) سے شروع ہوئی جو تمام جامع نمازوں کی اساس بھی بنی۔ بحرین کے عبدالقیس کی مسجد جواثی میں بھی اسی طرح نماز جمعہ قائم کی گئی اور رسول اکرم ﷺ کی ہدایت سے نماز جمعہ کے لئے کافی مسلم آبادی اور امن ضروری شرطیں تھیں۔مکہ مکرمہ میں قریش کی مخالفت کے سبب وہ شرطیں نہیں پوری ہوتی تھیں لہذا آپ ﷺ اور مکی صحابہ نے مکی دور میں نماز جمعہ نہیں ادا کی۔(۹۲)

تعمیر مساجد: مکہ مکرمہ

مکی دورِ رسالت میں سب سے بڑی مسجد تو مسجد حرام تھی جو خانہ کعبہ کے اردگرد ہر سمت میں دائرے کی شکل میں پھیلی ہوئی تھی۔وہ قریش مکہ، عرب قبائل اور صحابہ کرام کی مشترکہ مسجد تھی، اسے بلاشبہ قومی مسجدِ جامع کہا جاسکتا ہے اور بین الاقوامی سجدہ گاہ بھی۔ قریش مکہ چاشت کی نماز دین حنیفی کی روایت میں ادا کرتے تھے اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام بھی اسے بعثت کے اول دن سے ادا کرتے آرہے تھے۔اسلامی شریعت کے مطابق اولین نماز ادا کرنے کے لئے آپ ﷺ اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ کی وادیوں اور گھاٹیوں کا رخ کرتے تھے اور وہ بلا تعمیر مساجد تھیں۔قریش کے دورِ مظالم میں مسلمان صحابہ میں سے متعدد نے اپنے اپنے گھروں کے احاطے (دار) میں مسجدیں بنالی تھیں جہاں وہ دن رات کی نمازیں پڑھتے تھے۔ان میں حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمار بن یاسرؓ وغیرہ کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی مسجدِ بیت بہت اہم تھی۔دار ارقم کا مرکز بھی ایک جامع مسجد تھی۔مختلف اسفارِ تبلیغ و تجارت کے دوران آپ ﷺ نے مختلف مقامات پر نمازیں پڑھی تھیں ان سب کو مساجد النبی ﷺ کا نام دیا گیا ہے۔ جیسے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب ہاشمی کے گھر کے قریب ایک مسجد تھی، سفرِ طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے مختلف مقامات پر نمازیں ادا کی تھیں۔اور ان مقامات کو مساجد کا نام و مقام دیا گیا اور بعد کے زمانے میں وہاں مسجدیں تعمیر کردی گئیں (۹۳)۔

Marfat.com

دوسرے شہروں اور علاقوں کی مسجدیں

مکہ مکرمہ کے باہر کے علاقوں میں جہاں جہاں مسلمان موجود تھے مسجدیں تعمیر ہوگئی تھیں۔ ان میں جامع مسجدیں بھی تھیں جیسے بحرین کے قبیلہ عبدالقیس کے قلعہ جواثی کی مسجد جامع جہاں پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ جمعہ کی نماز کا بھی اول اول اہتمام کیا گیا تھا۔ یثرب ومدینہ کی خاص مسجد اوس وخزرج بھی ایسی ہی جامع مسجد تھی۔ اس میں بھی نماز جمعہ سب سے پہلے پڑھی گئی تھی۔ ان کے علاوہ قبیلہ غفار و اسلم کی مسجدیں بھی شامل تھیں۔ ان مسلم بستیوں میں مساجد کی تعداد زیادہ تھی کہ ایک یا دو مساجد تمام نمازیوں کے لئے کافی نہ تھیں۔ دوسرے مسلم علاقوں میں بھی ان کی مسجدیں تھیں جیسے قبیلہ دوس، زبید، اشعر وغیرہ کے علاقے کی عبادت گاہیں۔ ان تمام مساجد کا ذکر قبائلی عرب کے مسلمان طبقات و افراد کے قبول اسلام اور ان کے معاندین اکابر کے مظالم کے ضمن میں ملتا ہے۔ ایسی تمام مساجد کا تحقیقی مطالعہ ایک دلچسپ مطالعہ ہوگا مختصر تذکرہ مکی اسوہ نبوی اور اسلامی احکام میں کیا گیا ہے (۹۴)۔

روزے (صیام)

صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی ضرورتوں سے دور رہنے کا دین حنیفی میں بھی عمل اور رکن تھا، جو روزہ (صوم) کہلاتا تھا۔ سحری کھانے سے روزہ شروع اور افطار کرنے کی سنت سے روزہ ختم کرنے کی روایت بھی تھی۔ بعض سابق نبوی شریعتوں میں مسلسل روزہ اور چپ کا روزہ رکھنے کی بھی اجازت تھی۔ حضرت داؤدؑ ایک دن کا ناغہ کر کے روزہ رکھتے تھے جسے صوم داؤد کہا جاتا ہے اور اسلامی محمدی شریعت میں بھی ان نفل روزوں کی اجازت وافضلیت ہے۔ فرض روزے ہر ماہ کی چاندراتوں۔ بارہ، تیرہ، چودہ تاریخوں کے دنوں۔ تین روزے فرض تھے۔ اس طرح بارہ مہینے کے چھتیس روزے فرض تھے۔ سالانہ روزہ عاشوراء کا فرض تھا جو

Marfat.com

دین حنفی کا ورثہ اور حضرت ابراہیمؑ کا عطیہ تھا اور جس پر حضرت موسیٰؑ جیسے رسولوں کا بھی عمل تھا۔ مکی دور میں یہ روزے، جن کی کل تعداد ۳۷ تھی سال بھر میں فرض تھے۔ باقی نفل روزوں کی تعداد مقرر نہ تھی۔ روزوں کا ذکر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی دربار نجاشی کی تقریر میں بھی ملتا ہے۔ عاشوراء کے فرض روزے اور مکی دور سے پہلے قریش اور رسول اکرم ﷺ کے رکھنے کا ذکر احادیثِ بخاری وغیرہ میں بھی ہے۔ حدیث بخاری: ۲۰۰۲ کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے مکی دور میں عاشوراء کے روزے نہ صرف رکھے بلکہ ان کے رکھنے کا حکم بھی مسلمانوں کو دیا جس پر عمل کیا گیا۔ قرآن مجید، سورہ بقرہ کریمہ: میں سابق امتوں پر روزوں کی فرضیت کا ذکر ہے اور متعدد انبیاء کرام کے قصص و تعلیمات میں بھی ہے۔ جیسے حضرات یحییٰ، زکریا اور عیسیٰ علیہم السلام وغیرہ کے بارے میں سورہ مریم کی آیات میں ملتا ہے۔ اسلامی احکام کے باب صیام میں بہت تفصیل ہے (۹۵)۔

روزوں سے متعلق احکام وسنن

خلوت گاہوں میں جوار واعتکاف اور مسجد حرام میں جوار واعتکاف کرنے کی دین حنفی کی روایت پر عمل تھا۔ رمضان میں قرآن کریم کی، جتنا بھی نازل ہوتا، تلاوت کی جاتی تھی۔ رسول اکرم ﷺ حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ہر رمضان میں پورے نازل شدہ قرآن کریم کا مذاکرہ بھی کرتے تھے۔ عام تلاوت کا بھی روزوں سے خاص تعلق تھا۔ کتب سیرت میں تلاوت نبوی اور تلاوت صحابہ کا عمل اور آیات قرآنی میں قراءت وتلاوت قرآن کا حکم ملتا ہے (۹۶)۔

صدقات وزکوٰۃ

دین حنفی اور تمام دوسرے رسولوں کے دین اسلام میں صدقات وزکوٰۃ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کا اور ان کی امتوں کا ان پر عمل بھی تھا۔ زکوٰۃ فرض تھی اور صدقات نفل

Marfat.com

وسنت۔ مکی دور میں ''اصل زکوٰۃ'' موجود تھی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کا رکن و حکم تھا اور اس پر رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عمل بھی۔ قریشی عوام وخواص بھی اس پر عمل کرتے تھے۔ لیکن اس دور میں زکوٰۃ کا نصاب اور اس کے دوسرے احکام جن کو ''مقادیر'' کہا جاتا ہے نہیں دیے گیے تھے۔ مالدار قریشی اور صاحبِ مال مسلمان صحابہ اپنے مال سے جو چاہتے، جتنا چاہتے یا جس قدر رسول اکرم ﷺ طلب فرماتے، زکوٰۃ ادا کردیتے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ صاحبانِ خیر نے اپنا پورا مال غریبوں کو دے دیا۔ تحنث وتبرر (حنیفیت اور نیکی اجروثواب) کی ایک روایت یہ بھی تھی کہ وہ غریبوں مسکینوں کو کھانا کھلاتے، ان کو کپڑے اور دوسری ضروریات کا سامان دیتے، بلا سواری شخص کو سواری فراہم کرتے، قرض دار کا قرض ادا کرتے اور غلام آزاد کرتے۔ مختلف قسم کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے پر بھی ان کا عمل تھا۔ نذر پوری کرنے کا طریقہ وفرض بھی رائج تھا اور اس کو توڑنے پر اس کی قضایا اس کا کفارہ ادا کرنے کا بھی عمل تھا۔ امام ابن کثیر نے تفسیر القرآن میں شاطبی نے موافقات میں اور شاہ ولی اللہ نے حجۃ البالغہ کی فصل میں اصل الزکوۃ سے بحث کی ہے۔ کتاب خاکسار ''اسلامی احکام کے ارتقا کا باب اور حنیفیت پر مقالات میں مفصل مباحث موجود ہیں (۹۷)۔

حج وعمرہ وطواف

اذانِ ابراہیمی کے بعد سے مکہ مکرمہ میں واقع خانہ کعبہ کا سالانہ حج برابر جاری رہا۔ قریش مکہ اور دوسرے عرب برابر حج کیا کرتے تھے۔ اسے فرض سمجھتے تھے۔ وہ سال کے مختلف زمانوں میں اور حج کے مہینوں میں بھی عمرے کرتے تھے اور طواف بیت اللہ تو ان کی روزانہ محبوب ترین عبادت تھی۔ دین حنیفی کے اس عظیم الشان شعار اور مقبول رکن کو رسول اکرم ﷺ نے بعثت سے پہلے بھی ادا فرمایا اور اسلامی مکی شریعت کے نفاذ کے بعد بھی اس پر عمل کیا۔ قریشی مکی صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ دوسرے بدوی قبیلوں کے مسلمان صحابہ بھی اپنے غیر مسلم رشتہ داروں اور ہم وطنوں کے

Marfat.com

ساتھ حج وعمرے اور طواف کرتے تھے۔ اسلامی محمدی شریعت میں حج روز اول سے مکی دور میں فرض رہا تھا۔ اور اس کے ارکان و آداب، احکام و مسائل پر عمل بھی رہا۔ اس کی بعد کی فرضیت کی روایت صحیح نہیں جیسا کہ عام علماء اور سیرت نگار بیان کرتے ہیں۔ فرضیتِ حج کبھی منسوخ نہیں ہوئی اور نہ وہ نئے سرے سے رسول اکرم ﷺ کو عطا کی گئی تھی۔ مکی دور نبوی میں آپ ﷺ نے متعدد حج کئے تھے اور حدیث کے بعض محققین کے مطابق تین حج تو قطعی ہیں اور سیرت نگاروں کی تحقیق کے مطابق ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ عمرہ اور طواف بھی اسی طرح دین حنیفی سے اسلامی مکی احکام میں آئے تھے اور وہ اسلامی شریعت کا حصہ بنے تھے۔ ان کے احکام و آداب بھی اسی طرح اسلامی مکی شریعت میں داخل ہوئے کیونکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی سکھائی ہوئی روایات اور ان کے تعلیم کردہ آداب و احکام تھے اور سب صالح تھے۔ جن غیر صالح چیزوں کو قریشِ مکہ نے اپنے مذہبی انحراف اور قبائلی تفاخر کی وجہ سے حج وعمرہ اور طواف میں داخل کر لیا تھا ان کی اصلاح آپ ﷺ نے کر دی تھی۔ ننگے ہو کر طواف کرنے کی غیر اسلامی روایت تو رسول اکرم ﷺ کے لڑکپن میں توڑی گئی اور امام بخاری نے اس سے استدلال کیا ہے۔ عریاں طواف کا معاملہ عام ابتلاء و عمومی ارتکاب کا نہ تھا، چند استثنائی حالات میں عریاں کیا جاتا تھا۔ قریش نے طریقہ حمس کے مطابق خارجی عربوں پر یہ ننگ عائد کیا تھا۔ حج میں قریشِ مکہ کا عرفات نہ جانا اور مزدلفہ سے لوٹ آنا بھی قریشی انحراف تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے عرفات کا وقوف کیا اور قریشی انحراف کی اصلاح کی۔ اس طرح عمرہ میں سعی صفا و مروہ کو اور حج کے بعد گھروں میں دروازے سے داخل ہونے کی صحیح اسلامی تعلیم دی۔ محققین سیرت وحدیث نے ان کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ تلبیہ یوں تو صحیح ابراہیمی تھا مگر مشرکوں نے اس میں کچھ مشرکانہ الفاظ بڑھا دیئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی بھی صحیح تعلیم دی اور مشرکانہ الفاظ نکال دیئے۔ احرام و میقات کے احکام دین حنیفی سے عربوں میں آئے تھے اور جو صحیح تھے ان کو آپ ﷺ نے برقرار رکھا۔ مکی دور میں آپ ﷺ نے اپنے سالانہ تبلیغی دوروں میں ہر بار حج کیا تھا اور

Marfat.com

مشرکین عرب اور مسلمانانِ عرب دونوں سے ملاقاتیں کی تھیں۔ دوسرے بدوی قبیلوں کے علاوہ یثرب کے متعدد اکابر اور ان کے بڑے بڑے وفدوں نے حج اور عمرہ اور طواف و زیارت کے ارکان پر مکی عہد میں عمل کیا تھا۔ اس باب میں عمرہ، طواف، زیارت اور حج کے بہت سے احکام سنن اور نوافل و آداب کا بھی ذکر ملتا ہے۔ وہ بھی مکی عہد کا ارتقا ہے۔ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء باب عمر و حج بہت سی احادیث و روایات اور تاریخی شہادتیں رکھتا ہے (۹۸)۔

حلال وحرام کے احکام

دین حنفی میں حلال وحرام کے احکام وقوانین بھی تھے اور ان پر نیک لوگوں کا عمل بھی تھا اور برے لوگوں میں بھی وہ حلال وحرام ہی سمجھے جاتے تھے خواہ وہ ان میں سے بعض میں خود ملوث ہو گئے ہوں۔ انہوں نے البتہ اپنی ذاتی انا، قبائلی فخر، مردانہ وجاہت اور ایسی ہی دوسری ذہنی وفکری کجروی کے باعث بعض حلال چیزوں کو حرام اور بعض حرام چیزوں کو حلال کرلیا تھا۔ ان میں مردار گوشت، خون، کیڑوں مکوڑوں اور بعض دوسرے حرام کھانوں کا کھانا اور کئی حرام چیزوں کا کرنا شامل تھا۔ مکی اسلامی شریعت میں حلال وحرام کا تصور، ان دونوں کا فرق اور ان دونوں کے احکام اور آداب پہلے دن سے کچھ حدیث و سنت کے ذریعہ اور کچھ قرآن کے ذریعہ لیے گئے تھے۔ دربار نجاشی میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی تقریر میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے جن چیزوں کو حرام کہا ہم نے انہیں حرام سمجھا اور جن کو حلال قرار دیا ان کو حلال سمجھ کر برتا۔ حرام چیزوں میں انہوں نے شرک، بت پرستی کے علاوہ متعدد کھانوں کا ذکر کیا تھا۔ اسی طرح قطع رحمی، قتل وغیرہ کو بھی حرام بتایا تھا۔ قرآن مجید کی مکی سورتوں خاص کر سورہ انعام وسورہ بنو اسرائیل (اسراء) میں حرام و حلال چیزوں کا واضح ذکر موجود ہے۔ ان میں کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ اور بھی کئی معاشی اور سماجی کام شامل تھے جیسے امانت کا ادا کرنا، وعدہ وفا کرنا، صلہ رحمی کرنا،

Marfat.com

پاک وصاف زندگی گزارنا وغیرہ (۹۹)۔

شراب ہر دین اسلام میں حرام رہی اور مکی اسلامی شریعت میں بھی وہ حرام رہی۔ اسے کبھی حلال نہیں قرار دیا گیا، یہاں تک کہ جاہلی عرب بھی اسے حرام سمجھتے تھے اور بہت سے نیک لوگ اس سے پرہیز کرتے تھے اور جو پیتے پلاتے تھے وہ بھی اسے حرام ہی سمجھ کر پیتے پلاتے تھے۔ مکی دور میں جن مسلمان صحابہ کرامؓ نے اس ام الخبائث کو منہ لگالیا تھا وہ ان کے لئے حلال نہیں بنتی تھی بلکہ ان کی عادتِ بد سمجھ کر اسے برداشت کیا گیا تھا۔ اسی طرح چوری، ڈاکہ زنی، مال حرام کھانے، ربا اور سود، قتل و غارت گری، بدکاری و زنا اور قمار بازی اور جوا جیسی چیزیں بھی حرام ہی رہی تھیں۔ شراب کی طرح ربا اور سود کبھی حلال نہیں رہا، ہمیشہ اور ہر شریعت میں حرام ہی رہا اور اسلامی مکی شریعت میں بھی حرام ہی تھا۔ بس اسے معاشی مجبوری سمجھ کر برداشت کیا گیا اور ان دونوں کو اور دوسرے حرام کاموں کو دھیرے دھیرے روکا گیا اور بعض نیک فطرت اور حوصلہ مند لوگوں نے ان کو ایک لخت حرام کرلیا (۱۰۰)۔

اسی مکی دور میں احکام اور ان کے اطلاق و نفاذ کے اصول کا ارتقاء ہوا، فقہی اصول ہے کہ بعض مخصوص حالات میں احکام معطل ہوجاتے ہیں جیسے قحط اور بھوک میں چوری کی حد۔ مکی دور میں شراب اور سود کی حرمت کا حکم قائم و دائم رہا تھا، اس کا نفاذ واطلاق البتہ رفتہ رفتہ کیا گیا۔ قبولِ اسلام کے بعد تو وہ دونوں حرام ہوجاتے اور نافذ بھی۔ مفصل بحث اسلامی احکام کے ارتقاء کے باب حلال وحرام میں ہے (۱۰۱)۔

نسب و نکاح کے احکام

نکاح وطلاق کے احکام بھی اسلامی مکی شریعت میں موجود تھے اور ان پر عمل دین حنیفی کے ماننے والوں کا بعثت نبوی سے پہلے سے چلا آرہا تھا۔

حدیث حضرت عائشہ: ۵۱۲۷ کے مطابق نکاح کی چار جاہلی روایات میں سے صرف ایک صحیح تھی اور وہی اسلامی نکاح ہے۔ نکاح المقت کو حرام سمجھا جاتا تھا۔

Marfat.com

طلاق کے متعدد احکام تھے، ان میں سے بعض پر صحابہ کرامؓ نے عمل بھی کیا تھا۔ نکاح و طلاق کے ضمن میں ان کی سنتوں اور نوافل کا بھی ایک تصور تھا اور عمل بھی۔ نکاح کے متعدد احکام مکی دور میں حضرت عائشہؓ، حضرت سودہؓ سے نکاح نبوی کے ضمن میں ملتے ہیں اور حضرت خدیجہؓ کے نکاح کے حوالہ سے بھی۔ امام بخاری کی صحیح کے ابواب النکاح والطلاق اور ان کی شرح وتفسیر میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے مباحث بہت قیمتی اور معلوماتی ہیں۔ سنتِ نبوی اور طریقِ صحابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح وشادی کے چند متفقہ ومسلمہ آداب وروایات تھے:

(۱) نسبت لڑکے لڑکی دونوں کی طے کی جاتی تھی۔ عام طور سے نسبت لڑکے کی طرف سے اس کے ولی دیتے تھے جسے لڑکی والے قبول کرتے یا مسترد کرتے۔

(۲) پیغام پر پیغام دینا اخلاق کے خلاف تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ عنہا کی نسبت حضرت جبیر بن عدی نوفلی سے طے ہوتی تھی اور اس پر نکاح نبوی کا پیغام دوکا گیا۔

(۳) نکاح کے لئے بارات دولہا والے دولہن کے گھر لے جاتے تھے۔ اس میں اعزہ واقارب کے علاوہ احباب وبزرگ خاندان شامل ہوتے تھے۔

(۴) خانہ دولہن میں نکاح ہوتا اور خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ جسے حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت سودہؓ کے نکاح نبوی میں ذکر ملتا ہے۔

(۵) نکاح کی دعوت دولہن والوں کی طرف سے ہوتی تھی۔ حضرت خدیجہؓ کے ولی نے دعوت دی تھی۔

(۶) دولہن مناسب عمر کی ہوتی تو شب زفاف سسرال میں منائی جاتی تھی اور دولہا تین دن وہاں قیام کرتا تھا۔

(۷) شب زفاف کے بعد دولہا دلہن کو اپنے گھر رخصت کرالیتا تھا۔ حضرت سودہؓ رخصت ہوکر کاشانہ نبوی میں آگئی تھیں۔

Marfat.com

(۸) کچی عمر کی دولہن کی رخصتی کچھ عرصہ بعد ہوتی تھی۔ جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی تین سال کے لیے روک دی گئی۔

(۹) دولہا رخصتی بعد اپنے گھر پر ولیمہ کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام نکاحوں اور شادیوں پر ولیمہ کیا تھا۔

(۱۰) مہر مقرر کیا جاتا تھا اور فوراً ادا بھی کیا جاتا تھا۔ ازواج مطہرات خاص کر مکی ازواج کے مہروں کی رقم کی تعین اور ادائی دونوں کی روایات ملتی ہیں۔

(۱۱) ایسی بعض اور صالح اور خوبصورت رسوم تھیں۔ ان میں خوشی منانا، شادیانے بجانا، بچوں عورتوں کا گانا گانا، مکان سجانا وغیرہ شامل تھے (۱۰۲)۔

مکی اسلامی شریعت کا ایک خاص پہلو یہ بھی تھا کہ عرب جاہلی کے نکاحوں اور شادیوں کو قانونی اور جائز تسلیم کیا تھا۔ ان نکاحوں سے پیدا ہونے والی اولاد کو بھی جائز قرار دیا تھا۔ اس طرح قدیم عرب جاہلی نے روایات واحکامِ نکاح ونسب کو تسلیم کر کے ان کو اسلامی بنا دیا۔ خون وازدواج کے رشتوں کی طرح رضاعت کے قدیم عرب طریقے اور ان کے احکام ومعاملات کو اسی طرح حلال وجائز اور رائج قرار دیا تھا۔ محرمات (ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، رضاعی ماں اور بہن، ساس، بہو وغیرہ) سے نکاح کرنا اور ان کے تقدس کا احترام کرنا دین حنیفی سے چلا آرہا تھا۔ مکی اسلامی شریعت میں بھی یہ قانون وحکم بھی برقرار رہا، سوتیلی ماں سے نکاح (نکاح المقت) عربوں میں بھی حرام تھا، وہ مکی شریعت میں بھی اسی طرح حرام رہا (۱۰۳)۔

اسلام ودین کے سبب قریشی خاندانوں خاص کر میاں بیوی میں بھی دینی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ شوہر مسلمان تھا تو بیوی کافر ومشرک تھی اور بیوی مسلمہ تھی تو شوہر اپنے قدیم دین پر قائم تھا۔ یہ ایک نئی دینی وقانونی مشکل اور سماجی، اخلاقی اور تہذیبی وقتی تھی اس کے دوراس اثرات تھے۔ مکی اسلامی شریعت میں ایسے تمام نکاحوں اور شادیوں کو برقرار رکھا گیا اور مسلمان شوہر سے اس کی کافر بیوی اور مسلم بیوی سے اس کا

Marfat.com

مشرک شوہر نہیں چھڑایا گیا۔ حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ پورے مکی دور میں اپنے مشرک شوہر ابوالعاص بن ربیع عبشمی کے ساتھ زندگی ان ہی کے گھر میں امن و چین سے گزارتی رہیں۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ، عبدالرحمٰنؓ و حمزہؓ اور متعدد دوسرے صحابہ کرامؓ کی بیویوں میں سے بعض اسلام نہیں لائیں مگر وہ ان ہی کے حبالۂ نکاح میں رہیں۔ مسلم نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے ولی ان کے کافر والد، چچا یا دوسرے قریبی عزیز ہی رہے اور ان کی ولایتِ نکاح کا حق ان سے نہیں چھینا گیا (۱۰۴)۔

وراثت کے احکام

دین حنیفی میں مرنے والے شخص کی جائیداد و مال، جسے ترکہ یا میراث کہا جاتا ہے، اس کے خون کے وارثوں میں سے صرف مردوں کو ملتی تھی۔ اگرچہ عورتوں کا بھی حق تھا مگر جاہلی عرب اسے دیتے نہ تھے۔ اسلامی مکی شریعت میں اس حکم وراثت کو بھی زندہ کیا گیا مگر اس کا نفاذ بعض اسباب سے نہ ہوسکا۔ اول یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے مواخاۃِ مکی کے ایک خاص حکم کے تحت خون کے رشتہ داروں کی جگہ دینی و بھائی چارہ کے رشتہ کی وجہ سے باقی رہ جانے والے دینی بھائی کو یہ حق دیا۔ دوسرے ایک قانون نافذ کیا کہ کافر کا وارث مسلم نہیں ہوسکتا اور مسلم کا وارث کافر نہیں بن سکتا۔ اسی کی وجہ سے ابوطالب کے انتقال پر ان کے کافر وارث و فرزند طالب اور عقیل بن ابی طالب ہوئے تھے اور سعید بن العاص اموی کے مسلم فرزندوں خالد بن سعیدؓ وغیرہ کی بجائے باپ کے وارث ان کے کافر فرزند ہوئے تھے (۱۰۵)۔

مکی سماجی زندگی

مکی سماجی زندگی بنیادی طور سے جاہلی عرب کے سماجی نظام پر قائم تھی اور قبائلی ہونے کے باوجود شہری اور متمدن بن گئی تھی۔ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کی موجودگی قریش کے علاوہ دوسرے عرب قبیلوں اور گروہوں کا بھی ایک محور تھا۔ آنے جانے

Marfat.com

والوں اور زائروں کے علاوہ وہ دوسرے شہروں کے بہت سے افراد و طبقات اور چھوٹے بڑے قبائلی گروہوں کا بھی وطن و مسکن بن گیا تھا جہاں وہ حلیف و موالی بن کر بس گئے تھے۔ قریش مکہ کے بارہ بڑے بطون اور ان کے خاندان تھے جو اس مکی سماج کے اصل باسی اور طبقے تھے اور ان کو سماجی منزلت حاصل تھی۔ بنو ہاشم و بنو امیہ، بنو نوفل و بنو مطلب پر مشتمل چار خاندان بنو عبد مناف اہم ترین سماجی اکائی تھی اور ان کے حریف و ہم پلہ بنو مخزوم کا خاندان تھا۔ دوسرے بڑے خاندانوں میں بنو اسد، بنو زہرہ، بنو سہم، بنو جمح، بنو عامر بن لوی وغیرہ تھے اور بنو تیم اور بنو عدی، بنو فہر وغیرہ چھوٹے خاندان تھے۔ ان چھوٹے بڑے خاندانوں کی تعداد کچھ بھی رہی ہو، ان کی سماجی مرتبت ان کے بڑوں (اشراف) اور سرداروں (شیوخ) کی وجہ سے تھی۔

بنو ہاشم کے خاندان میں ابو طالب، زبیر، عباس و حمزہ اور ابولہب کا بڑا مرتبہ تھا اور نوجوانان قریش میں عظیم و محبوب ترین ذات گرامی تھی۔ بنو مخزوم میں ولید بن مغیرہ اور بنو عبد شمس امیہ کے سرداروں میں ربیعہ کے دونوں فرزند شیبہ اور عتبہ گرامی قدر تھے اور حرب کے فرزند ابو سفیان کا مقام بہت بلند تھا۔ بنو مخزوم کے ابو جہل مخزومی، بنو تیم کے عبداللہ بن جدعان، ابوبکر صدیق، بنو عدی کے زید بن عمرو بن نفیل، ان کے فرزند سعید اور حضرت عمر بڑے سرداروں میں تھے۔ بنو اسد کے شیخ یزید بن زمعہ اور حکیم بن حزام اور بنو سہم کے عاص بن وائل، بنو جمح کے امیہ وابی فرزندان خلف وغیرہ اور بنو عامر کے سہیل بن عمرو وغیرہ اکابرین تھے۔ ان کے علاوہ بھی متعدد اکابر و شیوخ مختلف بطون قریش میں تھے۔ اور ان سماجی منزلت عام طور سے سب کو تسلیم تھی (۱۰۶)۔

غیر مکی قبیلوں میں طائف کے مختلف خاندانوں کے لوگوں اور سرداروں نے مکہ میں اپنی آبادی اور بسالی تھی اور حلیف قریش بن گئے تھے۔ ان میں ثقیف کے شیخ ابی اخنس بن شریق ثقفی تو بنو زہرہ کے حلیف ہونے کے باوجود ان کے سردار بن گئے تھے اور دوسرے اکابر ثقیف جیسے عروہ بن مسعود بھی تھے۔ بنو بکیر/ اسد خزیمہ کے خاندان کے

Marfat.com

متعدد لوگ مکہ میں بس گئے تھے اور انہوں نے بنو ہاشم سے شادی بیاہ کیے اور بنو امیہ سے حلف کے تعلقات بنائے تھے۔ بنو غنم بن دودان کے خاندان کے لوگ حضرت حمزہ ہاشمی اور بنو اسلم کے کچھ لوگ ابولہب ہاشمی کے موالی و حلفاء تھے۔ اس طرح دوسرے قریشی خاندانوں کے موالی و حلیف تھے۔ ان میں بہت سے مرد و عورت حبشہ سے آ کر بس گئے تھے جیسے حضرت بلالؓ کے آباء و اجداد اور دوسرے موالی و غلام عرب قبیلوں میں سے بنو ہذیل کے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کا خاندان موالی میں شامل تھا۔ وہ بنو امیہ کے سردار عقبہ بن ابی معیط سے وابستہ تھے۔ بعض عیسائی افراد بھی مکہ میں آباد تھے جیسے حضرت عداس جو عتبہ و شیبہ کے غلام تھے۔ ایسے کئی اور عیسائی افراد موالی قریش میں شامل تھے۔ یہودی افراد میں عبدالمطلب ہاشمی کے ایک جار (زیر کفالت) شخص کا ذکر ملتا ہے جو تاجر و گماشتہ تھے۔ بعض اور یہودی افراد بھی تھے۔ مکی معاشرہ تکثیری تھا۔ (۱۰۷)

سماجی زیارتیں

مکی معاشرت رہی ہو یا جاہلی سماجی زندگی یا خالص اسلامی معاشرتی زندگی، باہمی زیارت اور میل ملاپ ایک عام اور مسلمہ سماجی روایت تھی۔ لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں ملنے جاتے تھے، خاص طور سے رشتہ داروں اور دوستوں سے ملاقات عام تھی۔ میل ملاپ، زیارت و ملاقات اور باہمی ارتباط اسلامی روایت بھی ہے اور اسے صلہ رحمی کا ایک اہم ترین سلسلہ سمجھا جاتا ہے۔

نبوی زیارتیں

رسول اکرم ﷺ اپنے عزیزوں خاص کر اعمام و عمات (چچاؤں اور پھوپھیوں) اور ان کے خاندان والوں کے ہاں برابر جایا کرتے تھے۔ دونوں حقیقی چچاؤں زبیر والو طالب کے گھروں میں تو اپنا بچپن اور لڑکپن گزارا تھا اور اپنی عائلی زندگی میں بھی ان کے گھروں میں جاتے رہے تھے۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب

Marfat.com

ہاشمی کے گھر مسلسل جاتے تھے۔ اسی طرح چچا زبیر کے دختروں اور اپنی عم زاد بہنوں کے گھروں میں ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ حضرت ام ایمنؓ کی حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ سے شادی کے بعد ان کے خانہ مبارک میں زیارت کے لئے جاتے تھے کہ وہ آپ کی ماں کے برابر تھیں۔ دوستوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر سب سے زیادہ جاتے تھے اور بلاناغہ صبح و شام ان کی اور ان کے اہل خاندان کی زیارت کرتے تھے۔ دوسرے دیرینہ دوست حضرت حکیم بن حزام اسدی اور حضرت خدیجہؓ کے خاندان والوں سے بھی برابر ان کے گھروں پر جا کر ملاقاتیں کرتے تھے اور باتیں کرتے تھے۔ اسی طرح دوسرے رشتہ داروں خاص کر دختروں زینب و رقیہ اور ان کے سسرال والوں سے ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ عام صحابہ کے گھروں میں بھی جایا کرتے تھے۔ غیر مسلم سرداروں اور عزیزوں کے ہاں دینی و تبلیغی دوروں کے علاوہ خالص ملاقات و زیارت کے لئے جانے کی سنت بھی اسی دور میں قائم کی تھی۔ بعثت سے قبل بنو تیم کے عبداللہ بن جدعان وغیرہ کے گھروں میں تشریف لے جاتے رہتے تھے۔ اور بعد نبوت بھی امیہ بن خلف، اس کے بھائی ابی بن خلف، ابوجہل مخزومی اور عاص بن وائل سہمی اور ابواحیحہ سعید بن العاصؓ وغیرہ کے گھروں میں زیارت؛ ملاقات کو گئے تھے۔ وہ ایک اسلامی نبوی معمول تھا۔

صحابہ کرام اور دوسروں کی زیارات

صحابہ کرامؓ جن میں صحابیات بھی شامل تھیں اکثر و بیشتر کاشانہ نبوت میں آیا جاتا کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی ماں کا اتنی کثرت سے آنا جانا تھا کہ ناواقف لوگ ان کو اہل بیت میں سے سمجھتے تھے۔ حضرت ام ایمنؓ تو ماں ہی تھیں۔ آپ کی رضاعی ماؤں ثویبہ اسلمیہ اور حلیمہ سعدیہ اور ان کے عزیزوں کی زیارت بھی ایک معمول تھی۔ اعمام و عمات کے علاوہ چچیاں اور ان کے فرزند و دختر بھی آتے تھے۔ حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنیؓ، علی بن ابی طالبؓ اور دوسرے صحابہ کا آنا

Marfat.com

جانا صبح وشام کا معمول تھا۔ باہر سے آنے والے عرب اکابر اور تاجر وغیرہ بھی صرف ملاقات وزیارت کو آتے تھے۔

صحابہ کرام اسی طرح ایک دوسرے کے گھروں میں پابندی سے ملاقات کو جاتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور ان کے غیر مسلم دوست امیہ بن خلف جمحی کا یارانہ تھا اور دونوں ایک دوسرے کی زیارت کو جاتے تھے۔ ان کے علاوہ متعدد غیر مسلم حضرات وخواتین کے گھروں میں مسلم صحابہ کا آنا جانا مکی دور کا معمول تھا (۱۰۸)۔

کھانا کھانے اور کھلانے کی روایت

عرب جاہلی فیاضی اور مروءۃ میں آنے جانے والوں اور عزیزوں کی خاطر و تواضع کرنا لازمی تھا۔ اسلامی مکی دور میں اسے ایک عمدہ سماجی روایت کی طرح رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اور بھی فروغ دیا تھا کہ وہ خیر کی نشانی تھی۔ غیر مسلم اکابر خاص کر رشتہ دار ودوست احباب اپنے تمام ملاقاتیوں کی مدارات کرتے تھے۔ ان کو کچھ کھلاتے پلاتے تھے۔ عام طور سے پانی اور دودھ یا نبیذ مشروبات اور کھجور، حلوا، شہد یا بعض دوسری چیزیں ماکولات (کھانے کی چیزوں) میں شامل ہوتی تھیں۔ دودھ ملا پانی یا شہد و دودھ بہترین چیزیں تھیں۔ وہ کھانے بھی کھلاتے تھے۔ کھانوں کی مختلف قسمیں تھیں۔ ان میں گوشت، روٹی، روٹی کے چورے یا ٹکڑے گھی یا مکھن اور پنیر وغیرہ میں ملا کر بھی کھلاتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی کئی چیزیں تھیں۔

اجتماعی کھانے اور دعوتیں

قریش مکہ کے متعدد بلکہ بیشتر سردار اور مالدار لوگ اپنے اپنے گھروں، گڑھیوں اور محلوں میں اجتماعی دعوتیں کیا کرتے تھے۔ ان میں ہر شخص کو آنے کی اجازت تھی۔ مکہ کے باسیوں اور شہر کے عام وخاص لوگوں کے ساتھ باہر کے زائرین اور مسافروں کو بھی دعوت دی جاتی تھی۔ بنو تیم کے شیخ عبداللہ بن جدعان تیمی نے اس

Marfat.com

خاص مقصد کے لئے ایک بہت بڑی دیگ لگوا رکھی تھی جس میں بہت سا کھانا پکایا جاتا تھا اور سب کو اکثر کھلایا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ قریشی دور مظالم میں اس کے سایے میں عبادت و آرام کرتے اور موذیوں کی تکلیفوں سے بھی پناہ لیتے تھے۔ ان کی دعوتوں میں بھی آپ ﷺ نے شرکت کی۔ عہد نبوی کا تمدن ایک بحث اجتماعی طعام خیر کے عنوان سے رکھتا ہے۔ اس میں متعدد اکابر قریش کی عام دعوتوں کا اور ان کے کھانوں کا ذکر صراحت سے ملتا ہے۔ سقایہ و رفادہ کے مناصب بلکہ خدمات کے ضمن میں ذکر آ چکا ہے کہ قریشی عوام و خواص قومی چندے کر کے حاجیوں اور زائروں کو سال بھر اور مواسم حج میں کھانا پانی فراہم کرتے تھے۔ وہ حمس کے خاص متکبرانہ رواج کی بنا پر جب باہری زائرین کے کپڑے اتروا لیتے تو اپنے کپڑے فراہم کرتے تھے کہ ان میں طواف کعبہ کریں۔ باوجود تمام مخالفت و عناد کے بعض قریشی اکابر رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی دعوتیں کرتے تھے۔ ابی بن خلف جمحی نے آپ کو بعض اکابر کی مخالفت کے باوجود بلایا تھا۔ عقیقہ، ولیمہ اور شادی کے پر مسرت مواقع پر اور خاص تیوہاروں پر اجتماعی دعوتیں کرنے کا رواج مکی دور میں تھا اور مسلم و گیر مسلم دونوں ان کو پابندی سے کرتے تھے۔ مکی اعیاد قریش، شادی بیاہ کے ولیموں اور نکاحوں اور عقیقہ ختنہ وغیرہ کی روایتوں پر دعوتیں کرنے کا عام رواج تھا۔ مسلم صحابہ کرام و صحابیات طاہرات اپنے غیر مسلم عزیز اور دوستوں کی دعوتیں کیا کرتے تھے جن کے دوگونہ مقاصد تھے: صلہ رحمی اور محبت و عزیز داری کے رشتے نبھانا اور اسلام کی دعوت دینا کلی مسلمان یوں بھی آپس میں دعوتیں کیا کرتے تھے۔

کھانا پانی کے ہدیے

ایک سماجی روایت یہ بھی تھی کہ دوست احباب اور رشتہ دار ایک دوسرے کے گھروں پر کھانے پینے اور دوسری چیزوں کے ہدایا بھیجتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ جب بھی بکری ذبح کرواتے تو گوشت کے پارچے حضرت خدیجہؓ کی بہنوں، رشتہ داروں

Marfat.com

اور سہیلیوں کے ہاں ضرور بھیجتے تھے اور اپنے عزیزوں دوستوں کے ہاں بھی آپ ان کو دوسرے ہدایا بھی بھیجتے تھے۔ ان میں ملبوسات اور دوسری کام کی چیزیں شامل ہوتیں۔ آپ ﷺ کی رضاعی مائیں یا ان کے رشتہ دار زیارت کے لئے آتے تو آپ ﷺ کے کھانے کی خاص چیزیں ہدیہ میں لاتے اور آپ ﷺ ان کو زیادہ قیمتی ہدایا عطا فرماتے۔ صحابہ کرامؓ کا بھی یہی طریقہ تھا۔ عرب روایت کے ساتھ اسلامی سنت ہدایا نے ان کے ہاتھ اور کھول دیئے تھے۔

غیر مسلم رشتہ دار اور عزیز دوست بھی مسلمانوں اور خاص کر رسول اکرم ﷺ کو کھانے کے ہدیے پیش کرتے تھے جیسے عتبہ، شیبہ نے سفر طائف سے واپسی پر آپ ﷺ کو حضرت عداس کے ہاتھوں انگور کے خوشے بھیجے تھے اور آپ ﷺ نے ان کو تناول فرمایا تھا۔ ظاہر ہے کہ جناب ابو طالب ہاشمی وغیرہ کے ہاں سے بھی ایسے ہدایا آتے تھے۔

خاص مواقع کے کھانے

جنگوں اور سفروں کے دوران قریشی مالدار لوگ کاروانوں اور فوجوں کے کھانے پینے کا اہتمام کرتے تھے، ایسے لوگوں کو المطعمون (کھانا کھلانے والے) کہا جاتا تھا جیسے بدر کے لشکر قریش میں المطعمون تھے۔ رسول اکرم ﷺ اور مکی صحابہ اپنے اسفار میں یہی کیا کرتے تھے۔ غمی کے مواقع پر کھانے پکانے کی سنت بھی مکی دور میں رہی تھی۔ (۱۰۹)

نکاح اور دیگر مراسم میں شرکت

نکاح سماجی اور تہذیبی زندگی میں بڑی اہم روایت ہے۔ وہ صرف ایک مرد و عورت کو محبت کے بندھن میں نہیں باندھتا بلکہ دو خاندانوں کو جوڑ دیتا ہے۔ جاہلی عرب میں جس طرح نسب و خون کی رشتہ داری محترم تھی اسی طرح ازدواجی اور رضاعت کی رشتہ داریاں مکرم تھیں۔ سسرالی عزیز اور خاندان بہت قریب ہو جاتے تھے۔ اتنے

Marfat.com

قریب کہ داماد اور اس کی اولاد کی ہر طرح امداد کرنا اور ان سے محبت و تعلق رکھنا ان کا فرض بن جاتا تھا۔ اخوال (ننہالی عزیزوں) سے ددھیال والوں کو بھی خاص محبت بھرا تعلق ہوتا تھا۔ عربوں میں بہن کی اولاد (ابن الاخت) کو وہ اپنے خاندان، ننہال، ہی کا فرد سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ خاص عزیزانہ تعلقات رکھتے تھے۔ قصی بن کلاب، ہاشم بن عبد مناف، عبدالمطلب بن ہاشم اور عبداللہ بن عبدالمطلب وغیرہ کے علاوہ متعدد دوسرے اکابر قریش کے ایسے ہی مخلصانہ و محبت بھرے تعلقات اپنی اپنی ننہالوں سے تھے۔ عربوں میں تعدد ازواج (Polygamy) یعنی ایک سے زیادہ دو چار اور بسا اوقات دس بیس بیویاں مختلف خاندانوں اور قبیلوں سے لانا قبائلی اتحاد و اخوت کا ایک سبب تھا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جنہوں نے صرف ایک بیوی پر قناعت کی ہو جیسے رسول اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی بھر دوسری بیوی نہیں کی۔ ان کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ ہی میں دو بیویاں یکے بعد دیگرے کاشانہ نبوت میں آئیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے اکثر کی بیویاں دو یا ان سے زیادہ ہی ہوتی تھیں۔

نکاح

نکاح کی بنیادی رسم یہ تھی کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے نسبت طے کرتے تھے۔ عام طور سے بچپن ہی میں لڑکی مانگ لی جاتی تھی۔ ایسی لڑکی کو بالعموم مسماۃ/ المسماۃ (نامزد خاتون) کہا جاتا تھا جیسا کہ حدیث و سیرت میں حضرت عائشہؓ کے بارے میں آتا ہے اور حضرت خدیجہؓ کے لئے بھی۔ رسول اکرم ﷺ کی تین دختروں، زینب، رقیہ، ام کلثوم کی نسبتیں ان کے خالہ زاد اور چچا زاد برادروں سے بچپن ہی میں طے کر دی گئی تھیں اور حضرت عائشہؓ کی نسبت بنو نوفل کے شیخ مطعم بن عدی کے فرزند جبیر بن مطعم سے طے کر دی گئی تھی۔ نسبت پر دوسری نسبت دینا اور قبول کرنا برا سمجھا جاتا تھا۔ اور اسی طرح نسبت توڑنا بھی معیوب تھا۔ نسبت یا منگنی کی ایک مختصر اور سادہ تقریب ہوتی تھی جس میں چند عزیز و دوست شریک ہوتے تھے۔

Marfat.com

شادی کی خاص رسوم کئی تھیں: لڑکے والے اپنے دولہا اور چند عزیزوں اور دوستوں کو بارات میں لے جاتے تھے۔ دولہن کے خاندان والے ان کا خیر مقدم کرتے اور کھانا کھلاتے یا ہلکی پھلکی دعوت کرتے۔ بالعموم گوشت روٹی سے تواضع کی جاتی تھی جیسا کہ حضرت خدیجہؓ سے نکاح نبوی میں ہوا تھا۔ دولہا دولہن دونوں کی طرف سے دو دو خطبہ نکاح پڑھے جاتے جوان کے ولی پڑھتے تھے، مہر نکاح طے کیا جاتا جو عام طور سے چالیس اوقیہ چاندی (پانچ سو درہم) ہوتا تھا۔ نکاح کے بعد عرب دستور کے مطابق دولہا تین دنوں، راتوں تک دلہن کے گھر میں رہتا تھا اور اس کے بعد دولہن کو رخصت کرا کے اپنے گھر لے آتا تھا۔ ان تمام رسوم کی خاص دعوتیں اور مسرتیں ہوتی تھیں۔ ان میں گانا بجانا بھی ہوتا تھا اور عزیزوں، دوستوں اور سہیلیوں کا ہنسی مذاق بھی۔ شادی کی خاص دعوت ولیمہ ہوتی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی تینوں مکی شادیوں میں سے دو میں ولیمہ کیا اور صحابہ کرامؓ اور دوسرے عرب بھی ولیمہ ضرور کرتے تھے خواہ ایک بکری کے گوشت پر ہی کیا ہو۔

عقیقہ

بچے بچی کی ولادت دوسری پر مسرت تقریب تھی۔ بالعموم خاندان کی بڑی بوڑھیوں ولادت کے مراحل طے کراتیں اور قابلہ (دایہ) کام کرتیں پیشہ ور قابلہ/ دایہ بھی بلائی جاتیں، رات میں ولادت کا موقعہ آتا تو چراغ جلتے اور رت جگا ہوتا اور خوشی منائی جاتی جس سے دوسروں کو خبر ہو جاتی۔ ولادت کے ساتویں روز دین حنیفی وکل شریعت کے مطابق عقیقہ کیا جاتا۔ اس کی رسوم ادا کی جاتیں۔ اس میں بھی خاندان والوں کے ساتھ دوسرے دوست احباب شریک ہوتے تھے اور کھانا وغیرہ کھاتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی تمام اولادوں کے عقیقہ میں دو یا ایک جانور کی قربانی کی گئی اور نام رکھا گیا اور دعوت کی گئی۔ ان سب کا اہتمام آپ ﷺ کی مولاۃ حضرت ام سلمیٰؓ نے کیا تھا۔

Marfat.com

ختنہ

لڑکوں کا بچپن یا لڑکپن میں ختنہ سنت ابراہیمی یا خصلت نبوی تھی۔ اس موقعہ پر بھی تقریب برپا کی جاتی اور دوست عزیز شرکت کرتے تھے (۱۱۰)۔

حضرت زینبؓ و حضرت رقیہؓ کے نکاح

گھریلو زندگی میں اور سماجی لحاظ سے بھی ایک خوشی کا موقعہ اس وقت آیا جب رسول اکرم ﷺ نے اپنی ''بڑی بیٹیوں کی شادی کی''۔ عام طور سے ان کی شادی کی خبر سیرت نگار واقعات سیرت و تاریخ اسلام میں ضمنی طور سے دے دیتے ہیں اور اس کو توقیتی سے نہیں بیان کرتے۔ یعنی تاریخی زمانی ترتیب قدیم مآخذ میں بھی ان کے نکاح وغیرہ کی تاریخ و تفصیل نہیں ملتی لیکن یہ پکی بات ہے کہ ان دونوں دختران نبی ﷺ کی شادی مکہ مکرمہ میں حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں ہوئی تھی۔

حضرت زینبؓ رسول اکرم ﷺ کی تیس سال کی عمر میں پیدا ہوئی تھیں یعنی نبوت سے دس سال پہلے، بالعموم پندرہ سولہ برس میں بچیوں کی شادی کر دی جاتی تھی۔ حضرت خدیجہؓ کو ان کی شادی کی فکر اور بھی تھی اور ان کی پسند ہی کی بنا پر ان کی بہن حضرت ہالہ بنت خویلد کے فرزند حضرت ابوالعاص بن ربیع عبشمی، بنو عبد شمس سے ہوئی تھی۔ حضرت ابوالعاص کے اصل نام پر اختلاف ہے لیکن مقسم نام کو زبیر بن بکار نے ترجیح دی ہے۔ وہ اس طرح حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے۔ ان کی شادی کا زمانہ بالعموم بعثت سے قبل کا بتایا جاتا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ وہ دراصل عرب و قریش ریت کے مطابق نسبت طے کرنے کا زمانہ تھا۔ شادی بعثت کے بعد کسی وقت کی گئی تھی۔ خیال ہے کہ ہجرت حبشہ سے دو ایک سال قبل۔ وہ اپنے شوہر حضرت ابوالعاص ساتھ رہیں اور وہ کافر رہے لیکن بحیثیت انسان بہت بلند کردار کے تھے اور اپنی اہلیہ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ ان کا ایک حمل قریشی ظلم کی وجہ سے ساقط ہو گیا تھا۔ اور ان کے

Marfat.com

دو بچے زندہ رہے۔ ایک حضرت امامہؓ بنت ابی العاص عبشمی تھیں جن سے رسول اکرم ﷺ بہت محبت فرماتے تھے اور دوسرے حضرت علی بن ابو العاص عبشمی جو حیات نبوی میں نوجوان ہو چکے تھے۔

حضرت رقیہؓ کی نسبت بھی پہلے چچا ابولہب ہاشمی کے فرزند عتبہ سے طے کی گئی تھی جس کو بعض راویوں نے شادی سمجھا ہے جس طرح حضرت ام کلثومؓ تیسری دختر رسول ﷺ کی نسبت اسی دشمن اسلام کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے طے کی گئی تھی۔ اسلام دشمنی میں اور گھر میں اسلام کے داخلے سے گھبرا کر ابولہب ہاشمی نے یہ دونوں نسبتیں توڑ دی تھیں۔ ایسا ہی معاملہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ حضرت رقیہؓ کا اصل نکاح حضرت عثمان بن عفان امویؓ سے نبوت کے زمانے میں غالباً ہجرت حبشہ سے کچھ قبل جب وہ چودہ پندرہ برس کی تھیں کیا گیا۔ حضرت عثمان امویؓ رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی ام الحکیم بیضاء کے اور ان کے عبشمی شوہر کریز بن ربیعہ کی ایک دختر حضرت اروی بنت کریز عبشمی کے فرزند تھے۔ اس طرح حضرت عثمان اموی رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی کے نواسے اور آپ کے بھانجے لگتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفان امویؓ اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ کے ساتھ اولین ہجرت حبشہ میں ۵انبوی / ۶۱۵ء میں مکہ سے گئے تھے اور بقول رسول اکرم ﷺ حضرت لوط کے بعد انہوں نے مع اہل وعیال سب سے پہلے ہجرت کی تھی (۱۱۱)۔

صحابہ کرام سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دختر حضرت اسماء بنت ابی بکر کا نکاح حضرت زبیر بن عوام اسدیؓ سے اس مکی دور میں ہوا تھا جیسا کہ احادیث بخاری میں ہے۔ اس کے دو فرزندوں میں سے ایک غیر مسلم عبدالرحمٰن کی شادی اور اس سے زیادہ دوسرے چھوٹے بیٹے حضرت عبداللہ بن ابی بکر کی شادی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل عدویؓ سے ہوئی تھی۔ اور ان سے ایک فرزند بھی تھا۔ حضرت عبداللہ اپنی بیوی سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ دوسرے صحابہ کرام میں حضرات عبدالرحمٰن بن عوف زہری، سعد بن ابی وقاص زہری، عمر بن خطاب عدوی رضی اللہ عنہم وغیرہ کی

Marfat.com

شادیاں ہوچکی تھیں اوران میں سے متعدد اصحابان اولاد تھے جیسے حضرت عمرؓ کی ایک دختر حضرت حفصہؓ جن کی شادی مکی دور میں حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ سے ہوچکی تھی کے علاوہ مشہور فرزند گرامی حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو کل دور کے اوخر میں دس گیارہ سال کے ہوچکے تھے اس موضوع پر اصابہ اسد الغابہ اور طبقات ابن سعد میں بہت مواد و روایات ہیں۔ رسول اکرم ﷺ اور متعدد اصحابہ کرام نے بطور ولی و امام اپنے زیر کفالت لوگوں کی شادیاں کی تھیں۔ حضرت ام ایمن کی حضرت عبید یثربی سے اولین شادی اوران کے بعد حضرت زید بن حارثہ کلبی سے دوسری شادی آپ نے ہی کی تھی اوراپنی بنات عم اور متعدد عزیزوں کی شادیاں کرائی تھیں (۱۱۲)۔

مکی دور نبوی کی سماجی زندگی کی اور بھی بہت سی صالح روایات اور پسندیدہ رسوم تھیں جو دین حنفی سے اسلامی مکی شریعت میں آئی تھیں اور جو اصلاً سنت انبیاء کرام تھیں جیسے رضاعت اس کا ذکر بعد میں آتا ہے۔

تحنیک: بچے/بچی کی ولادت کے بعد بالعموم بزرگ خاندان یا کبیر قوم کے پاس اسے لایا جاتا اور وہ کھجور وغیرہ کو اپنے منہ میں نرم کر کے بچے کو چٹا دیتے اسے تحنیک کہا جاتا ہے۔ عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں بچوں کو تحنیک کے لیے مدنی دور میں لایا جاتا تھا وہ اپنی جگہ صحیح ہو لیکن اس کی قدیم حنفی اسلامی روایت تھی۔ مکی دور میں بھی آپ نے سب سے نومولودوں کی تحنیک کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی دوسری سماجی روایات تھیں جن کا ذکر کتب مذکورہ میں ملتا ہے۔ (۱۱۳) اور بہت سوں کا ذکر آگے تہذیب وتمدن کی بحث/خطبہ میں آتا ہے۔

Marfat.com

حواشی

۸۲- شاطبی (ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ لخمی غرناطی، م ۱۳۸۸/۷۹۰)، الموافقات فی اصول الشریعۃ، مرتبہ عبداللہ دراز، مطبع رحمانیہ مصر غیر مورخہ: کتاب الادلۃ الشرعیۃ، المسألۃ الثامنۃ، ۴۶/۳-۴۷؛ ابن کثیر (اسمٰعیل بن عمر دمشقی، م ۱۳۷۳/۷۷۴ء)، البدایۃ والنہایۃ، قاہرہ ۱۹۳۲؛ السیرۃ النبویہ، دمشق، ۳-۱۴۰۲ھ / بیروت ۱۹۸۳ء؛ الفصول فی سیرۃ الرسول، ایضاً؛ تفسیر القرآن العظیم، المکتبۃ العصریۃ بیروت، ۲۰۰۹ء؛ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ۱۲۵/۱ و بعد، المکتبۃ السلفیۃ لاہور، مکتبہ رشیدیہ دہلی، ۱۹۵۳ء باب ما کان علیہ حال اھل الجاہلیۃ فاصلحہ النبی ﷺ۔

۸۳- اصلاً یہ پوری بحث میری چند تحقیقی کتب پر مبنی ہے:

۱۔ مکی اسوہ نبوی، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۲۰۰۵ء۔

۲۔ مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، قرآن اکیڈمی، ڈومریا گنج ۲۰۰۷ء۔

۳۔ عہد نبوی کا تمدن، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۲۰۱۰ء۔

۴۔ رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ایک سماجی مطالعہ، ایضاً، ۲۰۰۶ء۔

۵۔ عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، قاضی پبلشرز دہلی، ۱۹۸۶ء۔

۸۴- بخاری و مسلم کے کتاب الایمان کے ابواب، نیز کتب عقائد جیسے عقائد نسفیہ، ابن تیمیہ وغیرہ، کتب سیرت و حدیث کے دوسرے ابواب دعوت نبوی۔

۸۵- مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، (آئندہ صرف اسلامی احکام)، باب طہارت،

Marfat.com

۳۷-۵۸: مآخذ ہیں: ابن اسحاق/ابن ہشام؛ ۱/۱۵۷ وما بعد؛ ابن کثیر، تفسیر سورہ مدثر؛ بخاری، کتاب التفسیر، سورہ مدثر؛ فتح الباری، ۱۰/۴۱۲ وما بعد؛ نیز کتاب الوضوء وغیرہ کے ابواب، فتح الباری اول میں؛

۸۶- اسلامی احکام، ۵۹-۶۶: گزشتہ انبیاء کرام کو احکام وارکان اسلام دینے کا ذکر مکی سورتوں میں ہے جیسے سورہ انبیاء: ۷۳ اور سورہ مریم: ۵۵، وغیرہ میں نماز وزکوۃ دونوں کا حکم ہے۔ سورہ ابراہیم: ۳۷، ۴۰ میں نماز و بیت اللہ کی تعمیر کا ذکر ہے اور سورہ بقرہ: ۱۲۵ میں حج بیت اللہ اور تطہیر وغیرہ کا، دوسری سورتیں ہیں: طہٰ: ۱۴، مریم: ۳۱، ہود: ۸۷ وغیرہ۔ آگے بحث میں مزید مآخذ کے حوالے آتے ہیں۔

۸۷- سورہ مزمل: اولین وآخری آیات کریمہ بالخصوص، سورہ بنی اسرائیل/اسراء: ۷۹، سورہ سجدہ: ۱۶ وغیرہ۔

ابن کثیر، تفسیر ۴/۴۳۴ وغیرہ، البدایہ والنہایہ ۳/۱۱۸ وغیرہ۔

شاہ ولی اللہ، فتح الرحمٰن حواشی اسراء ومزمل وغیرہ۔

فتح الباری، ۲/۳۲۸-۳۳۰ وغیرہ۔ ۲/۹-۱۰ تعیین اوقات نماز پنجگانہ نیز دوسری کتب حدیث، اسلامی احکام، ۹۷-۱۰۲۔

۸۸- ابن اسحاق/ابن ہشام کے حوالے سیرت وسوانح کے باب میں گزر چکے ان میں مسجد خانہ نبوی اور مسجد صدیقی کا ذکر ہے۔ دوسری مساجد تھیں: مسجد خانہ خدیجہؓ مسجد عمارؓ بن یاسر وغیرہ؛ ابن ہشام، ۱/۱۴۴، ۳۷۳/ سہیلی ۳/ ۳۳۷؛ بخاری/فتح الباری، ۷/۲۸۷-۲۹۱ وما بعد؛ بلاذری، ۱/۱۶۲۔

۸۹- اسلامی احکام، ۱۰۱-۱۰۲۔

۹۰- اسلامی احکام، سورہ بقرہ: ۱۴۱-۱۴۲: میں قبلہ نماز بیت المقدس کی طرف ہونے کا حوالہ ہے اور تفسیر میں ان کی وضاحت ہے نیز کتب حدیث میں بھی ان کی صراحت ملتی ہے: فتح الباری، ۱/۶۶۲؛ تفسیر ابن کثیر، ۱/۲۴۹۔

۹۱- اسلامی احکام بحوالہ تفسیر سورہ النجم وابن اسحاق وابن ہشام۔ اگر ایک روایت کے مطابق سورہ

Marfat.com

حج کو مکی مان لیا جائے تو پندرہ، چودہ میں سے غالب اکثریت مکی ہے۔

۹۲- نماز جمعہ کی مکی دور میں یثرب اور جواثی میں اقامتِ صحابہؓ کے لئے ملاحظہ ہوں: اسلامی احکام، ۱۰۲-۱۰۹: مآخذ ہیں: بخاری/فتح الباری، ۴۵۶/۲ و مابعد؛ سہیلی، ۱۰۲/۴-۱۰۴ خاص کر تبصرہ محقق عبدالرحمن وکیل برالروض الانف۔ بخاری کی متعدد کتب وابواب میں نماز جمعہ کا ذکر ہے اور ان کی متعلقہ احادیث ہیں: ۸۹۲-۴۳۷۱۔

۹۳- ان کے حوالے گزر چکے، مزید تفصیل و بحث کے لئے مکی اسوہ نبوی، ۷۰ و مابعد۔

۹۴- مکی اسوہ نبوی، ۷۲-۷۶۔

۹۵- شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ۲۷۸/۱؛ اسد الغابہ، ۳/۵: وقت روزہ کے لئے؛ سورہ بقرہ: ۱۸۳-۱۸۴: روزہ کی تمام اسلامی ملتوں پر فرضیت کے لئے اور ماہانہ روزوں کے لئے۔ بخاری/فتح الباری، ۳۱۰/۴-۳۱۳: جاہلی اور مکی عہد میں صیام عاشوراء کے لئے؛ نیز فتح الباری، ۱۳۳/۴؛ قرطبی، احکام القرآن، ۲ /۲۷۱؛ طبری، تفسیر، ۱۵۷/۲؛ اسلامی احکام، ۱۴۳-۱۶۲۔

۹۶- اسلامی احکام، ۱۶۲-۱۶۴ نیز ماقبل، غار حراء میں تحنث نبوی کا ذکر آچکا ہے اور جوار واعتکاف کا بھی۔ مقالہ خاکسار بر تحنث، مآخذ ہیں: ابن ہشام، ۲۳۵/۱ وغیرہ؛ بخاری/فتح الباری، ۹۱۷/۸، نیز احادیث بخاری، ۳، ۱۱ اور اطراف۔

۹۷- مفصل بحث کے لئے اسلامی احکام، ۱۱۳-۱۳۶: باب زکوۃ وصدقات، مآخذ ہیں: ابن اسحاق و ابن ہشام، ۳۳۶/۱ وغیرہ/سہیلی، ۳۳۶/۳ و مابعد؛ فتح الباری، ۲۹/۱-۳۳: صفات نبوی و صدیقی؛ فتح الباری، ۳۳۰/۳-۳۳۲: حدیث ہرقل: صلوٰۃ، زکوٰۃ، صلہ، صدقہ، عفاف وغیرہ کا حکم نبوی، مزید احکام ہیں۔ ایضاً، ۳۴۵/۳: اصل زکوٰۃ اور اس کے نصاب و مقادیر کا فرق بھی بیان کیا ہے؛ تفسیر سورہ توبہ: ۳۴؛ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۶۹/۳-۷۰: دربار نجاشی میں حضرت جعفرؓ کی تقریر میں نماز وزکوۃ کا حکم نبوی وغیرہ۔

۹۸- اسلامی احکام کا مفصل باب حج وعمرہ، ۱۶۵-۲۶۷: مآخذ بہت سے ہیں: صرف اہم ترین حسب ذیل ہیں: قرآن مجید: سورہ آل عمران: ان اول بیت وضع للناس الخ کی تفسیر

Marfat.com

طبری، قرطبی، ابن کثیر وغیرہ؛ سیرت ابن اسحاق، اردو ترجمہ، ۱۱/۹۰-۹۵ و مابعد؛ ابن ہشام، ۱/۷۷-۷۸؛ سہیلی، ۲/۳۵۱ وغیرہ؛ ابن کثیر، البدایہ ۲/۱۸۸، ۳۰۵ و ما بعد؛ حجۃ اللہ البالغہ، ۱/۱۲۷؛ سیرت حلبی، ۱/۱۰؛ بخاری/فتح الباری، ۳/۶۵۰-۶۰۰ و مابعد، احادیث بخاری: ۱۶۶۵، ۴۵۲۰ وغیرہ، خاص کر حدیث بخاری: ۱۶۶۴؛ ابن ہشام/ابن اسحاق، ۱/۲۰۴: ہجرت سے قبل حج نبوی کے لئے اور وقوف عرفات کے حکم کے لئے طواف نبوی کا ذکر سیرت و سوانح کے باب میں مسلسل آتا رہا ہے اور دوسرے اکابر قریش و یثرب کے حج و عمرہ اور طواف کا بھی ذکر آیا ہے۔

۹۹- ماکولات و مشروبات میں حلال و حرام کے لئے: سورہ اعراف: ۱۵۷: میں طیب چیزوں کے حلال اور خبیث چیزوں کے حرام ہونے کا اصول، مزید اصولی احکام ہیں: سورہ نحل: ۱۱۶؛ سورہ یونس: ۵۹؛ حرام کھانوں اور مشروبوں کے احکام کے لئے: سورہ انعام: ۱۴۵: مردار، خون جاری، لحم خنزیر، بتوں کا ذبیحہ وغیرہ؛ جاہلی عربوں کے تحریم و حلال کرنے کے انحرافات: سورہ انعام: ۱۴۲-۱۴۴ و ماقبل؛ سورہ یونس: ۵۹؛ ابن کثیر، تفسیر، ۲/۲۱۱، ۲۵۱، ۲۵۶، نیز تفاسیر آیات مذکورہ؛ نیز شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ۱/۱۲۷؛ بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ مذکورہ بالا؛ فتح الباری، ۸/۳۵۹-۳۶۳ و مابعد؛ ۹/۷۷۹؛ ابن ہشام، ۱/۳۳۶: "وحرمنا ما حرم علینا واحللنا ما احل لنا"؛ سہیلی، ۳/۲۴۶-۲۶۱: تقریر حضرت جعفرؓ پر بحث؛ اسلامی احکام میں مفصل بحث ہے: باب ماکولات و مشروبات۔

۱۰۰- جاہلی اور دین حنیفی میں شراب کی حرمت کے لئے: بخاری، کتاب التفسیر، باب انما الخمر والمیسر الخ؛ فتح الباری، ۸/۳۵۰ وغیرہ، ۱۰/۳۹-۷۵ و مابعد؛ ابن حبیب بغدادی، کتاب المحبر، ۲۳۷-۲۴۱؛ کتاب المنمق، ۵۳۱-۵۳۲، نیز مقالہ خاکسار: جاہلی عہد میں حنیفیت؛ شراب کی مستقل حرمت کے لئے: سورہ بقرہ: ۲۱۹؛ تفسیر ابن کثیر، قرطبی، وغیرہ؛ سورہ نحل: ۶۷ تفسیر؛ فتح الباری ۱۰/۳۹-۴۲: حدیث اسراء میں شراب کے پیالے کی خبر؛ ۷/۳۲۲-۳۲۳؛ ابن ہشام، ۱/۳۸۸؛ سہیلی، متعلقہ بحث؛ شبلی اور سید سلیمان ندوی، ان کا پورا بیان تضاد کا شاہکار ہے۔ بہرحال وہ شراب کی قطعی تحریم کے تیسرے یا چوتھے سنہ ہجری

Marfat.com

میں قائل ہیں۔ وہ صحیح نہیں ہے۔ شراب مکی دور سے حرام تھی اور ہمیشہ حرام رہی۔

۱۰۱- حرمت ربوا: سورہ روم: ۳۹؛ سورہ بقرہ: ۲۷۵-۲۷۶: تفاسیر طبری، قرطبی ابن کثیر وغیرہ؛ سورہ نساء: ۱۶۱ میں اہل کتاب کے لئے سود کی تحریم، تفاسیر آیت؛ بخاری/فتح الباری، ۱/۴۳ وغیرہ؛ ۵/۶۲، ۶/۱۳۵-۱۳۷ وغیرہ؛ حدیث ہرقل؛ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۴۰۴ و ما بعد: حدیث اسراء میں حال سود خواراں نیز حلبی، ۱/۳۸۸-۳۹۲؛ مقالہ خاکسار؛ اسلامی احکام، ۱۵۱-۳۶۱۔

دوسرے احکام تحریم: سورہ انعام: ۱۵۲؛ سورہ اسراء: ۳۲-۳۴؛ سورہ فرقان: ۶۸؛ انعام: ۱۵۱؛ اعراف: ۳۳؛ سورہ انعام ۱۲۹؛ ابراہیم: ۲۳ وغیرہ؛ ابن ہشام، ۱/۴۰۵ و ما بعد، نیز ۳۹۳، ۴۳۴: شرائط بیعت عقبہ؛ فتح الباری: ۷/۲۷۴ و ما بعد: احادیث بخاری: ۳۸۹۳ وغیرہ؛ مفصل بحث کے لئے کتب خاکسار مذکورہ بالا/اسلامی احکام، ۴۶۱-۴۸۸۔

۱۰۲- اسلامی احکام، باب نکاح و طلاق، ۲۶۷-۳۱۲ مختلف مآخذ ہیں: قرآن مجید: سورہ نساء: ۲۲-۲۳؛ تفسیر رازی و قرطبی، وطبری اور ابن کثیر وغیرہ؛ حجۃ اللہ البالغہ، ۱/۴۱-۴۳؛ ۲/۱۲۲-۱۲۳ و ما بعد، ۱۲۷؛ ابن کثیر، ۲/۲۵۶-۲۵۹: نکاح آباء اور نبوی، جاہلی عہد، نکاح نبوی پر بحث سیرت کے باب میں آچکی ہے؛ بخاری/فتح الباری، ۹/۱۵۱-۱۵۲، ۳۸۷-۳۸۸: احادیث بخاری: ۵۰۷۷، ۵۱۳۳ وغیرہ۔

عہد جاہلی کی تمام صالح روایات و رسوم کو مکی عہد نبوی میں قبول کر لیا گیا تھا۔ ان مراسم سے آج کل متشدد اصلاح پسندوں کو اختلاف ہے۔ وہ سنت نبوی اور طریق صحابہ کے خلاف ہے۔ مسجد میں نکاح کی رسم ادا کرنے کا ابھی تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا، سارے نکاح گھروں پر ہوتے تھے۔ ان تمام مراسم نکاح کی قانونی حیثیت کے علاوہ سماجی و تہذیبی اہمیت بھی ہے جس پر بحث اپنے مقام پر آتی ہے۔

۱۰۳- محرمات کے باب میں سورہ نساء: ۲۳ اگرچہ مدنی دور کی ہے لیکن اس کے احکام جاہلی اور مکی دور سے مقبول و نافذ چلے آرہے تھے۔ وہ اصطلاحی طور سے مکی حکم رکھتی ہے اور مدنی تنزیل۔ تفاسیر طبری، قرطبی، ابن کثیر وغیرہ میں بحث ہے اور خاص نکاح المقت پر عمدہ نکات ہیں۔

Marfat.com

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مقالہ خاکسار: جدید اردو تفاسیر میں تفاسیر نکاح المقت۔

۱۰۴- حضرت خدیجہؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح نبوی اور حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع سے نکاح حضرت زینبؓ کے علاوہ دوسرے مکی عہد نبوی کے نکاحوں میں ولایت و ولی، اجازت نکاح اور دینی فرق کے باوجود نکاح کی برقراری کا ذکر ملتا ہے۔ امام بخاری وغیرہ نے کتاب النکاح کے ابواب میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کی شرح میں اس پر بحث کی ہے۔

۱۰۵- فتح الباری، ۸/۳۰۸-۳۱۳: بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النساء، مختلف ابواب، نیز دوسرے محدثین کرام کے ابواب متعلقہ؛ تفسیر ابن کثیر، ۱/۱۸۰، ۵۹۷ وغیرہ ؛ البدایہ، ۳/۲۲۶-۲۲۹؛ مواخاۃ میں شرط وراثت کے لئے: حدیث بخاری: ۴۵۸۰؛ فتح الباری، ۸/۳۱۳-۳۱۶؛ نیز مقالہ خاکسار مکی مواخاۃ پر مذکورہ بالا؛ حدیث بخاری: ۱۵۸۸، ابوطالب کے وارث طالب اور عقیل ہوئے تھے جو غیر مسلم تھے۔ ان کے دو مسلم فرزند حضرات جعفرؓ و علیؓ کو ان کی میراث سے کچھ نہ ملا تھا۔ اسی سے اصول نبوی نکلا: "لا یرث المومن الکافر ولا یرث الکافر المومن" یہ مکی حکم ہے۔

۱۰۶- ابن اسحاق/ابن ہشام کے مباحث مخالفین اسلام پر خاص کر بلاذری، ۱/۲۸۸-۳۶۰؛ زبیری کے مطابق مختلف بطون کے انساب۔ چھوٹے بطون قریش میں حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور عبداللہ بن جدعان اور زیدؓ بن عمرو بن نفیل کا مقام و مرتبہ سماجی ہی نہیں دینی و سیاسی لحاظ سے بھی مسلم تھا۔ بہت سے اکابر و شیوخ قریش منصب دار نہ تھے مگر وہ سب سے بڑوں میں شمار ہوتے تھے۔ مفصل بحث کے لئے مکی اسوہ نبوی کا باب اول۔

۱۰۷- مکی اسوہ نبوی، باب اول، ۱۵-۴۷۔ مآخذ ہیں: ابن اسحاق/ابن ہشام، بلاذری، ازرقی، زبیری وغیرہ۔

ثقفی بطون کی مکہ مکرمہ میں آبادکاری کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب خاکسار: عہد نبوی میں قریش ثقیف تعلقات: ان کے سردار حضرت اخنس بن شریق ثقفیؓ کے لئے ملاحظہ ہو: ابن ہشام، ۱/۳۳۷-۳۳۸، ۳۸۴ وغیرہ؛ بلاذری، ۱/۲۳۱؛ سہیلی، ۳/۱۹۶، ۳۲۰۔

Marfat.com

عجمی عناصر وافراد کا ذکر قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ میں ملتا ہے جن کے مطابق قریش قرآن سیکھانے کا الزام ایک عجمی پر لگاتے تھے۔ نیز حضرات بلال حبشی وعداسؓ نصرانی کے واقعات جن کا ذکر سیرت میں آچکا ہے۔

۱۰۸- مفصل بحث کتاب خاکسار: رسول اکرم ﷺ اور خواتین۔ایک سماجی مطالعہ میں ہے: ا۔۱۳۱ وما بعد؛ اہم ترین مآخذ ہیں: بخاری/فتح الباری، ۷/ ۲۸۷-۲۹۵ ومابعد: حدیث بخاری: ۳۹۰۵: خانہ صدیقی کی روزانہ زیارت نبوی؛ اسد الغابہ میں صحابہ وصحابیات کے سوانحی خاکے جیسے ۵/ ۵۱۷؛ اصابہ میں ایضاً، جیسے ۵/ ۵۱۷؛ ابن سعد، ۸/ کامل جلد: خواتین کے گھروں میں ۸/ ۲۲۲ وغیرہ؛ مصعب زبیری، نسب قریش، ۱۷-۲۰ وغیرہ۔

۱۰۹- مفصل بحث کے لئے: عہد نبوی کا تمدن خاص کر ۱۶۳-۲۵۰ ومابعد۔ان کے مآخذ بہت ہیں۔ ان میں سے خاص ہیں؛ بخاری مسلم وغیرہ کتب حدیث کے کتاب الاطعمہ وکتاب الاشربہ، فتح الباری کے متعلقہ مباحث؛ ابن اسحاق/ابن ہشام کے مختلف ابواب و مباحث؛ کتاب المعارف دینوری اور کتاب المحبر وکتاب المنمق کے ابواب اجواد عرب۔

۱۱۰- اسلامی احکام کے ابواب نکاح وطلاق کے مذکورہ بالا حوالوں اور ماخذوں کے علاوہ عہد نبوی کا تمدن، باب تیوہار اور تقریبات؛ بلاذری، ۱/ ۴۰۹: "وكانت عائشة مسماة لجبير بن مطعم بن عدى" ۱/ ۴۰۷؛ "..... خديجة كانت مسماة لورقة بن نوفل"، ابن اسحاق/ابن ہشام وغیرہ متعدد کتب سیرت اور بخاری/فتح الباری کے مباحث سے شادی کے مراسم اور عقیقہ اور ختنہ پر بحث آچکی ہے اور ان کے مآخذ کا بھی ذکر آچکا ہے۔

۱۱۱- بنات طاہرات کے مکی دور میں نکاح کا ذکر عام کتب سیرت کی بہ نسبت نسب قریش زبیری وغیرہ میں ہے اور فتح الباری میں بھی ہے؛ مزید ملاحظہ ہو: رسول اکرم ﷺ اور خواتین کا متعلقہ باب۔

۱۱۲- کتب سیرت وسوانح میں ان کے تراجم ملاحظہ ہوں خاص کر ابن سعد میں۔

۱۱۳- رسول اکرم ﷺ اور خواتین کا باب متعلقہ۔

Marfat.com

خطبہ ششم

اقتصادی و معاشی زندگی

تیرہ سالہ مکی عہد نبوی میں مسلم معیشت واقتصاد (economy) بنیادی طور سے وہی تھی جو طویل جاہلی عہد سے چلی آرہی تھی۔ اس میں بعض اصلاحات ضرور کی گئی تھیں۔ اسلامی دین وشریعت کے آغاز وارتقا کا ایک حکیمانہ اصول یہ ہے کہ وہ تمام اچھی چیزوں کو برقرار رکھتے ہیں، بری چیزوں کو اچھی چیزوں سے بدل دیتے ہیں اور جن میدانوں میں انسانی فلاح وخیر کا مطالبہ ہوتا ہے ان میں نئی چیزوں کا اضافہ کردیتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ تمام معاصر زندگی کو تباہ وبرباد کرنے نہیں آئے تھے۔ دینی میدان میں، شریعت کے دائرے میں، سماجی زندگی اور اسی طرح اقتصادی اور سیاسی معاملات میں اسی الٰہی اصول اور نبوی سنت پر عمل کیا گیا۔ اسی طرح نفاذ دین و شریعت کے معاملہ میں تمام دوسرے میدانوں کی طرح تدریج کا اصول اور طریقہ اختیار کیا گیا، آہستہ آہستہ اصلاحات اور بہتری لائی گئی (۱۱۴)۔

مکی عہد نبوی میں بھی معیشت و اقتصاد کا انحصار چار ذرائع پیداوار پر تھا: تجارت، زراعت، صنعت وحرفت اور مزدوری واجیری (۱۱۵)۔ قریش مکہ کا بلاشبہ بیشتر انحصار تجارت پر تھا لیکن ان کے بہت سے افراد وطبقات خاص کر اکابر کا زراعت اور حرفہ واستکاری سے بھی واسطہ تھا۔ بیشتر عوام تو اجرت ومزدوری پر زندگی بسر کرتے تھے۔ ان میں سے کچھ تجارت وزراعت سے بھی وابستہ تھے اور بہت سوں کا تعلق حرفہ و دستکاری سے بھی تھا۔ انسانی تہذیب وتمدن میں یہ چاروں پیداوار کے ذرائع ہمیشہ سے چلے آرہے تھے، حالات واحوال کے مطابق ان میں سے کسی کو زیادہ ترجیح مل جاتی تھی (۱۱۶)۔

Marfat.com

تجارت

مکہ کے جغرافیائی احوال اور بیت اللہ کے وہاں وجود کی وجہ سے قریش مکہ کو تجارت وکاروبار دوکانداری اور خرید وفروخت کے مشغلہ کو زیادہ اپنانا پڑا۔ قریش کی سہولت اور جمع خاطر کے لئے اللہ تعالیٰ نے گرمی اور سردی کے دو بین الاقوامی تجارتی سفر یا تجارتی شاہراہیں بنادی تھیں تاکہ بھوک سے محفوظ رہیں اور امن وامان سے زندگی گزاریں (۱۱۷)۔ قریش کی اس بنیادی معیشت و کاروبار کی بنا پر رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے بھی جاہلی دور میں بھی اور اس کے بعد اسلامی عہد میں بھی تجارت وکاروبار کو ہی اپنی معاشی زندگی کی اصل بنایا۔ وہ مقامی وشہری تجارت و کاروبار میں بھی حصہ لیتے تھے، ملکی سطح پر عرب بازاروں (اسواق العرب) میں بھی تجارت کے جاتے رہتے تھے اور غیر ملکی تجارت اور بین الاقوامی کاروبار میں حصہ لینے کی خاطر شام ویمن اور ان کے متصل علاقوں میں جاتے تھے۔ شامی تجارت ان کی اقتصادی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی تھی اور قریشی تاجر اور صحابہ کرام مقامی کاروبار اور ملکی تجارت میں حصہ لینے کے ساتھ شامی تجارت سے وابستہ ہوجاتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے شامی تجارت کے لئے دو سے زیادہ سفر کئے تھے، یمن اور دوسرے اسواق العرب میں بھی گئے تھے۔ بعثت سے قبل بھی تجارت کی تھی اور بعثت و نبوت کے بعد بھی جاری رکھی تھی۔ بس طریقہ کار کا ایک فرق آیا تھا۔ ابتداء میں مختلف تاجروں کا سامان تجارت لے کر جاتے اور اپنی محنت سے کاروبار بڑھاتے اور صاحب مال کے مال پر منافع کا اضافہ کرتے اور واپسی پر صاحب مال کا اصل اسے لوٹا دیتے اور منافع میں شریک ہوجاتے۔ فقہاء اسلامی اور ماہرین معیشت نے اسے مضاربت، مقارضہ، قراض وغیرہ کا نام دیا ہے جو محنت و سرمایہ کے اشتراک پر مبنی تھا۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد آپ ﷺ خود صاحب مال بن گئے تھے اور اب آپ ﷺ کی تجارت زوجین (میاں بیوی) کی مشترکہ تجارت بن گئی تھی۔ اس کا قوی امکان ہے

Marfat.com

کہ اس پندرہ سالہ زمانے میں آپ ﷺ نے دوسرے قریشی تاجروں کے مال کے ساتھ مضاربت یا شراکت کی بنیاد پر تجارت کی ہو، کیونکہ یہ تمام چھوٹے بڑے قریشی اور دوسرے عرب تاجروں کا طریقہ تھا۔ اس میں نفع کی شرح بڑھتی جاتی تھی اور اسی کے ساتھ دولت بھی آتی تھی۔ قریشی تاجروں کی تجارت کی تجارتی مہارت کا یہ عالم تھا کہ وہ سو فیصد نفع اکثر و بیشتر کماتے تھے۔ حضرات صحابہ نے بھی اسی طرح اصل مال پر سو فیصد نفع کمایا تھا۔ نبوت کے بعد آپ ﷺ ہمہ وقتی دین و اسلام کی تبلیغ، شریعت و قرآن کی تعلیم اور صحابہ کرامؓ کی تربیت میں لگ گئے اور تجارت دوسرے تاجروں کے ذریعہ کرنے لگے۔ یعنی آپ ﷺ صاحب مال کی حیثیت سے اپنے گھرانے کا سامان تجارت قریشی و عرب تاجروں کو خاص نفع کی شرح یا شراکت کی بنیاد پر عطا کر دیتے۔ بلاذری، ابن کثیر اور بعض دوسرے مورخین کے مطابق آپ ﷺ نے بعد نبوت کی زندگی میں ابوسفیان بن حرب اموی جیسے بڑے قریشی تاجر و صاحب مال کے ساتھ شراکت میں تجارت کی تھی اور وہ شام و یمن اور بعض دوسرے علاقوں میں مسلسل کی جاتی رہی تھی۔ نبوی مکی زندگی میں آپ ﷺ بطور تاجر کہیں نہ گئے (۱۱۸)۔

صحابہ کرام کی تجارت

ان ہی تین طریقوں کے ذریعہ متعدد صحابہ کرامؓ اور مالدار مسلمانوں نے مکی زندگی میں تجارت کا کاروبار کیا تھا۔

شامی تجارت

شام سے وابستہ بڑے صحابہ کرام میں شامل تھے: حضرت ابوبکر صدیقؓ جو مسلسل جاتے رہتے تھے اور مدینہ سے گزرتے رہتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان بن عفان امویؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف زہری، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تیمی، حضرت زبیرؓ بن عوام اسدی وغیرہؓ بھی شامی تجارت سے بہت وابستہ تھے۔

Marfat.com

ہجرت نبوی کے سفر کے دوران حضرات زبیرؓ وطلحہؓ شام سے واپسی پر آپ ﷺ کے کاروان سے ملے تھے اور ہدیے پیش کئے تھے۔ جبکہ حضرت عثمان وغیرہ ہجرت کے سفر سے قبل شام سے واپس آئے تھے اور ہجرت کے معاً بعد پھر شامی تجارت کے لئے یثرب سے چلے گئے تھے۔ صحابہ کرام حضرات عمرؓ وابوبکرؓ اور متعدد دوسرے اکابر کے تجارتی تعلقات شام کے متعدد علاقوں سے قائم تھے اور وہ برابر وہاں جاتے رہتے تھے۔ غیر مسلم اکابر قریش میں سب کے سب شامی تجارت سے وابستہ تھے اور چھوٹے بڑے کاروانوں کے زریعہ مسلسل تجارت کرتے رہتے تھے (۱۱۹)۔

یمن واسواقِ عرب سے تجارت

حضرت عمرؓ خاص طور سے ایران سے تجارتی تعلقات رکھتے تھے اور وہ شامی تجارتی شاہراہ کے علاوہ مشرقی تجارتی شاہراہ سے عراق وغیرہ جایا کرتے تھے۔ متعدد دوسرے صحابہ کرام بھی یمن اور مختلف اسواقِ عرب میں تجارت کرتے تھے۔ ان کا کچھ ذکر پیشوں کے باب میں بھی آئے گا۔ متعدد بین الاقوامی تاجر اسلام وقریش مقامی اور علاقائی تجارت میں بھی حصہ لیتے تھے۔ ان میں سے بہت سوں کے صنعتی ادارے بھی تھے۔ دستکاری اور حرفہ سے مرد وعورت دونوں میں سے بہت سے لوگ وابستہ تھے۔ مصنوعات کی تجارت اور خرید وفروخت بھی تجارتی زندگی کا ایک حصہ تھی۔ جیسا کہ صعنت وحرفہ کی بحث میں ملتا ہے۔

حبشہ سے تجارت

قریشِ مکہ اور مکی صحابہ دونوں کے تجارتی تعلقات پڑوسی ملک حبشہ سے تھے۔ ابن اسحاق، بلاذری وغیرہ نے حبشہ کو قریشی تجارت کا مرکز یا تجارتی منڈی کہا ہے جہاں وہ مسلسل جاتے رہتے تھے اور ان کے تاجر مکہ وغیرہ سامان تجارت لاتے رہتے تھے۔ مکی دور کی تجارت مسلم وقریش دوطرفہ تھی۔ غیر ملکی تاجروں کے کارواں مکہ مدینہ آتے تھے اور

Marfat.com

وہ ضابطہ وغیرہ کہلاتے تھے۔ ان غیر ملکی تاجروں کا ذکر اور مکی تاجروں کے بین الاقوامی تعلقات کا بیان مختلف مواقع پر ملتا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ اسلام سے قبل مکی دور میں بطور کافر تاجر اور سفیر قریش اپنے رفیقوں اور ندیموں کے ساتھ حبشہ جاتے رہے تھے اور ان کے قافلوں اور کاروانوں میں اور خاص مسلم کاروانوں میں کئی صحابہ کرام کے تاجران ذی شان بھی حبشہ جاتے اور وہاں اپنا مال فروخت کرتے اور حبشی سامان تجارت عرب ضروریات کے مطابق مکہ اور دوسرے علاقوں کے لیے لاتے تھے۔ حبشی تاجروں کا خاصا بڑا طبقہ مکہ میں بھی موجود تھا (۱۲۰)۔

سودی کاروبار

تجارتی زندگی اور اقتصادی دولتمندی کا ایک ہنر یہ بھی ہے اور آفاقی بھی کہ مال ونقد ہی سامان تجارت اور ذریعہ آمدنی بن جاتا ہے۔ قریشِ مکہ، ثقیفِ طائف، یہودِ مدینہ، نصاریٰ نجران اور قریب قریب تمام شہروں اور تجارتی مرکزوں اور اقتصادی علاقوں کے مالدار لوگ سودی کاروبار کرتے تھے۔ وہ نقد یا مال کو ایک خاص مدت کے لئے عام طور سے پچاس فیصد اور بسا اوقات سو فیصد شرح سود پر ضرورت مند عوام اور خواص کو دیا کرتے تھے۔ متعین عرصہ میں وہ نقد یا جنس نہ لوٹائی جاتی اور سود نہ ادا کیا جاتا تو سود اصل میں شامل ہو جاتا اور اب اس اضافہ شدہ اصل پر سود کی شرح لگتی۔ اسے سود مرکب تو کہا جاتا ہے مگر وہ اصلاً ربوا کی سب سے ظالمانہ شرح و کاروبار حیوانی ہے۔ قریشی اکابر میں عبدالمطلب ہاشمی اور ان کے فرزند عباس بن عبدالمطلب ہاشمی اور ولید بن مغیرہ مخزومی اور ان کے خاندان (بنو المغیرہ) کے نام سودی کاروبار کرنے والوں میں آتے ہیں لیکن ان میں بنو مخزوم و بنو امیہ بنو عبد شمس اور دوسرے تمام مالداران قریش شامل تھے اور ثقیف و طائف کا تو بیشتر کاروبار سودی لین دین پر مبنی تھا۔ وہ مہاجنی سود بھی تھا اور تجارتی سود بھی۔ یہاں تک کہ نجران وغیرہ کے عیسائی اور مدینہ وغیرہ کے یہودی سودی کاروبار کرتے تھے اور خوب ظلم سے مال کماتے تھے۔ دین حنفی

Marfat.com

کے پیرو عربوں میں عام طور پر سود کی حرمت کا خیال و قانون تو رہا نہیں تھا لیکن یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں اس کی تحریم کا واضح ذکر موجود ہے اور وہ جانتے بھی تھے۔ قریش مکہ کے اکابر خاص بھی سود کو حرام ہی سمجھتے تھے لیکن اس میں مبتلا تھے اور مہاجنی سود بھی دیتے تھے اور تجارتی سود پر ان کی تجارت ہی قائم تھی (۱۲۱)۔

مسلم سودی کاروبار

عام سیرت نگاروں اور روایتی علماء کا خیال خام ہے کہ معاشی زندگی میں سود و ربوٰ ایسا لازمہ بن گیا تھا جس کے بغیر تجارت و معیشت بگڑ جاتی یا ناممکن ہو جاتی لہٰذا اسے رفتہ رفتہ حرام کیا گیا: پہلے سود مرکب حرام ہوا، پھر تجارتی سود و مہاجنی سود حرام ہوا اور تیسرے مرحلے میں جو مدنی عہد میں آیا سود کی قطعی حرمت آ گئی۔ یہ خیال بعض محققین کا بھی ہے (۱۲۲)۔ لیکن وہ بالکل صحیح نہیں ہے اور روایات پر اور آیات کریمہ کی غلط تفسیر پر مبنی ہے۔ اسلامی دین و شریعت میں سود و ربوا ہمیشہ حرام رہا اور کسی نبیؑ کی شریعت میں کبھی حلال نہیں رہا۔ مکی عہد محمدی میں بھی وہ حرام ہی رہا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے احکام حلال و حرام میں شروع سے اسے حرام قرار دیا اور کسی صحابی یا مسلم کو سودی کاروبار کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جیسے ہی کوئی شخص یا طبقہ ایمان قبول کرتا اور اسلام لاتا اس کو دوسری حرام چیزوں سے اجتناب کرنے کے ساتھ سود و ربوا کی قطعی ممانعت فرما دیتے۔ حضرت عثمان بن عفان اموی ہوں یا حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی، تمام صحابہ کرام نے اسلام قبول کرتے ہی سودی کاروبار یک لخت اور قطعی چھوڑ دیا تھا۔ لہذا مکی دین و شریعت میں سودی کاروبار مسلم صحابہ کرام یا دوسرے مسلمانوں نے کبھی نہیں کیا۔ احکام تحریم کا علم ہوتے ہی وہ اسے ترک کر دیتے تھے۔ اس موضوع پر ایک تحقیقی بحث کہیں اور کی جا چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ مکی اسلامی تجارت اور اسلامی مکی معیشت سودی کاروبار سے قطعی پاک تھی (۱۲۳)۔

Marfat.com

زراعت

مکہ مکرمہ کی آب و ہوا اور ان سے زیادہ مٹی اور زمین کھیتی باڑی کے لئے مناسب نہ تھی۔ زمین پتھریلی اور ریگستانی تھی اور آب و ہوا صرف گرم ہی نہیں بہت گرم۔ متعدد دوسرے علاقے اور خطے زراعت کے لئے بہت موزوں تھے۔ ان میں کھیتی باڑی، باغبانی اور دوسری زرعی پیداواریں ہوتی تھیں اور بیشتر لوگوں کی کفایت کرتی تھیں۔ ان میں طائف قریبی شہر و علاقہ تھا جو بہت زرخیز تھا اور مکہ مکرمہ کو روزمرہ کی ضروریات جیسے سبزی، غلہ و اناج، پھل پھلاری اور دوسری زرعی مصنوعات فراہم کرتا تھا۔ اس وسیع و زرخیز وادی میں ثقفی اکابر و شیوخ کے اموال اور زرعی جائیدادوں کا جال بچھا تھا (باغات اور زرعی جائیدادیں)۔ اسی وجہ سے ان کو مالی خوشحالی حاصل تھی۔ مکی دور نبوی میں طائف کے علاقہ وشہر میں اکادکا مسلمان تھے۔ مگر قریش مکہ کے متعدد جاہلی اکابر کے اموال اس دیار میں تھے اور ان کے مسلم اخلاف ان کے وارث بنے۔ وارث یوں کہ وہ اپنے صاحب۔ مال والد کی وفات کے وقت صاحب ایمان نہ تھے اور بعد میں اسلام لائے۔ لہذا وہ اپنے حصہ اموال کے مالک پہلے بن چکے تھے۔ ان میں ابواحیحہ سعید بن عاص اموی کے فرزند حضرت ابان اموی وغیرہ، عبدالمطلب ہاشمی کے فرزند حضرت عباس ہاشمی وغیرہ اور بنومخزوم وغیرہ کے مسلمان شامل تھے۔

ان قریشی مالکانِ اموال کو طائف کے باغات اور کھیتوں سے متعدد پیداواریں جیسے غلہ، انگور، شہد اور کئی دوسری مصنوعات ملتی تھیں جو مکہ لائی جاتی تھیں۔ طائف و ثقیف کے وسیع زرخیز علاقے میں بکھری ہوئی ان زرعی جائیدادوں پر ان کے قریشی مالک اپنے فرزندوں اور کارکنوں کے ساتھ جا کر طویل عرصے کے لئے قیام کرتے تھے۔ سخت گرمی کے موسم میں تو وہ ان صاحب مال لوگوں کی پسندیدہ پناہ گاہ تھی۔ فصلوں کے پکنے پر وہ خاص طور سے جاتے تھے اور یہ آمدورفت سال بھر مسلسل رہتی تھی (۱۲۴)۔

Marfat.com

یثرب مکی دور میں خالص یا بیشتر زرعی علاقہ تھا۔ اس کے اردگرد یثربی عرب اکابر، مسلم صحابہ اور عام وخواص کے باغات اور کھیت تھے۔ جن کو اموال کہا جاتا تھا۔

تیرہ سالہ مکی دور میں پورا یثرب مسلمان بن چکا تھا۔ ان کے تمام بڑے اور چھوٹے افراد و طبقات کھجور کے بڑے باغات اور چھوٹے موٹے جھنڈ ضرور رکھتے تھے۔ غریب عوام اور عورتیں تک اپنے گھروں کے اردگرد اور احاطوں (دار) میں کھجور کے چند درخت ہی لگا لیتی تھیں۔ وہ اپنی زمینوں میں کچھ سبزیاں بھی اگاتی تھیں۔ مالدار یثربی صحابہ کے شہر کے اردگرد پھیلے وسیع زرخیز زمینوں میں بڑے بڑے کھیت تھے۔ ان میں مختلف اناج اگایا جاتا تھا خاص کر جو جوان کا خاص کھانا تھا۔ مختلف سبزیاں اور زرعی پیداواریں بھی ان سے حاصل کی جاتی تھیں۔ ان میں لوکی، کدو، شلجم، مولی، چقندر، پیاز، لہسن وغیرہ متعدد پیداواریں شامل تھیں (۱۲۵)۔

بحرین کے قریب قبیلہ عبدالقیس کے علاقے، دوس وازد کے خطے، اشعر و زبید کے دیار اور حرمین کے درمیان واقع غفار و اسلم کے قبیلے بھی کھیتی باڑی کرتے تھے اور بعض مقامات پر کھجوروں کے باغات بھی تھے۔ ان میں بھی سبزیاں، پھل پھلاری اور مختلف قسم کے موٹے اناج پیدا کئے جاتے تھے (۱۲۶)۔

مویشی پالن زرعی معیشت کا بھی اسی طرح حصہ تھا جس طرح تجارتی علاقوں کی اقتصادی زندگی کا۔ اونٹ بھیڑ بکریاں، گائے اور مرغی سب پالے جاتے تھے۔ ان کا دودھ ان کی غذا بھی تھا اور ذریعہ آمدنی بھی۔ وہ زرعی معیشت کا ایک تجارتی پہلو بھی تھا۔ ان کے علاوہ زرعی مصنوعات بھی تھیں جو حرفت و دستکاری کی پیداوار تھیں (۱۲۷)۔

حرفہ اور دستکاری

دستِ ہنر سے کمانے والوں میں حرفت و صنعت اور دستکاری سب سے بڑا ذریعہ اقتصاد تھا۔ وہ مختلف پیداواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں سب سے اہم اور وسیع حرفے اور صنعتیں، جن میں مسلم صحابہ مکی دور میں بھی لگے ہوئے تھے، حسب ذیل تھے:

Marfat.com

پارچہ بافی

سوت کاتنا، دھاگے بننا اور پھر ان سے کپڑے بنانا غالباً سب سے بڑا حرفہ یا صنعت تھی۔ وہ خالصتاً دستکاری تھی۔ بعض مکی صحابہ کرام کپڑوں کی تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے کارخانوں میں کپڑے بھی بنواتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے علاوہ یثرب کے بعض خاندان تو اسی کام میں لگے ہوئے تھے۔ ان میں خزرج کے بنوالنجار اوران کے بعض ذیلی خاندان شامل تھے اور اپنے کپڑے سازی کی صنعت کے لئے خاصے مشہور تھے۔ وہ صنعت کار تاجر بھی تھے۔ مکہ، یثرب اور دوسرے مسلم علاقوں کی عورتیں خاص کر اپنی ضرورت کی چادریں، قمیصیں، ازاریں، دوپٹے اور بستر کے فرش وفروش گھروں میں بنالیا کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت زینبؓ اوران کی ہمنام یثربی صحابیہ مکی دور سے صنعتکاری یادستکاری کرتی اوراس کے ذریعہ مال کماتی رہی تھیں۔ ام المومنین حضرت زینب ام المساکینؓ بھی دستکارتھیں اور مدنی دور میں یا رسول اللہ ﷺ سے شادی کے بعد دستکارنہیں بنی تھیں بلکہ پہلے سے تھیں۔ ضرورت بھر کا کپڑا بننا دراصل ہر خاندان کی گھریلو صنعت وحرفت تھی۔ پورے جزیرہ نمائے عرب میں کپڑے بننے کی صنعت پھیلی تھی اوراس کے متعدد خاص مراکز تھے۔ ان میں یمن سب سے بڑا اوراہم مرکز پارچہ جاتی تھا، دوسرے علاقے تھے: صحار، سحول، نجران، جرش، قطر، خیبر ان مراکزی پارچہ بافی اوراس کے کپڑوں کا ذکر بالعموم رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ملبوسات اور بالخصوص اکابر قریش کے ملبوسات کے حوالے سے آتا ہے (۱۲۸)۔

زرعی پیداواروں میں دودھ دہی اور پنیر وغیرہ دوسری گھریلو دستکاری تھیں۔ مویشی پالن سے وابستہ مردوخواتین بالعموم دہی اور پنیر اور مکھن و گھی بناتے تھے۔ طائف کے علاقے سے حضرت حلیمہؓ سعدیہ اوران کے خاندان والے مکی دور میں ملاقات نبوی کے لئے جب بھی آتے تھے تو گھی، مکھن اور پنیر ضرور لاتے تھے کہ وہ پسندیدہ چیزیں تھیں۔ یثرب کی صحابیات وصحابہ کرام بھی ان کو جاہلی دوراور مکی عہد سے

Marfat.com

بناتے، استعمال کرتے اور خرید و فروخت کرتے چلے آرہے تھے۔ ان میں سے بعض کے نام بھی ملتے ہیں۔ غفار و اسلم کے دیار میں اور دوس وغیرہ کے جنوبی علاقوں کے مسلمانوں میں سے متعدد اسی حرفت و دستکاری سے وابستہ تھے(۱۲۹)۔

لوہاری، زرگری، اسلحہ سازی، بڑھئی گیری (نجاری)، چمڑا سازی، خیاطی و درزی گیری، عطر سازی، اور ان جیسی متعدد دستکاریاں تھیں جو مکی عہد نبوی کی مسلم معیشت و اقتصاد کا مختلف علاقوں میں ایک اہم حصہ رہی تھیں۔ مکی دور کے صحابہ کرام میں حضرات جناب بن ارت تمیمیؓ اور سعد بن ابی وقاص زہریؓ لوہاری اور اسلحہ سازی میں بہت معروف اور ہنر مند کاریگر تھے اور اول الذکر نے تو بہت مال بھی کمایا تھا۔ حضرت صہیب بن سنان رومی/نمری قاسطی بھی تربیت یافتہ اور ماہر کاریگر تھے۔ ابن حبیب بغدادی اور ابن قتیبہ دینوی وغیرہ نے جاہلی دور کے اکابر اور مکی عہد کے بعض صحابہ کرام کے پیشوں۔ حرفت و دستکاری میں ذکر کیا ہے۔(۱۳۰)۔

مزدوری واجیری

ہر سماج کی طرح مکی جاہلی اور نبوی عہد میں اکثر لوگوں کا اقتصادی مشغلہ مزدوری اور اجیری کے ذریعہ کھانا کمانا تھا۔ ان میں دو طرح کے مزدور واجیر ہوتے تھے: ایک ہنر مند جو اپنے خاص ہنر اور فن کے ذریعہ مختلف مزدوری کرتے تھے اور دوسرے غیر ہنر مند۔ ہنر مند ایک خاص تعلیم و تربیت کے بعد کام کے لائق بنتے تھے اور وہ اپنے استادوں اور کاریگروں سے خاص ہنر و فن کی تعلیم و تربیت لیتے تھے۔ غیر ہنر مند لوگ کسی فن و تربیت میں طاق نہ ہوتے تھے اور وہ عام محنت و مزدوری کے کام کر کے اپنی روٹی روزی کماتے تھے۔ ان دونوں قسم کے مزدوروں میں آزاد لوگ بھی ہوتے تھے اور غلام و موالی کے طبقات کے افراد بھی۔ شریف خاندانوں کے ارکان بھی ہوتے تھے اور نچلے طبقات کے لوگ بھی دونوں قسم کے مزدوروں کے مشاغل کی مختصر تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے:

Marfat.com

ہنر مند مزدور (Skilled Labour)

مختلف پیشوں کے بیان میں ان کا ذکر بھی ملے گا اور ان کی مزدوری کی نوعیت کا بھی۔تربیت یافتہ مزدوروں میں تمام حرفوں اور دستکاریوں سے وابستہ ہاتھ کی کمائی کھانے والے تھے اور تجارت و زراعت کے میدان سے وابستہ تھے۔ جیسے تجارت کے گماشتے اور قافلے والے، زراعت و باغبانی کے فن سے واقف مزدور، نجاری، زرگری، خیاطی وغیرہ سے واقف کاریگر ،فوجی علوم وفنون اور تربیت سے وابستہ مشاغل (martial arts) میں خالص تربیت یافتہ استاد ہوتے تھے جیسے تلوار بازی، تیراندازی، حربہ اندازی، گھوڑسواری وغیرہ کے فنون کے ماہرین اور ان کے مدد گار معاونین، مکی عرب سماج میں ان کا بڑا مقام تھا فن تعمیر یا عمارت سازی سے وابستہ کاریگر اوران کے مددگار بھی ہنر مند ہوتے تھے۔ دیواروں اور چھتوں کی تعمیر وغیرہ کے لئے ہنر مندی ضروری تھی۔

غیر تربیت یافتہ مزدور (unskilled labour)

ایسے تمام مزدور واجیر بے ہنرے ہوتے تھے۔اور وہ مختلف کام اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے (عمال ایدیھم)۔ وہ چاروں قسم کے اقتصادی مشاغل میں بطور محنت کش و معاون کام کرتے تھے جیسے تجارت میں کاروانوں میں عام کرنے والے، زراعت میں زمین کی کھدائی، گڑائی اور دوسرے کام کے لوگ ،حرفت وصنعت میں وہ ہنر مندوں کے ماتحت اور مددگار ہوتے تھے۔اور فن تعمیر وغیرہ میں وہ پتھر اینٹ، گارا اٹھانے والے اور درختوں کے تنے کاٹنے والے، کھیتوں کو سینچنے والے اور کنوؤں سے پانی لانے والے، گھریلو کام کے اجیر ومزدور عام طور سے خدمت و چاکری کرتے تھے، اور گھریلو نوکر ہوتے تھے۔ وہ سودا سلف لاتے، پانی فراہم کرتے، گھر کے دوسرے کام کرتے تھے (۱۳۱)۔

Marfat.com

قریش مکہ کے پیشے

قریش اور مکہ مکرمہ کے دوسرے باسی قبیلے زیادہ تر تجارت پیشہ تھے اور مختلف چیزوں کی تجارت ملک و بیرون ملک میں کرتے تھے۔ ان کی اشیائے تجارت میں سب سے زیادہ منافع بخش اور مقبول و پسندیدہ چیز کھالیں (ادم) تھیں۔ وہ مختلف مویشیوں۔ اونٹ، بھیڑ، بکری، مینڈھے اور گائے وغیرہ۔ کی ہوتی تھیں جن کو مختلف مصالحے لگا کر سکھالیا کرتے تھے۔ چاندی کی خام قسم اور چھڑیں بھی اشیائے تجارت میں شامل تھیں۔ کپڑے، اناج، سبزیاں، مختلف مصنوعات جیسے طائف کی انگوری شراب وغیرہ بھی ان میں اہم سمجھی جاتی تھیں۔ وہ اپنے علاقوں سے جو چیزیں لے جاتے ان کو راستہ کی منڈیوں میں بیچ دیتے اگر اچھے دام ملتے اور مقامی منڈیوں اور بازاروں سے وہ ان کی خاص اشیاء تجارت لیتے اور ان کو اپنے آخری پڑاو یا منڈی تک لے جاتے۔ واپسی میں وہ شام، مدینہ، خیبر وغیرہ سے شمال میں اور جنوب میں یمن سے عطریات، کپڑے، اسلحہ، ادویہ اور دوسری چیزیں لاتے۔

قریش کے مالدار اور بڑے تاجر اپنے قرب و جوار کے تاجروں خاص کر طائف سے تاجروں کے ساتھ تجارتی اشتراک رکھتے تھے۔ وہ چھوٹے بڑے کاروانوں میں اپنے تجارتی ندیموں کے ساتھ تجارتی دورے کرتے رہتے تھے اور بسا اوقات کئی کئی ماہ ان میں لگا دیتے۔ قریشی تاجروں کے ندیموں کا ذکر مختلف مورخین نے کیا ہے۔ انہوں نے قریش و طائف کے تاجروں کے اشتراک کا بھی ذکر کیا ہے۔ مشہور اکابر قریش و ثقیف وغیرہ نے اپنے ہم پلہ اور ہم مرتبہ تجار سے شراکت کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ وہ ساتھ ساتھ تجارت کرتے تھے اور ندیم/ندماء کہلاتے تھے۔ مردوں کے ساتھ ساتھ مالدار خواتین بھی تجارت کرتی تھیں مگر وہ خود اپنا مال لے کر بازاروں میں نہیں جاتی تھیں بلکہ گماشتوں اور نمائندوں کے زریعہ مشارکت، مضاربت یا اجرت پر تجارت کرواتی تھیں جیسا کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں دیکھا جا چکا۔ مرد

Marfat.com

اور عورت دونوں مقامی بازاروں اور ہفتہ واری یا روزانہ ہاٹوں میں اپنا سامان خود بیچا کرتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت خدیجہؓ کی بہن حضرت ہالہؓ کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ گوشت کے پارچوں اور بعض دوسری چیزوں کا کاروبار کرتی تھیں۔ ایسی دوسری خواتین کی دوکانداری کا بھی ذکر ملتا ہے۔

اہم تجارتی سامان کے لحاظ سے قریشی ومکی تاجروں کے پیشوں کا ذکر بہت دلچسپ ہے جو ابن قتیبہ وغیرہ نے کیا ہے۔ مثلاً حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ، طلحہؓ وزبیرؓ وغیرہ کپڑوں کے تاجر تھے۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف زہری کپڑوں کے علاوہ اناج وغلہ کی بھی تجارت کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کے سامان تجارت میں اناج وغلہ کے علاوہ بعض قیمتی سامان بھی شامل ہوتے تھے۔ بڑے شامی تجارت کرنے والے مختلف سامان بیچتے اور خریدتے تھے۔ جناب ابو طالب ہاشمی عطر اور گیہوں کا خاص کام کرتے تھے۔ ان کے اور دوسرے تاجروں کے پاس عطریات یمن سے اور گیہوں یمامہ سے آتا تھا۔ عباس ہاشمیؓ عطر فروش تھے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام اسدی اور حضرت عمرؓو بن العاص سہمی کپڑوں کے علاوہ گوشت کا کاروبار کرتے تھے، عوامؓ اسدی اور عثمان بن طلحہ عبدری درزی تھے۔ حضرت ابوسفیان بن حرب اموی اور ان کے ثقفی شریک تجارت امیہ بن ابی الصلت جو مشہور شاعر تھے تیل اور چمڑے کے بڑے تاجروں میں سے تھے (۱۳۲)۔

مردوں کے دوسرے پیشے

اسلحہ سازی اور لوہاری: حضرت سعد بن ابی وقاص زہری ماہر تیر بنانے والے تھے اور تیر وکمان پر مشتمل اسلحہ کی تجارت کرتے تھے۔ حضرت خباب بن ارت تمیمی ماہر فن لوہار (قین) تھے۔ وہ لوہاری کے مختلف کاموں میں اسلحہ بھی بناتے تھے اور دوسرا سامان ضرورت بھی۔ ان کی مہارت کی وجہ سے ان کی بڑی طلب تھی۔

زرگری: مکہ مکرمہ اور اس کے اطراف میں چاندی کی کانیں تھیں۔ متعدد لوگ کان کنی

Marfat.com

کے علاوہ چاندی پر مشتمل اشیاء بناتے تھے اور زیورات بھی۔ سونے چاندی کا کام کرنے والے زرگر (صائغ) عام طور سے سکہ ساز بھی ہوتے تھے۔ اور درہم (چاندی) کے اور دینار (سونے کے) سکے بناتے تھے۔

بڑھئی: لکڑی کا مختلف کام اور ان کی تجارت کرنے والوں میں عتبہ بن ابی وقاص زہری، ولید بن مغیرہ مخزومی اور عاص بن ہشام مخزومی جیسے لوگوں کے نام گنائے جاتے ہیں۔ وہ بڑھئی ہی نہ تھے بلکہ لکڑی کے تاجر و کاریگر بھی تھے اور سماجی لحاظ سے بلند مرتبہ تھے۔

مویشی تاجر: اونٹ بھیڑ بکری، وغیرہ کی تجارت اور صنعت۔ مویشی پالن، بھی ایک اہم اور منافع بخش پیشہ تھا۔ وہ جانوروں کے ریوڑ پالتے تھے اور ان کو فروخت کیا کرتے تھے۔ گھوڑوں کی تجارت عام تھی اور بالعموم جنوبی عرب سے عمدہ نسل کے گھوڑے لائے جاتے تھے۔

پھل فروشی: اس میں مشہور جمحی سردار امیہ بن خلف نام رکھتا تھا اور طائف وغیرہ سے پھل اور سبزیاں لاتا اور بازاروں میں بیچتا تھا۔ وہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف زہری کا ندیم تجارت بھی تھا اور ان کے ساتھ مختلف چیزوں کی تجارت کرتا تھا۔ وہ دونوں تا زندگی دوست رہے۔ اور مکی دور میں ان چیزوں کی تجارت کرتے رہے۔

خیاطی: میں کلید بردار کعبہ حضرت عثمانؓ بن طلحہ عبدری اور حضرت زبیر کے والدام اسدی کا شمار ماہرین میں کیا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ مکہ، یثرب، ثقیف، طائف اور دوسرے علاقوں میں خیاطی کے پیشہ ور دستکار موجود تھے اور گھریلو خواتین تو خانہ ساز خیاط تھیں۔

دھوبی: عام لوگ اپنے کپڑے خود دھو لیتے تھے یا ان کے خدام واہل بیت لیکن پیشہ ور قصار (دھوبی) بھی تھے اور وہ اجرت پر کپڑے دھوتے تھے۔

معالجین و دواسازی: مکہ میں حضرت عمروؓ بن العاص کے والد عاص بن وائل حیوانات کے ماہر معالج تھے اور دواؤں کا کاروبار کرتے تھے۔ طائف کے حارث بن ثقفی عرب

Marfat.com

کے عظیم ترین معالج و ڈاکٹر تھے۔ ایک نصرانی معالج و ماہر چشم کا ذکر بھی ملتا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا لڑکپن میں علاج کیا تھا۔ ان کے علاوہ دوسرے معالجین بھی تھے۔

دوسرے پیشوں میں چرواہی (رعی غنم)، خدمت گزاری (خادم) وغیرہ کے علاوہ اجرت پر کام کرنے والے مزدور تھے۔ جن کو ہاتھ کے کاریگر کہا جاتا تھا۔ وہ تجارتی، زرعی، صنعتی، حرفہ سے وابستہ مزدور ہوتے تھے اور صرف خدمت کرنے والے بھی مرد و عورت اور بچے تھے۔ (۱۳۳)

مرد و عورت کے مشترکہ پیشے

عرب اور قریشی مکی سماج میں دوسرے معاشروں کی مانند کچھ پیشے ایسے تھے جن میں مرد و عورت دونوں کارگزاری کرتے تھے۔ ان میں شامل تھے:

شادی بیاہ کی نسبت لگانے والے

مرد اور عورت دونوں کا ایک دلچسپ سماجی مشغلہ اور اقتصادی پیشہ رشتہ لگانا تھا۔ مکہ، طائف اور دوسری جگہوں پر خاندانی خواتین کے علاوہ رشتہ و نسبت لگانے والے اور لگانے والیاں ہوتی تھیں جو مختلف گھروں میں جا کر رشتے لگاتی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ کی حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے مکہ مکرمہ میں رشتہ لگانے والی ایسی ہی خاتون حضرت خولہؓ بنت حکیم تھیں۔ مکہ، مدینہ، طائف اور بعض دوسرے دیار اور ان کے قبیلوں میں خاص اسی نسبت سازی اور رشتہ استواری کے لئے پیشہ ور مرد و خواتین بھی تھیں (۱۳۴)۔

گانے بجانے والے طبقات

کو عرب میں قین یا قینہ کہا جاتا تھا۔ مرد و عورت دونوں میں یہ پیشہ کرتے تھے اور شادی بیاہ کے مواقع پر گانے بجاتے تھے۔ ان میں خاص گانے اور ناچنے والی

Marfat.com

عورتیں ملازم بھی رکھی جاتی تھیں جیسے عبداللہ بن خطل کی دو قینتان تھیں۔ موسیقار بھی اسی سے وابستہ تھے (۱۳۵)۔

ختان/ختانہ

عرب سماج میں مرد و عورت دونوں لڑکے اور لڑکی کا ختنہ کرنے کا پیشہ کرتے تھے اور وہ بہت مشہور لوگ تھے۔ مکہ مکرمہ کی ایک ماہر فن ختانہ ام السباع خزاعیؓ تھیں۔ ان کے علاوہ بعض اور ختانہ خواتین کا ذکر مکہ، مدینہ وغیرہ کے بارے میں ملتا ہے۔ مردوں میں ختان بہت مشہور تھے اور تعداد میں کافی بھی (۱۳۶)۔

حجام و حلاق

عورت و مرد دونوں حجامت (پچھنے لگانے) اور بال مونڈنے یا کاٹنے کا کام کرتے تھے۔ ان کی تعداد بہت تھی کہ وہ روز کا پیشہ اور لوگوں کی مستقل ضرورت تھی۔ حدیث میں حجامت اور حجام کا ذکر بہت آتا ہے۔ وہ صرف مدنی دور کے نہ تھے (۱۳۷)۔

خباز و خبازہ

روٹیاں اور کھانا پکانے کا پیشہ دونوں مرد و عورت کرتے تھے۔ بڑے بڑے ماہر خباز بڑی دعوتوں میں بلائے جاتے تھے۔ عام گھروں میں بعض مرد و عورت روٹیاں جا کر پکاتے تھے کہ وہ ایک مشکل کام تھا۔ سالن اور دوسرے کھانے پکانے والے بھی الگ ہوتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ صحابی کے ایک خاص خباز تھے جو ان کے ملازم تھے۔ بڑے مالدار لوگ ان کو بطور ملازم رکھا کرتے تھے۔ مکی دور میں بھی یہ طبقات تھے (۱۳۸)۔

خاص خواتین کے پیشے

مشاطہ و مشاطگی: مشاطہ و مشاطگی کا بڑا خوبصورت پیشہ تھا اور منافع بخش بھی کہ وہ

Marfat.com

دولہنوں اورلڑکیوں اورعورتوں کی زیب وزینت اورآرائش کاپسندیدہ کام تھا۔حضرت خدیجہؓ کی ایک خاص مشاطہ تھیں، حضرت عائشہؓ اور دوسری صحابیات وخواتین کی شادیوں کے ضمن میں ان کا ذکر ملتا ہے۔خوشبواور تزئین سے وابستہ ایک طبقہ خواتین عطرفروشوں کا تھا۔ابوجہل مخزومی کی ماں اسماء بنت مخربہ ثقفی تھیں جو گھر گھر جا کر عطر بیچا کرتی تھیں (۱۳۹)۔

قابلہ: قابلہ(دائی) کا پیشہ ماہرفن ڈاکٹر کا تھا جو بچوں کی ولادت کراتی تھیں۔ بالعموم خاندان کی بزرگ عورتیں بطور دایہ کام کرتی تھیں۔جیسے حضرت سلمیٰؓ نے تمام اولادِ حضرت خدیجہؓ کی ولادت میں یا دوسری خواتین قریش نے کیا تھا۔ان میں سے بہرحال پیشہ ور قابلہ کا ایک بڑا طبقہ بھی تھا۔ان میں حضرت ام انمار بنت سباع کو مشہور دایہ/ قابلہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ان کے علاوہ بہت سی دوسری مکی دور میں خواتین کا بھی یہ پیشہ تھا (۱۴۰)۔

حاضنہ (انا): عورتیں اور بچیاں بالعموم چھوٹے بچوں بچیوں کی دیکھ بھال کرتی اور کھلاتی تھیں جیسے حضرت ام ایمن نبوی حاضنہ تھیں۔(۱۴۱)

مرضعہ: رضاعت خاتونی پیشہ اور بہت محترم وضروری مشغلہ تھا۔رضاعت کا کام کرنے والی خواتین مکہ، طائف، مدینہ وغیرہ میں بہت تھیں۔جیسے حضرت ثویبہؓ متعدد اکابر قریش کی مرضعہ تھیں یا جیسے حضرت حلیمہؓ سعدیہ تھیں۔بنو سعد بن بکر، ثقیف کی مرضعات بہت معروف ومقبول تھیں (۱۴۲)۔

رضاعت کے پیشہ سے وابستہ خواتین کا مقام سماج میں بہت بلند تھا کیونکہ وہ نونہالانِ قوم کی پرورش کا اہم کام کرتی تھیں۔

مغنیۃ ونواحہ

گانا گانے اور نوحہ و ماتم کرنے کی روایت عرب سماج میں تھی، اسلام میں اول روز سے ان پر پابندی لگا دی گئی کہ نوحہ کرنا اور ماتم کر کے بین کرنا انسانیت و

Marfat.com

شرافت اور اخلاق کے خلاف کام تھا۔ مگر مکی سماج میں یہ دونوں پیشے بہر حال جاری رہے۔ مصادر کی روایات اور احادیث دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ گر خواتین کا طبقہ بالعموم غناء کا کام بھی کرتا تھا۔ یہ دونوں خاص لازم وملزوم پیشے تھے۔ خاندانی خواتین اپنے عزیزوں کی موت پر نوحہ گری کی مجلس جائے حادثہ پر برپا کرتی تھیں اور وہ پیشہ ور نہ تھیں، وہ سماجی وتہذیبی روایت کی امین تھیں۔ مگر خاص اسی کام کے لئے وقف خواتین کا یہ پیشہ تھا۔ وہ اپنے فن میں کافی ماہر تھیں (۱۴۳)۔

خاص عرب کے پیشے

قبائلی نظام زندگی اور عرب کے مشکل حالات نے بعض خاص قسم کے پیشے بھی سماج میں پیدا کر دئے تھے۔ ویسے ان میں سے کئی دوسرے سماجوں میں بھی پائے جاتے ہیں کہ انسانی فطرت تو تمام تہذیبوں میں یکساں ہوتی ہے اور ان کی ضرورت بھی۔

کاہن وکاہنہ

مکی سماج اور پورے عرب میں مرد وعورت دونوں پیشہ ور کہانت کرتے تھے اور ستاروں یا علم نجوم کی بنا پر پیشگوئی کرتے تھے۔ ان کا مکی سماج میں بڑا مقام تھا۔ مکی اسلامی دور میں اسلامی معاشرے میں کہانت حرام پائی مگر جاہلی لوگوں میں رائج رہی۔ ابن اسحاق وغیرہ اور اماماں حدیث نے رسول اکرم ﷺ کی آمد وظہور کے باب میں ان ''کہان'' / کاہنہ اور ان کی اخبار کا ذکر کیا ہے (۱۴۴)۔

قیافہ شناس

چہرے بشرے اور جسمانی خدوخال سے لوگوں کی فطرت، عادت، خصلت اور دو یا زیادہ اشخاص میں نسبی خونی مشابہت کا پتہ لگانے والوں کا ایک طبقہ تھا جو قائف کہلاتا تھا۔ ان قیافہ شناسوں کا خاصا سماجی مرتبہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ اور بعض

Marfat.com

دوسرے اکابر کی عظمت وجلالت کا پتہ ان قیافہ شناسوں نے چہرے مہرے سے لگایا تھا۔ وہ بعد میں دوسرے اشخاص کا بھی پتہ بتا دیتے تھے (۱۴۵)۔

دلیل وراہ بر

عرب کے پہاڑوں اور ریگستانی علاوں میں باقاعدہ راستے نہ تھے اور تھے تو ان پر سفر کرنا مشکل بلکہ محال ہو جاتا تھا۔ اس لئے مسافر، تاجر اور دوسرے لوگ بغیر کسی دلیل وراہبر کے سفر نہیں کرتے تھے۔ وہ بدوی قبائل میں زیادہ ہوتے تھے اور اپنے فن کے ماہر بھی۔ وہ عام راستوں کے علاوہ مختصر اور غیر مشہور راستوں سے افراد اور کاروانوں کو لے جاتے تھے اور وقت کے علاوہ دشمن سے بھی بچاتے تھے (۱۴۶)۔

حدی خواں

اونٹوں کو ہانکنے والے ساربان بھی اہم پیشہ ور تھے مگر ان کو اپنی حدی خوانی اور گانے سے تیز چلانے کا فن جاننے والے حدی خواں کہلاتے تھے۔ ان کی حدی خوانی سے اونٹوں میں مستی آجاتی اور وہ تیز گام بن جاتے تھے۔ یہ مستقل پیشہ ور لوگ تھے (۱۴۷)۔

سکے یا نظام زر

قدیم وجدید محققین اسلامیات نے اسلامی نظام زر پر النقود الاسلامیۃ کے عنوان سے تحقیقات وتصنیفات کی ہیں۔ ان میں ماوردی (علی بن محمد، م ۴۵۰/ ۱۰۵۸)، ابن خلدون (عبدالرحمن بن محمد، م ۸۰۴/۱۴۰۶) اور مقریزی (احمد بن علی، م ۸۴۵/۱۴۴۲) اہم ترین ہیں۔ ان کے علاوہ مستشرقین نے بہت تحقیقی کام کیا ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں درہم ودینار پر مقالات ضروری معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ درہم دراصل وزن کے ایک پیمانے کا نام ہے۔ اس میں متوسط حجم کے ۵۰ یا ۶۰

Marfat.com

چھلکے والے شعیرہ (جو یاحبہ) دانے کا وزن ہوتا ہے۔ ایرانی عہد میں درہم کے تین وزن ہوتے تھے: ایک بیس قیراط کا، دوسرا بارہ قیراط کا اور تیسرا دس قیراط کا۔ وہ عربوں میں بھی رواج پا گئے۔ درہم چاندی کا سکہ ہوتا تھا اور عہد نبوی میں مختلف علاقوں میں اس کا وزن بھی مختلف ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں زیادہ تر رومی یا فارسی درہم چلتے تھے۔ دینار سونے کا سکہ تھا اور وہ بھی مکہ مکرمہ وغیرہ میں زیادہ تر رومی ہوتے تھے۔ ان کے وزن مختلف تھے لہٰذا ایک دینار میں بارہ یا دس درہم ہوتے تھے۔ یہ شرح تبادلہ عہد نبوی میں برابر جاری رہا۔ چالیس دراہم کے برابر ایک اوقیہ ہوتا تھا جو وزن تھا اور جس کا ذکر مہر کے بارے میں آتا ہے۔ ایک رطل میں بارہ اوقیہ ہوتے تھے۔ اسی طرح مثقال کا لفظ بھی آتا ہے جو بائیس قیراط کے برابر تھا۔ دراہم و دنانیر سکے بھی تھے اور چاندی سونے کے وزن کے پیمانے بھی۔ احادیث میں نش کا لفظ بھی آتا ہے جو نصف کے معنی میں ہوتا تھا۔ ان کا معیاری وزن بہت زیادہ مقرر نہ تھا۔ قرآن مجید میں درہم کا لفظ مکی سورہ یوسف: ۲۰ میں آیا ہے یہ بتانے کے لئے کہ برادران یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کو چند درہموں کے عوض بیچ دیا تھا۔ سورہ آل عمران: ۷۵ میں دینار کا ذکر ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ یہودی لوگوں میں بیشتر ایسے ہیں کہ ایک دینار کے بارے میں بھی امانتدار نہیں رہ سکتے۔ مفسرین کرام نے ان دونوں سورتوں کی آیات درہم و دینار کی تفسیر میں بعض مفید معلومات بہم پہنچائی ہیں جو نظام زر کو سمجھنے میں مدد کرتی ہیں۔ سیرت نبوی اور خاص مکی عہد نبوی کے واقعات واحوال میں اس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اجرت یا قیمت کے لحاظ سے ان دونوں معیاری سکوں یا درہم و دینار کی مالیت کیا تھی اور ان سے یا ان کے مختلف اجزاء سے کتنی اجرت ملتی تھی یا کتنی قیمت ٹھہرتی تھی۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے لڑکپن میں ایک بکری ایک قیراط کی اجرت پر چرائی تھی تو بیس یا اس سے زیادہ بکریاں چرانے پر آپ ﷺ کو ایک درہم کی مالیت مل جاتی تھی۔ حضرت خدیجہؓ یا دوسری ازواج مطہرات کا مہر پانچ سو درہم یا ایک اوقیہ ونش تھا جو اپنی مالیت کے لحاظ سے ایک بڑی رقم اس زمانے میں تھی۔ درہم و دینار کی قوت خرید کا اندازہ اس سے ہو جاتا

Marfat.com

ہے کہ ایک یا دو درہم میں ایک اوسط درجہ کی بکری مل جاتی تھی اور چالیس پچاس درہم میں ایک اوسط اونٹ۔ ایک درہم روزانہ سے ایک اوسط خاندان جو پانچ چھ افراد پر مشتمل ہوتا تھا ایک دن کا کھانا اوسط درجہ کا کھا سکتا تھا (۱۴۸)۔

علوم وفنون سے وابستہ پیشے

جاہلی عرب کی تمام تر جاہلیت و جہالت کے باوجود مکہ مکرمہ اور دوسرے مقامات پر علم و آگہی کسی نہ کسی حد تک پائی جاتی تھی۔ ان میں بنیادی علوم یعنی لکھنا پڑھنا اہم ترین تھے اور مکہ مکرمہ میں ایک روایت کے مطابق نبوت محمدی سے پہلے صرف سترہ افراد ان سے واقف تھے لیکن روایت صحیح نہیں ہے کہ ان کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ مکی اسلامی عہد کا کارنامہ ہے کہ ان پڑھنے والوں (قارئین) اور لکھنے والوں (کاتبین) کی تعداد ہر جگہ بڑھتی چلی گئی۔ کیونکہ ان کو قرآن کریم کی نازل شدہ آیات کریمہ، نبوی ارشادات و احادیث، اسلامی احکام اور خطوط و شاعری کے کارنامے پڑھنے اور لکھنے پڑتے تھے۔ شعر و شاعری کرنے کا طبقہ اور خطابت کے فن کا ماہر عملہ (شعراء وخطباء) حفظ و یادداشت کے علاوہ لکھتا بھی تھا۔ حضرت ورقہ بن نوفل اسدی مکہ مکرمہ میں اور امیہ بن ابی الصلت ثقفی طائف میں، یہودی احبار مدینہ میں اور عیسائی رہبان نجران وغیرہ میں اپنے اپنے صحیفے، کتابیں اور قراطیس پڑھا اور لکھا کرتے تھے۔ یہ پڑھے لکھے لوگ اپنے اسفار شام وغیرہ سے کتابیں بھی لاتے اور جمع کرتے تھے۔ قراءت و کتابت سے واقف افراد واکابران دونوں کی تعلیم و تربیت بھی دیتے تھے۔ اور ان کو عام طور سے "الکاتب" کہا جاتا تھا (۱۴۹)۔

اس معزز پیشہ کا تعلق اصلاً علوم اسلامی کے ارتقا سے ہے جس کا ذکر بعد میں آتا ہے مگر کاتب و معلم کے پیشوں کا مختصر ذکر اسی جگہ کیا جاتا ہے۔

مکی نبوی عہد میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی خاص کتابت کے لئے اپنے متعدد صحابہ کرام کو مقرر کیا تھا۔ وہ کاتبین نبوی (کتاب النبی ﷺ) کہلاتے

Marfat.com

تھے۔ ان میں جلیل القدر صحابہ کرام شامل تھے جیسے حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان ذوالنورین، علی مرتضی، شرحبیل بن حسنہ کندی، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامریؓ کے علاوہ متعدد دوسرے سابقین اولین تھے جو معلم بھی تھے اور دونوں فنون سکھاتے تھے۔ حضرت خبابؓ بن ارت تمیمی جیسے غیر قریشی کاریگر ولوہار مولیٰ قراءت وکتابت نہ صرف جانتے تھے بلکہ حضرت سعید بن زید اور حضرت فاطمہ بن خطابؓ کے معلم بھی تھے۔ اسی مکی دور کے دوسرے علاقوں کے کاتبین وقارئین بھی تھے جو یثرب، طائف، دوس وغیرہ میں قرات وکتابت جانتے اور سکھاتے تھے۔ مجموعہ الوثائق میں شامل کئی دستاویزوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لخم کے داری حضرت اور بعض دوسرے لوگوں کو امان نامے دیئے تھے۔ سفر ہجرت کے نازل مرحلہ اور مشکل حال میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت سراقہ بن جعشم کو امان نامہ لکھوا کر دیا تھا۔

آزاد صحابہ کرامؓ کے علاوہ متعدد موالی صحابہ بھی قراءت وکتابت کے فنون سے واقف تھے۔ ان میں حضرت عامر بن فہیرہؓ جیسے اصحاب کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ مکی سابقین اولین میں تھے، انہوں نے خود اپنا صحیفہ قرآنی تیار کیا تھا جس میں مکی سورتیں بھی تھیں۔ بحرین کے حضرت الاشجؓ کے سورہ فاتحہ لکھوائی تھی۔ اموی خاندان کے سعیدی شاخ کے حضرت حکم بن سعید اگرچہ بعد کے مسلم تھے مگر ماہر کاتب تھے اور ان کے برادر حضرت خالدؓ بن سعید بھی کتابت سے واقف تھے۔ اس مکی دور میں قرآنی سورتوں کی کتابت، ان کے صحیفوں کی گردش، یثرب وحبشہ اور دوسری مسلم آبادیوں تک ان کی اور نئی نازل شدہ آیات کی ترسیل علوم وفنون اسلامی کے فروغ، ان کے معلمین واساتذہ اور کاتبین، فرامین اور امین نویس کے طبقات اس مکرم ومعظم پیشے کے درخشاں ابواب ہیں (۱۵۰)۔

سیاسی وقومی معاملات میں شرکت

اسلامی دین وشریعت میں اور ان کے سب سے بڑے مظہر حضرت محمد رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ کی فطرت میں خیر کے تمام کاموں میں تعاون کرنا اہم ترین سماجی اصول تھا۔اسی کے سبب آپ ﷺ نے اپنی قوم قریش اور اپنی دینی میراث۔دین حنفی۔ کے تمام اچھے کاموں میں برابر شرکت کی تھی اور بسا اوقات سیادت بھی کی تھی۔قریش کی قومی جنگ حرب الفجار میں شرکت، تعمیر کعبہ کے دو دو معاملات میں معاونت و قیادت اور حلف الفضول جیسے معاہدہ میں شرکت کارگزاری اس کی روشن مثالیں ہیں۔ غیر مسلم پڑوسیوں اور مخالف قریشیوں سے بھی ہمیشہ اچھا سلوک کیا اور ان کے ساتھ تجارت و معاملت میں بھی تعاون کیا۔مکی صحابہ کرام اور مکی دور کے دوسرے علاقوں کے مسلمانوں کو بھی اسی خیر کی معاونت اور قومی بھلائی اور انسانی فلاح کے کاموں میں برابر تعاون کرنے کا حکم دیا۔ان کا ذکر سیرت وسوانح کے باب میں تفصیل سے آچکا ہے اور ان کے مآخذ ومصادر کا بھی۔ وہ دراصل قرآن مجید کے اس حکم کی تعمیل ہے کہ ہر خیر کے کام میں تعاون واشتراک کرو اور گناہ اور سرکشی میں تعاون ہرگز نہ کرو۔ پھر یہ اسلامی اور انسانی فطرت سلیمہ کا بھی معاملہ ہے اور اپنی فطرت کا بھی (۱۵۱)۔

قریشی سیاسی نظام سے نبوی تعاون کا سب سے بڑا معاملہ یہ ہے کہ اپنے صحابہ کرام میں سے قریشی مناصب کے منصب داروں کو ان کے عہدوں پر باقی رکھا۔ قریشی ملا ومجلس کا بھی یہ عجیب فیاضانہ سلوک تھا کہ مسلمان ہوجانے والے منصب داروں کو دین کے اختلاف کے باوجود ان سے معزول نہیں کیا۔حضرت ابوبکر صدیق تیمیؓ انساب عرب اور دیت ومغرم کے منصبدار تھے اور وہ اسلام لانے کے بعد بھی ان عہدوں پر برقرار رہے اور تمام عرب ان سے فیصلے کراتے رہے۔حضرت عمر بن خطاب عدویؓ سفارۃ قریش کے جلیل القدر اور خاصے نازک منصب پر فائز تھے۔وہ بھی برقرار رہے کہ قریش اور دوسرے قبائل کے معاملات قومی تھے۔حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ہاشمی کی قدیم مکی زمانے میں اسلام قبول کرنے کی روایت قبول کرلی جائے تو وہ سقایہ کے منصب پر قائم رہتے ہوئے زائرین کو پانی پلاتے رہے۔وہ رفادہ (کھانا کھلانے) کا فریضہ بھی انجام دیتے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے اکابر کے رفادہ فنڈ میں اور

Marfat.com

اجتماعی فنڈ میں چندے دیتے تھے۔ مناصب قریش کا ذکر سیرت میں آچکا ہے۔ وہ بارہ بڑے بطون قریش میں منقسم تھے اور وہ موروثی و خاندانی تھے۔ مثلاً قیادہ کا منصب بنو امیہ کے خاندان میں اور سقایہ کا بنو ہاشم میں، حجابہ وکلید کعبہ کا بنو عبدالدار میں منصب ایک نسل کے بعد دوسری نسل کے صاحب مردہ کو مل جاتا تھا (۱۵۲)۔

قومی معاملات میں مسلم حصہ

دینی اختلاف اور قریشی اکابر کی مقاطعہ اور دشمنی کی پالیسی کے باوجود قریش کے منصف مزاج اور انسان دوست افراد، سردار اور طبقات رسول اکرم ﷺ، بنو ہاشم و بنو مطلب اور دوسرے خاندانوں کے مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے اور ان کے زمانہ عسرت میں کھانا پانی فراہم کرتے رہے تھے۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام اپنے غیر مسلم عزیزوں اور خاندان والوں کے علاوہ دوسروں سے بھی حسن سلوک کرتے تھے کہ وہ خیر امت تھے اور سب کی بھلائی چاہتے تھے۔ صحابہ کرام میں حضرت نعیمؓ بن عبداللہ عدوی بڑے مالدار، فیاض اور مخیر شخص تھے۔ وہ اپنے خاندان اور دوسرے قریشی خاندانوں کی بیواؤں، یتیموں اور بیکسوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ ان کے اس فیاضانہ انسانی و اسلامی احسان کا یہ اثر ہوا کہ قریش مکہ کے ظالم اکابر نے ان کو ہجرت نہ کرنے دی اور کہا جو دین چاہو رکھو مگر یہاں سے نہ جاؤ کہ تم ہمارے شہر کے غریبوں کے مسیحا اور خدمت گزار ہو۔ اور رسول اکرم ﷺ نے بھی ان کو مکہ مکرمہ میں رہنے اور خیر کے کام کرتے رہنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کو اپنے قدیم دوست امیہ بن خلف جمحی سے سماجی و تجارتی معاہدہ کی اجازت دے دی تھی جس کی رو سے دونوں فریق ایک دوسرے کے تجارتی اور اقتصادی مفادات کا نہ صرف اپنے اپنے شہر و علاقہ میں تحفظ کرتے بلکہ ایک دوسرے کے جان و مال کی حفاظت اپنے اپنے علاقے میں کرتے (۱۵۳)۔

Marfat.com

مکی قحط میں دعائے نبوی

قریشِ مکہ کے سخت گیر سرداروں اور اسلام و رسول اللہ ﷺ کے جانی دشمنوں نے جب ظلم وستم کی انتہا کر دی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے بد دعا کی۔ اے اللہ! ان کے خلاف یوسفؑ کے سات سالہ (قحط) کی مانند میری بھی سات برسوں کے قحط سے مدد فرما: " اللھم اعنی علیھم بسبع کسبع یوسف"۔ یہ غالباً قریشی مقاطعہ کے جواب میں نبوی اقدام تھا تاکہ قریش مکہ کو بھی اس دکھ درد اور پریشانی کا اندازہ ہو جو مسلمانوں اور ان کے ہاشمی و مطلبی معاونوں کو ظالمانہ بائیکاٹ کے زمانے میں ہو رہا تھا۔ قریشی اکابرین سے بیشتر اپنے چند ظالموں کے مظالم پر خاموش رہے تھے لہذا وہ بھی ظلم وستم میں خاموش شریک تھے۔ نبوی بد دعا کو شرف قبولیت ملنا ہی تھا لہذا قحط ایک بلائے بے درماں بن کر مکہ باسیوں پر مسلط ہو گیا اور وہ مردار گوشت، چمڑے، ہڈیاں اور نہ جانے اور کیا کیا الا بلا کے کھانے پر مجبور ہوئے اور ان میں سے کئی لوگ ہلاک بھی ہوئے۔ وہ قحط ایسا شدید اور خشک سالی اتنی سخت تھی کہ زمین و آسمان کے بیچ ایک دھواں سا تن گیا۔ مکہ کے شیخ اور قریش کے قائد و سالار ابو سفیان بن حرب اموی، جو اپنی قوم سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور اپنے حلم و کرم کے لئے مشہور تھے، بالآخر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے کہ بس اب دعائے نبوی کا ہی سہارا تھا۔ رسول اکرم ﷺ سے انہوں نے جذباتی اپیل کی: آپ تو اطاعت الٰہی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم مضر آپ کی صلہ رحمی کی زیادہ مستحق ہے لہٰذا دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس قحط کو دور کرے اور خشک سالی کا خاتمہ کر کے بارش برسا دے"۔ آپ ﷺ کا محبت و رحمت بھرا دل ان ظالموں کے لئے بھی پگھل گیا اور آپ ﷺ نے بارش کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے فوراً بارش کو نازل کیا اور قحط دور کر دیا۔ معاندین قریش اس رحمت عام کے عظیم مظاہرے کے باوجود بھی اپنے عناد و سرکشی سے باز نہ آئے۔ مگر قوم قریش اور دوسروں نے احسان مندی سے سر جھکا دیا (۱۵۴)۔

Marfat.com

شارحین بخاری اور دوسرے سیرت نگاروں نے راوی حدیث کا یہ بیان قبول کرلیا ہے کہ قریش نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی تھی" وان قریشا الطو وا عن الاسلام" لہٰذا یہ بد دعا آپ ﷺ نے کی تھی۔ لیکن یہ وجہ خاصی غور و فکر کی محتاج ہے، رسول اکرم ﷺ نے صرف معاندین اور سرکشوں کے خلاف ضرور بد دعا کی تھی جیسا کہ طواف کے دوران بعض اکابر قریش نے بدتمیزی اور ظلم پرستی کا مظاہرہ کیا تھا اور ان کو وعید ہلاکت بھی سنائی تھی لیکن پوری قوم کی ہلاکت آپ ﷺ کی فطرت رحمت کے خلاف تھی۔ آپ ﷺ نے تو سب کی ہدایت و مغفرت کی ہی دعا ہمیشہ مانگی تھی حتی کہ طائف کے سخت ترین موذیوں کے لئے بھی دعا ہدایت ہی کی مانگی تھی۔

دوسرے زمانے میں جو بعثت سے قبل کا آپ ﷺ کی جوانی اور سرداری کا زمانہ ہے متعدد احناف اور اکابر اور معاصر شعراء کی شعری کاوشیں ملتی ہیں۔ ان میں ثقفی شاعر امیہ بن ابی الصلت اور حنیف قریش حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدوی کے وہ اشعار زبان و ادب کے لحاظ سے بلند پایہ ہیں جو توحید سے متعلق ہیں یا جن میں حضرت ورقہؓ بن نوفل اسدی نے ان کی وفات کا مرثیہ کہا ہے۔

تیسرا زمانہ مکی نبوی عہد کا تیرہ سالہ ہے جب اکابر قریش اور دوسرے شعراء عرب کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام و صحابیات کے شاعرانہ کارنامے ملتے ہیں۔ ابن اسحاق نے حمایت نبوی میں ابو طالب ہاشمی کے بہت سے اشعار بلکہ قصیدے نقل کئے ہیں۔ ان کا قصیدہ لامیہ بہت بڑا ہے جس کے بیشتر اشعار کی تصحیح ابن ہشام نے کی ہے۔ دوسرے غیر مسلم مکی یا دوسرے علاقوں کے شعری ادب کے نمونے بھی ابن اسحاق وغیرہ میں ہیں جیسے ابو طالب ہاشمی کا صحیفہ مقاطعہ کے ختم ہونے پر اکابرِ قریش کا مدحیہ قصیدہ، مشہور شاعر اعشیٰ بن قیس بن ثعلبہ، بنو بکر بن وائل نے اسی زمانے میں اسلام لانے کے ارادہ سے خدمت نبوی میں حاضری کے لئے چلے، تو ایک شاندار مدحیہ قصیدہ کہا تھا۔ مشہور عرب یثربی خطیب سوید بن صامت بنو عمرو بن عوف کے اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

Marfat.com

صحابہ کرام میں سے متعدد مشہور و معروف اور بعض نسبتاً کم مشہور شعراء بھی تھے۔ ان میں سے ایک حضرت حکیمؓ بن امیہ سلمی، حلیف بنی امیہ تھے۔ جو اسلام لے آئے تھے اور اپنی قوم کو عداوت رسول ﷺ سے روکتے تھے۔ ان کے چار اشعار میں سے ایک ہے۔ "هل قائل قولا هو الحق قاعد عليه وهل غضبان للرشد سامع"۔ مہاجرین حبشہ نے حضرت نجاشی کی جوار و حمایت پانے پر حمد و لشکر کا اظہار شعر میں بھی کیا تھا۔ وہ اولین ہجری شعر و ادب بھی ہے اور اس کے نمائندے شاعر صحابہ تھے: عبداللہؓ بن حارث سہمی جن کے کافی اشعار نقل کئے ہیں۔ ابو طالب ہاشمی جیسے مکی اکابر نے بھی شاہ نجاشی کو حمایت مہاجرین پر اپنے اشعار میں ابھارا تھا۔ حضرت لبید بن ربیعہ کلابی نے اسی زمانے میں ایک قریشی مجلس میں اپنا مشہور قصیدہ پڑھا تھا جس کا کلیدی شعر تھا "الا كل شى ما خلا الله باطل وكل نعيم لا محالة زائل" اور اس کے دوسرے مصرعہ پر حضرت عثمانؓ بن مظعون جمحیؓ نے نقد کرتے ہوئے کہا تھا: "كذبت ، نعيم الجنة لا يزول" اور اپنے نقد شعر و معنی کے لئے قریشی اکابر سے مار کھائی تھی۔ یہ معنوی نقد کی ایک مثال ہے۔

مدنی شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت خزرجیؓ کا تقرر تو مدنی دور کا واقعہ ہے مگر ان کی شاعری کا ایک بڑا حصہ جاہلی دور اور مکی عہد کا بھی ہے۔ انہوں نے مکی دور کے متعدد واقعات اور رسول اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف اور حمایت اسلام میں قبل ہجرت بہت سے اشعار، قصیدے اور مرثیے وغیرہ کہے تھے۔ ان میں صحیفہ مقاطعہ کو ختم کرانے والے اکابر قریش میں سے دو۔ مطعم بن عدی نوفلی اور ہشام بن عمرو۔ کی مدح اور اول الذکر کی وفات پر مرثیہ بھی کہا تھا۔ وہ تمام اشعار حسانؓ بہت بلند پایہ اور معنی خیز ہیں۔ متعدد ناقدین شعر نے حضرت حسانؓ کے ان اشعار و قصائد کو بعد کے کلام سے فنی اعتبار سے بہتر قرار دیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک خزرجیؓ بھی ایک اہم شاعر یثرب تھے۔ انہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل تمام نقباء وغیرہ کے اسماء پر ایک مشتمل قصیدہ کہا تھا۔ مکی دور نبوی کے درمیان اسلام لانے والے بعض اور اکابر یثرب

Marfat.com

کے اشعار بھی ملتے ہیں۔ دوسرے مآخذ میں ان پر کافی عمدہ مواد موجود ہے۔ ان کے علاوہ مکی مہاجرین قریش میں ابواحمد بن جحش بن رئاب وغیرہ کے اشعار ہیں جن میں قریشی مظالم اور وطن چھوڑنے کا ذکر بہت زیادہ کرب ناک ہے۔

مکی دور نبوی کا شعروادب صرف حادثاتی یا عارضی نوعیت کا نہیں ہے۔ وہ تاریخی واقعات کا بیان بھی ہے اور بلند پایہ ادب کا نمائندہ بھی۔ بلاشبہ ابن اسحاق کے بہت سے اشعار پر نقد کیا گیا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں۔ ان کے جامع نے بھی ان پر نقد کر کے جن کو صحیح نہیں سمجھا نکال دیا ہے۔ مگر بہت سے اشعار کو صحیح قرار دے کر ان کو باقی رکھا ہے۔ ابن ہشام کے علاوہ دوسرے مورخین ونقادین نے بھی ان میں بہت سے اشعار کی تصدیق وتصحیح کی ہے۔ خاص کر صحابہ کرام کے اشعار ان کے دیوان میں ملتے ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے مآخذ حدیث وسیرت میں بھی۔ وہ ان کی صحت کے لئے کافی گواہی ہیں۔ تاریخی اور واقعاتی شہادت کے اعتبار سے یہ واقعہ بھی ہے کہ اس دور میں مسلم اور غیر مسلم اور خاص کر مشہور و مسلم شعراء بہر حال شعر کہتے تھے۔ ان میں امیہ بن ابی الصلت، لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابتؓ وغیرہ کافی اہم شعراء تھے اور ان کے شعری ادب نے عربی ادب کو مالا مال کیا تھا۔ مکی دور نبوی کے تمدن و معاشرے کے مطالعہ کے لئے ان ادبی اکتسابات اور شعروادب کے کارناموں کا مطالعہ اور تاریخی واقعات اور سیرتی سوانح میں ان کے تفاعل و کردار کا تجزیہ بہت اہم گوشہ سیرت وتاریخ ہے۔

Marfat.com

حواشی

۱۱۴- شاہ ولی اللہ دہلوی کی حجۃ کی فصل خاص جو جاہلی حال کے اصلاح و تعمیر نبوی کے اصول پر ہے؛ سیرت و حدیث سے اسکی تصدیق ہوتی ہے۔ عام سیرت نگار اور روایتی علماء اس اصول و حکمت سے واقف نہیں، ان کو رسول اکرم ﷺ کی عظمت و جودت اور اسلامی دین و شریعت کی ندرت و منزلت صرف اس خیال و فکر میں نظر آتی ہے کہ آپ گزشتہ تمام کی بربادی اور از سر نو تمام نئی تعمیر چاہتے تھے۔

۱۱۵- حدیث و سیرت اور تاریخ کے تمام واقعات و حقائق ان چار ذرائع پیداوار کا ذکر ہی نہیں کرتے انبار عظیم لگاتے ہیں۔ مسلم مفکرین میں متعدد نے اس پر اصولی بحثیں بھی کی ہیں۔ ان میں سے ایک امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید امام محمد شیبانی بھی ہیں۔ ان کی کتاب: الاکتساب فی الرزق المستطاب، تحقیق محمود عرنوس، دار الکتاب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶/۱۹۸۶ء میں ان ہی پر مفصل بحث ہے۔ ان کے لئے چار اصطلاحات یہ استعمال کی ہیں: اجارہ، تجارہ، زراعہ اور صناعہ، یہی المکاسب الاربعہ ہیں؛ نیز ملاحظہ ہو مقالہ خاکسار: عہد نبوی میں مسلم معیشت: مکی دور میں اور مدنی دور میں: تحقیقات اسلامی علی گڑھ ۱۹۸۹ء، ۱۹۹۰، کتاب خاکسار: غزوات نبوی کے اقتصادی پہلو/غزوات نبوی کی اقتصادی جہات، لاہور ۲۰۰۷ء، علی گڑھ ۱۹۹۹ء؛ نیز معاش نبوی، کتب خانہ سیرت کراچی ۲۰۱۵ء۔

۱۱۶- مذکورہ بالا کے علاوہ دوسرے مقالات خاکسار بھی ملاحظہ ہوں۔

۱۱۷- سورہ ایلاف اور اس کی تفسیر طبری، قرطبی، ابن کثیر وغیرہ کے علاوہ کتب سیرت کے مباحث

Marfat.com

تجارت قریش؛ نیز ملاحظہ ہو کتاب خاکسار: عہد نبوی میں تجارت (زیر طبع)۔

۱۱۸- تفصیل تجارت نبوی کے لئے مذکورہ بالا کتاب ملاحظہ ہو، مآخذ ہیں: البدایہ والنہایہ ۲/، فتح الباری مذکورہ بالا۔

۱۱۹- عہد نبوی میں تجارت؛ ہجرت مدینہ کے واقعات میں ابن اسحاق وغیرہ کی روایات مذکورہ بالا؛ شبلی، ۱۸۵/۱-۱۸۷ کے مختصر اشارات اسواق عرب، تجارت نبوی اور مدنی معیشت کے ابواب میں۔

۱۲۰- اسواق العرب، شام ویمن اور عراق وحبشہ پر بحث کے لئے مذکورہ بالا کتاب و مقالات ملاحظہ ہوں۔ حج وعمرہ کے باب میں ان اسواق العرب کا ذکر بہت آتا ہے اور کتب حدیث میں بھی ملتا ہے جیسے بخاری/فتح الباری۔

ہجرت حبشہ کے ضمن میں ابن اسحاق/ابن ہشام، بلاذری وغیرہ نے قریش مکہ اور مسلم صحابہ کے تجارتی روابط کا ذکر کیا ہے کہ حبشہ میں خاص مال مکہ ادم (کمایا ہوا چمڑا) بہت مقبول تھا اور قریشی وفد کے اکابر اس کی بڑی تعداد ساتھ لے گئے تھے۔

مقامی تجارت میں بھی ادم (کھالیں) بہت مقبول تھیں۔ ان کے علاوہ چاندی اور دوسرے سامان تجارت بھی وہ ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک دلچسپ اور اہم حقیقت یہ تھی کہ قریشی تاجر خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ہر موقعہ پر، میلہ ٹھیلہ میں، تیوہار وتقریب میں، حج کے مراسم میں حتی کہ جنگوں اور غزوات وسرایا میں بھی سامان تجارت ضرور رکھ لیتے تھے اور موقعہ ملتے ہی خرید و فروخت اور کاروبار کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قریش مکہ کو غیر معمولی تاجر کہا جاتا تھا۔

ثقیف اور طائف کے دوسرے قبیلوں اور علاقوں سے بھی قریش اور صحابہ کرام کے تجارتی تعلقات بہت وسیع تھے اور ان دونوں جڑواں شہروں یا قریوں کے درمیان مسلسل آمد ورفت بلکہ روزانہ اور ہمہ وقت رہتی تھی۔ طائفی اور ثقفی چھوٹے بڑے کارواں اور تنہا تاجر اور اکا دکا تجارت پیشہ افراد ہر وقت طائف سے مکہ مکرمہ روزانہ ضرورت کا سامان جیسے سبزی، دہی، پنیر وغیرہ لایا کرتے تھے۔ ایک طرح سے مکی لوگوں کی خوراک طائف سے سبزیوں وغیرہ کی درآمد پر منحصر تھی۔

Marfat.com

شمال مشرقی علاقے یمامہ سے گیہوں مکہ مکرمہ آتا تھا جو ان کے اکابر کی خاص خوراک تھا۔ یمامہ کو عرب کا اناج وغلہ کا گودام کہا جاتا تھا اور اس کی رسد اگر رک جاتی تو مکہ میں قحط کے آثار پیدا ہو جاتے تھے۔ مآخذ کے لئے ملاحظہ ہوں: عہد نبوی کی تجارت، مذکورہ بالا مقالات و کتب: اسلامی احکام، ۳۸۲۔۴۱۰، قریشی معیشت پر مفصل بحث ہے اور ان چاروں ذرائع پیداوار پر بھی۔

۱۲۱- تفصیل و بحث کے لئے فضل الرحمن گنوری، تجارتی سود، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ؛ کتب و مقالات خاکسار مذکورہ بالا کے علاوہ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، ۲/۱۴۷۔۱۴۹، حضرت عباس کے سودی کاروبار اور سود مرکب کے لئے موطا مالک، باب الربوا اور طبری، تفسیر، آیت ربوا: ان کے خیال میں نہایت تدریج کے ساتھ سود کی حرمت کے احکام آئے اور مدینہ میں وہ بالکل حرام پایا۔ سورہ بقرہ: ۲۷۵۔۲۷۸ آیات سود ہیں۔ ان کی تفسیر وتشریح میں مفسرین نے قیمتی بحثیں کی ہیں: تفسیر طبری، قرطبی و ابن کثیر وغیرہ؛ کتب حدیث میں بخاری و مسلم کی کتاب التفسیر کے ابواب کے علاوہ متعدد دوسرے ابواب و مباحث؛ فتح الباری میں ان پر مباحث ابن حجر عسقلانی؛ ابن اسحاق/ابن ہشام، بلاذری وغیرہ نے بعض اکابر قریش جیسے ولید بن مغیرہ مخزومی کے سوانح میں ان کے سودی کاروبار اور ثقیف سے ان کے سودی روابط کا ذکر کیا ہے۔

خانہ کعبہ کی دوسری تعمیر مکی میں قریشی اکابر نے تمام قبائل وخاندان قریش اور ان کے اکابر سے یہ درخواست کی تھی اور سب نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اس کی تعمیر میں صرف حلال کمائی اور حلال مال لگائیں گے اور اس میں سودی مال نہیں لگائیں گے۔

۱۲۲- سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ۲/۱۴۷۔۱۴۹ سودخواری کی حرمت اضافہ سلیمانی ہے۔

۱۲۳- مقالہ خاکسار مذکور بالا۔

۱۲۴- زرعی جائیدادوں میں کھیت، باغ اور دوسری قسم کی چیزیں شامل ہوتی تھیں اور ان کو اموال (مال کی جمع) کہا جاتا تھا۔ مکہ مکرمہ کے قرب و جوار جیسے نخلہ میں بھی ان کی زرعی جائیدادیں تھیں۔ خاندان بنو امیہ کے سردار کریز عبشمی کی جائیداد وہاں تھی جس کو اسلامی عہد میں ترقی

Marfat.com

ملی۔ خاص طائف وثقیف کے علاقے میں بنوامیہ کے شیوخ ابواحیحہ سعید بن العاص اموی اور ابوسفیان بن حرب اموی کی خاصی بڑی جائیدادیں تھیں۔ ان کے ہاں مدتوں قیام کرنے کے واقعات کا ذکر کتب سیرت میں ملتا ہے۔ چند ناموں کے ملنے کے سبب لوگوں کا خیال ہے کہ صرف چند خاندانوں کے اموال تھے یہ صحیح نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ تمام مالدار قریشی خاندانوں اور ان کے اکابر وشیوخ کے اموال طائف کے علاقے اور ثقیف کے درمیان بکھرے تھے۔ ان کی وجہ سے اکابر ثقیف سے اکابر قریش کے اختلافات اور جھگڑے بھی ہوتے تھے جو بہر حال سلجھ جاتے تھے کہ دونوں کے مفادات اسی میں تھے؛ اموال عاص سہمی کے لیے بلاذری ا/ ۳۲۷-۳۲۸۔ مفصل بحث کے لئے کتاب خاکسار: 'عہد نبوی میں قریش وثقیف کے تعلقات' جس کے مآخذ بہت سے ہیں جیسے: ابن حبیب بغدادی، کتاب المنمق ۹۸۔۹۹، بلاذری، ا/ ۴۷، ۳۲۷-۳۳۳ وغیرہ؛ ابن سعد، ا/ ۸۷۔۸۸۔ ذوالھرم نامی مال عبدالمطلب ؛ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/ ۲۸۔۳۱ وغیرہ.... نخلہ میں واقع مال عتبہ وشیبہ جس کا ذکر سفر طائف نبوی میں آتا ہے؛ بلاذری، ا/ ۳۶۸، ابن سعد، ۴/ ۱۰۰۔۱۰۱،...... ابواحیحہ سعید بن العاص اموی کا مال طائف جہاں وہ موت تک رہا؛ واقدی، ۹۷۱، وغیرہ مال ابوسفیان بن حرب اموی؛ مذکورہ بالا مآخذ اموال ولید بن مغیرہ مخزومی اور ان کے فرزندوں کے۔

۱۲۵- یثربی اموال اور ان کی زراعت کا ذکر بالعموم نبوی غزوات وسرایا کے بیان کے ضمن میں آتا ہے یا حدیث شریف کے مآخذ میں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ زراعت یثرب میں مدنی دور میں پھلی پھولی تھی۔ وہ مدتوں سے زرعی علاقہ چلا آرہا تھا اور اس کی خاص پیداوار کھجور تھی۔ کھجور کی تجارت اور اس کی مکہ وقریش میں درآمد کا ذکر سیرت نبوی کے علاوہ جاہلی دور میں بھی ملتا ہے۔ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہوں: بخاری، کتاب الزراعہ وغیرہ کے ابواب اور فتح الباری کے مباحث نیز کتاب الاطعمہ کے ابواب جیسے لوکی کے لئے حدیث: ۳۷۸؛ پیاز کے کھیت کے ذکر کے لئے؛ فتح الباری، ۹/ ۱۱/ ۷۔۱۲؛ چقندر کی پیداوار کے لئے حدیث بخاری، ۵۴۰۳، اوس وخزرج کے خاص مشغلہ زراعت کے لئے حدیث بخاری، کتب خاکسار: عہد نبوی کا تمدن، غزوات نبوی کے اقتصادی پہلو وغیرہ۔

Marfat.com

۱۲۶- مذکورہ بالا مآخذ وکتب ومقالات۔

۱۲۷- مآخذ و مقالات اور کتب مذکورہ کے علاوہ مویشی پالن میں رعی غنم اور اونٹوں وغیرہ مویشی یا پالتو جانوروں کے پالنے اور ان کے چرانے کا ذکر بہت آتا ہے مثلاً: رسول اکرم ﷺ نے رعی غنم کی تھی، حضرت عبداللہؓ بن مسعود ہذلی اکابر مکہ کے مویشی اجرت پر چراتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی انا حضرت ام ایمنؓ خاندان رسالت کے مویشیوں کی چرواہی کا کام کرتی تھیں۔ ان کے علاوہ بہت سے دوسرے واقعات سیرت ہیں جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ خاص مآخذ ہیں: بخاری/ فتح الباری، ۴/ ۵۵۷ وغیرہ؛ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ابن سعد وغیرہ؛ اسلام حضرت ابن مسعود کی بحث اصابہ واسد الغابہ میں۔ متعدد صحابہ وصحابیات کے تراجم یا سوانحی خاکے۔

۱۲۸- مفصل بحث کے لئے عہد نبوی کا تمدن، پارچہ بافی: اقسام ومراکز، ۲۹۴ و مابعد۔ خاص مآخذ ہیں: بخاری، مسلم کے کتاب اللباس کے ابواب اور فتح الباری کے مباحث نیز دیگر کتب حدیث؛ مآخذ سیرت میں ابن اسحاق وابن ہشام کے علاوہ خاص بلاذری کے ابواب وفصول: ملبوسات نبوی کے حوالے سے جیسے؛ ابن ہشام، ۱/ ۲۳۸ وغیرہ؛ بلاذری، ۱/ ۵۰۷ و مابعد؛ ابن کثیر، ۱/ ۵۷۴ وغیرہ۔

۱۲۹- واقعات سیرت میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ عہد نبوی کا تمدن، باب: اقسام طعام میں بھی ان کا ذکر ہے۔

۱۳۰- حدیث وسیرت کے واقعات میں ان پیشوں کا ذکر آتا ہے جیسے حضرت خباب بن ارت تمیمی لوہار (قین) تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تیر گر تھے۔ ان کے بھائی عتبہ زہری بڑھئی (نجار) تھے۔ زبیر بن عوامؓ کے خاندان میں خیاطی کا فن تھا۔ اسلامی احکام میں اور رسول اکرم ﷺ اور خواتین میں بھی ان کا ذکر ہے۔ خاص کر خواتین کے خاص ومشترک پیشوں کا: ابن قتیبہ دینوری، کتاب المعارف، اردو ترجمہ، ۵۳۹-۵۴۰؛ ابن حبیب بغدادی، کتاب المحبر، اردو ترجمہ مذکورہ بالا۔

۱۳۱- مآخذِ حدیث وسیرت میں ایک اہم حدیث یہ آتی ہے کہ بیشتر صحابہ کرامؓ عمال ایدیھم (اپنے ہاتھوں سے کام کرنے والے) تھے۔ یہ مزدوری یا اجرت پر کام کرنے والوں کے

Marfat.com

لئے ایک خاص اصطلاح ہے۔ اجرت و مزدوری کی قسمیں بہت تھیں اور ان کے مآخذ بھی بہت ہیں۔ لیکن وہ زیادہ تر کتب سیرت و حدیث میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ان کا ذکر پیشوں کی خاص بحث میں آتا ہے۔

۱۳۲- تجارت کے مذکورہ بالا مآخذ کے علاوہ ملاحظہ ہوں: ابن قتیبہ دینوری، المعارف، مختلف اکابر قریش کے پیشوں کے لئے؛ ابن ہشام ۱/۸۷۔۹۷، ۱۲۹۔۳۱ وغیرہ؛ سہیلی ۲/۲۳۱ و مابعد۔ چھوٹے بڑے کاروانوں کے بارے میں کتاب المنمق، ۴۵۵۔۴۵۹، کتاب المحبر، ۱۷۳۔ ۱۷۸: تجارتی شریک اور ندیم کے لئے۔ عرب تجارت میں بالخصوص مکی اور ثقفی تجارت اور یثربی کاروبار میں ایسی روایت شریک و ندیمی بہت پختہ تھی اور وہ سماجی و اقتصادی ارتباط کے علاوہ سیاسی اور تہذیبی جہت بھی رکھتی تھی۔ دو ندیموں یا شریکوں کے درمیان بہت گہرے تعلقات استوار ہو جاتے تھے جو تا زندگی رہتے۔ رسول اکرم ﷺ کے بھی ایسے تجارتی شریک اور ندیم تھے۔ جد امجد عبدالمطلب ہاشمی کے پہلے ندیم حرب بن امیہ تھے اور دوسرے عبداللہ بن جدعان، عم مکرم حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ہاشمی کے دوست، ندیم، شریک اور یار غار حضرت ابوسفیانؓ ابن حرب اموی تھے اور دونوں نے ساتھ ہی اسلام بھی قبول کیا تھا۔ ایک اور اموی ہاشمی اور قریشی جوڑے (ندیم کے جوڑے) میں سے ایک نے اپنے تاخیر سے اسلام لانے کی وجہ یہی بتائی تھی کہ میرے ندیم و شریک روکتے رہے تھے اور میں ان کی محبت میں مارا گیا۔ مزید بحث کے لئے اسلامی احکام، ۳۸۷۔۳۸۸؛ اصابہ، اسد الغابہ میں تراجم صحابہ، ان کے پیشوں اور تجارتی ندیموں اور بازار اور ہاٹ میں سودا بیچنے کے لئے۔

۱۳۳- ابن قتیبہ، المعارف کے مذکورہ بالا ماخذ کے علاوہ اکا دکا حوالے عام کتب سیرت میں بھی ملتے ہیں جیسے ''حضرت خبابؓ بن ارت تمیمی کے ماہر فن قین وحداد ہونے کا ذکر بخاری: ابن اسحاق/ابن ہشام میں بھی ہے؛ زرگر، سکہ ساز اور چاندی کا کام کرنے والوں کا حوالہ اور ان کے سامان تجارت کا ذکر قریشی کاروان تجارت میں ملتا ہے اور دوسری کتب میں بھی۔ رسول اکرم ﷺ کی خاتم بنانے کا واقعہ تو مدنی دور کا ہے مگر اکابر قریش کے خواتیم اور زیورات کا ذکر بھی ملتا ہے اور ان کو بنانے والے مکی زرگر ہی تھے۔ کعبہ کی تعمیر دوم کے زمانے میں رومی جہاز

Marfat.com

کے ماہر فن بڑھئی کے تعمیر میں حصہ لینے کا ذکر کتب سیرت میں ہے: ابن اسحاق/ ابن ہشام؛ حضرت ہالہ بنت خویلد اسدیؓ سے رسول اکرم ﷺ کی ان کے بازار اور دکان تجارت میں ملاقات کا ذکر ابن کثیر، ۲۶۶/۱۔۲۶۷ میں ہے۔ خواتین کے پیشوں کے لئے ملاحظہ ہو: رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۱۳۹ وما بعد؛ فتح الباری، ۶۱۳/۱ ومابعد اور حدیث ابن ماجہ: ۳۵۵۸: قمیص کے غسیل اور بلا دھلی ہوئی (غیر مقصور) کا حوالہ ہے اور دوسرے شارحین نے بھی اس پیشہ قصاری کا ذکر کیا ہے۔

۱۳۴۔ حضرت عائشہؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت خدیجہؓ سے نکاح نبوی کا رشتہ لگانے میں حضرت خولہؓ بنت حکیم اور حضرت منیہؓ بنت یعلیٰ کا ذکر نکاح نبوی کے ضمن میں آچکا ہے۔ پیشہ ور نسبت لگانے والے اور والیوں کا ذکر غزوہ طائف وحنین کے حوالے سے آتا ہے۔ عہد نبوی میں قریش وثقیف کے تعلقات میں ان کا ذکر ہے

۱۳۵۔ عہد نبوی کا تمدن، باب موسیقی، ۷۵۹۔۷۸۰: پیشہ ور موسیقی والوں یا نغمہ سراؤں کو غزال/ غزالہ بھی کہا جاتا تھا۔ عبداللہ بن خطل ادرمی کی قینات کے لئے بلاذری، ۲۹۰/۱ وما بعد؛ گانا بجانا یا خوشی اور مسرت کے مواقع پر کمسن بچیوں اور بڑی عمر کی عورتوں کا موسیقی ریز ہونا یا مردوں کا گانا اور رجز خوانی وغیرہ کرنا عام افراد کا سماجی رویہ تھا۔ یہ نغمہ خوانی اور اس کی متعدد اقسام عہد نبوی کے مکی دور میں بھی تھیں۔ شادی بیاہ، ولادت وولیمہ، استقبال وفتح وغیرہ کے مسرت کے مواقع پر ان کی مجلسیں برپا کی جاتی تھیں: بخاری: ۵۱۴۷/ فتح الباری، ۲۵۳/۹۔۲۵۵، ابن ماجہ: حدیث ۱۸۹۶ وغیرہ۔

۱۳۶۔ ابن سعد، ۱۶۴/۳؛ فتح الباری، ۴۱۸/۱۰۔۴۲۲: عورتوں کے ختنے اور ان کی ختانہ کا ذکر خاص ہے۔

۱۳۷۔ حجام وحلاق اور قصر کرنے والوں کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے خاص کر حج وعمرہ میں حلق وقصر کرنے کے ضمن میں آتا ہے۔ اصابہ/ اسد الغابہ میں بعض صحابہ کا خاص پیشہ بتایا گیا ہے؛ ابن سعد، ۲۱۶/۱۔۲۱۹ میں متعدد واقعات حجامت ہیں۔ ان میں مختلف پیشہ ور حجام تھے: (۱) حضرت طیبہ حجامؓ جن کا عام خراج (معاوضہ) تین صاع غلہ تھا جس میں سے ایک صاع

Marfat.com

آپ ﷺ کے لئے کم کر دیا تھا۔ وہ مدنی دور کے تھے اور انصار کے خاندان بنو بیاضہ کے غلام تھے لیکن مکی دور سے وابستہ حجامت چلے آ رہے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے بھی حجام وحلاق تھے۔

۱۳۸۔ ہاشم بن عبد مناف اور عبداللہ بن جدعان تیمی وغیرہ متعدد اکابر قریش کی عظیم قومی دعوتوں میں روٹی سالن اور دوسرے کھانوں کا ذکر ہے۔ اس کیلئے خباز اور دوسرے ماہرین طعام کی خدمات بہر حال لی جاتی تھیں۔ ابن سعد، ۱/ ۷۵-۷۶ میں شامی خبازوں کا ذکر ہے۔ کتاب المحبر، ۱۴۰: دعوت ابو جہل مخزومی میں خبز ولحم کے خوان نعمت: حوالہ کے لئے عہد نبوی کا تمدن؛ ۲۳۶-۲۴۰۔

۱۳۹۔ خواتین کے اس پیشہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ اور خواتین، ۱۵۴ میں ہے اور مآخذ سیرت وحدیث میں بھی ہے: حضرت سائب ابن اقرع ثقفیؓ کی ماں ملیکہ عطر فروش تھیں؛ اسد الغابہ، ۵/ ۴۵۲۰، ۵۴۹، بلاذری، ۱/ ۲۹۸-۲۹۹ ومابعد۔

۱۴۰۔ سیرت وسوانح میں ان کا ذکر وحوالہ آچکا ہے۔

۱۴۱۔ بلاذری، ۱/ ۱۷۵۔

۱۴۲۔ رضاعت نبوی خاص کر عہد نبوی کی رضاعت میں اس پر مفصل بحث ہے۔ ثقفی/ ہوازنی مرضعات کو اس فن محبت میں امامت کا درجہ حاصل تھا۔ اس پر ایک تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔

۱۴۳۔ نواحہ (نوحہ کرنے والی خاتون) کا پیشہ عرب جاہلی اور مکی دور میں خاصا مقبول تھا۔ اگرچہ اسلام نے اس پر پابندی لگادی لیکن مکی دور نبوی کے عرب اکابر اور ان کے خاندان والے اس پر عمل کرتے رہے۔ جاہلی عہد میں جد امجد عبد المطلب ہاشمی وغیرہ کی وفات پر نوحہ گروں کی مجالس کا ذکر ملتا ہے؛ بلاذری، ۱/ ۳۶۰-۳۶۱ وغیرہ۔

۱۴۴۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۱/ ۵۰ ومابعد: بعثۃ النبی ﷺ ونبوۃ سطیح وشق؛ ۱/ ۱۳۵ ومابعد۔ اخبار الکہان من العرب الخ؛ جناب عبد المطلب ہاشمی نے اپنے بعض منافرات میں ان ہی پیشہ ور کاہنوں/ کاہنات سے رجوع کیا تھا۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو: عبد المطلب ہاشمی......

۱۴۵۔ جد امجد عبد المطلب ہاشمی اگرچہ پیشہ ور قائف (قیافہ شناس) نہ تھے لیکن رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے بعد اولین نظر چہرہ انور پر ڈالتے ہوئے شان عالی کے قائل اور اس کا پرچار

Marfat.com

کرنے والے بن گئے تھے۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۱/۱۰۹، ۱۱۲؛ حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو مکہ لائیں تو راستہ میں بعض اہل حبشہ نے قیافہ سے آپ ﷺ کی شان پہچان لی تھی۔ خاص قیافہ شناس تھے جو اپنے فن کے ماہر ہوتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ کے اسلام کے ذکر میں بخاری میں ہے۔

۱۴۶۔ عبداللہ بن اریقط دئلی کا ذکر بطور دلیل اور راہبر ہجرت نبوی کے باب میں بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث وسیرت کے حوالے سے گزر چکا۔

۱۴۷۔ حدی خوانی، رجز خوانی وغیرہ شعر خوانی کی ایک خاص صنف تھی اور اس کا قریبی تعلق غناء و نغمہ سرائی اور موسیقی سے تھا۔ حدی خواں بالعموم مرد ہوتے تھے جو خوبصورت آواز کے علاوہ اس فن کے ماہر ہوتے تھے۔ مدنی دور کے بعض صحابہ اس میں ممتاز تھے۔ لیکن مکی دور کے بھی حدی خواں تھے کیونکہ وہ عرب سماج وتمدن کی ایک خاص اور مستقل روایت تھی۔ اس جاہلی روایت کو برقرار رکھا گیا تھا۔ مقالہ حدی اور: غنا''؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

۱۴۸۔ بخاری، حدیث حکیم بن حزام وغیرہ نیز مذکورہ بالا کتب سیرت؛ بحث کے لیے کتاب خاکسار: رسول اکرم ﷺ کے صحابی حکیم حزامؓ (زیر طبع)

۱۴۹۔ حضرت ورقہ بن نوفل اسدیؓ کے علوم وفنون میں قراءت، کتابت کے علاوہ عبرانی کتابوں اور انجیل وتورات کے پڑھنے کے علاوہ ان کے شارح وترجمان ہونے کا بھی ذکر ہے: فتح الباری، ۷/۷۰۴؛ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۱۵۶، وكان ورقة قد تنصر وقرأ الكتب، وسمع من اهل التوراة والانجيل؛ ابن کثیر وغیرہ کے مطابق حضرت ورقہؓ کے علاوہ امیہ بن ابی الصلت ثقفی شامی اسفار کے دوران گرجوں اور معبدوں میں جاتے تھے اور وہاں اہل علم سے باتیں کرتے تھے اور ان سے کتابیں خرید لاتے تھے۔ طائف میں ایک کتاب خانہ قائم کر لیا تھا۔ یہود ونصاریٰ کے احبار اور علماء کے کتابیں پڑھنے اور لکھنے کا ذکر قرآن مجید کی آیات میں بھی ہے جیسے سورہ انعام: ۹۱؛ قلم: ۳۷ اور احادیث کی کتابوں میں بھی ہے۔

الکاتب کے لقب سے متعدد مکی نوجوان اور اکابر معروف تھے جیسے عبداللہؓ (حکم) بن سعید بن

Marfat.com

العاص اموی، عمرؓ بن خطاب، ابوبکر صدیقؓ وغیرہ۔

۱۵۰- مکی دور نبوی کے کتاب النبی ﷺ (کاتبین نبوی) پر ملاحظہ ہو: مفصل بحث کے لئے: عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب ششم، کاتبین کی بحث: بلاذری، ۲/ ۱۲۸۰-۱۲۸۱: اسماء کتاب النبی ﷺ، حواشی ڈاکٹر یوسف مرعشلی میں کئی اہم قدیم وجدید کی کتابوں کا ذکر ہے جیسے: محمد علی بن حدیدہ انصاری (م ۷۸۳/ ۱۳۸۱)؛ المصباح المضیٔ فی کتاب النبی ﷺ حیدر آباد دکن ۱۳۹۶ھ؛ ابن طولون، اعلام السائلین عن کتاب سید المرسلین، دمشق ۱۳۴۸ھ، محمد مصطفیٰ اعظمی، کتاب النبی ﷺ، بیروت ۱۴۰۱ھ۔

۱۵۱- قرآن مجید: سورہ مائدہ: ۲: " تعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان الخ اگرچہ مدنی آیت وتنزیل ہے لیکن اس کا حکم مستقل ہے اور گزشتہ انبیاء کرام کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔

۱۵۲- مناصب قریش پر بحث ملاحظہ ہو اور خاص کر مکی اسوہ نبوی میں مسلم منصب داروں کے اپنے مناصب پر بحال رہنے پر بحث۔

۱۵۳- صحیفہ مقاطعہ (بائیکاٹ) میں قریشی اکابر کی مالی اور سامان رسد کی امداد کا ذکر گزر چکا ہے کہ وہ کھانا اور گیہوں وغیرہ پہنچاتے تھے۔ حضرت نعیم بن عبداللہ عدوی کے لئے ملاحظہ ہو: اصابہ/ اسد الغابہ میں ترجمہ حضرت نعیمؓ بن عبداللہ؛ عہد نبوی کا تمدن، ۲۳۶ ومابعد؛ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور امیہ بن خلف جمحی کے باہمی معاہدے کا ذکر اقتصادی معاملات میں آچکا ہے۔

۱۵۴- بخاری، مسلم، کتاب التفسیر، سورہ روم، سورہ ص، سورہ دخان، مسلم، کتاب الرقاق، باب الدخان میں تفصیل ہے؛ فتح الباری، ۸/ ۶۴۹ ومابعد؛ حدیث بخاری: ۴۷۷۴۔ حدیث مذکورہ بالا اور اس کے اطراف پر بحث وتحقیق کی ضرورت ہے۔ یہاں صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تمام بیانات راویوں کے ہیں جو ان کے قیاس پر مبنی ہیں اور اس میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان شامل نہیں ہے؛ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے سورہ روم میں اس موضوع پر کلام ہی نہیں کیا۔

Marfat.com

خطبہ ہفتم

مکی دور نبوی میں علوم اسلامی کا ارتقاء

رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاص مصلحتوں سے امی رکھا تھا۔ "امی" کا مطلب ہے کہ جو شخص پڑھنے لکھنے کا فن نہ جانتا ہو۔ اس سے مراد یہ قطعی نہیں ہے کہ امی (امیون، امیین) لوگ صاحب علم نہیں ہوتے یا وہ عقل وفکر اور دانش وسمجھ سے بالکل کورے ہوتے ہیں، وہ عالم بھی ہوتے ہیں اور عاقل بھی۔ علم و عقل کا تعلق دراصل کچھ تو انسان کے دماغ وقلب سے ہے اور کچھ اس کے تجربہ ومشاہدہ سے اور زیادہ تر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سے۔ امی رکھنے کی مصلحتوں میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ آپ ﷺ کو دین وشریعت کا علم خاص طور سے وحی الٰہی کے ذریعے دیا جائے جسے "وہبی علم" کہتے ہیں۔ پڑھنے لکھنے سے جو علم حاصل کیا جاتا ہے وہ انسان اپنی صلاحیتوں اور لیاقتوں سے حاصل کرتا ہے اور اسے "اکتسابی" کہتے ہیں۔ وہ حواس خمسہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ دوسری مصلحت یہ تھی کہ "وہبی" علم قطعی ہوتا ہے اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے وہ علم انبیاء کرام کے لیے خاص ہوتا ہے، دوسروں کو نہیں ملتا۔ اکتسابی علم یقینی نہیں ہوتا۔ وہ صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ کیونکہ انسان کے پانچوں حواس اور عقل وقلب بسا اوقات غلطی کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ تیسری اہم ترین مصلحت یہ تھی کہ اسلام ودین اور نبوت محمدی کے مخالفین یہ شک نہ کرسکیں کہ آپ ﷺ نے اپنا علم کتاب وقلم کے ذریعہ حاصل کیا تھا۔ سید المرسلین کی حیثیت سے آپ ﷺ کو وحی الٰہی کے ذریعہ قطعی علم دیا گیا جو شک وشبہ سے بالاتر تھا اور وہ وحی جلی قرآن کریم اور وحی خفی حدیث کی صورت میں دیا گیا (۱۵۵)۔

Marfat.com

کتاب الٰہی، قرآن مجید، اسی قطعی علم کا اولین اور اہم ترین خزینہ ہے جو فلاح دنیا اور فلاح آخرت دونوں کی سعادتوں کی طرف دیتا ہے۔ حدیث نبوی بھی وحی الٰہی ہے اور اس میں بھی علم قطعی دیا جاتا ہے۔ وہ ہے تو کلام الٰہی مگر وہ زبان رسالت سے ادا کیا جاتا ہے جبکہ قرآن کریم کے الفاظ بھی کلام اللہ ہیں۔ حدیث وسنت نبوی دونوں مل کر قرآن مجید کی تشریح وتعبیر اور توضیح وتکمیل کرتے ہیں۔ رسول کی موجودگی کتاب اللہ کے لئے اسی لئے ضروری ہوتی ہے کہ وہ برت کر دکھاتا ہے۔ اس قطعی علم یا یقینی ذریعہ علم کا دائرہ صرف دین وشریعت کے یا ہدایت الٰہی کے بہت محدود تصور وعمل تک محدود نہیں ہے بلکہ بہت وسیع وعریض ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ان تمام قدرتوں، نشانیوں، احسانوں اور کاموں کے حوالے سے انسانوں کو رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے ان کے خالق ورب سے جوڑتا ہے۔ وہ علوم وفنون کی کتاب بھی ہے اور ایسی کتاب جو انسانوں کے نفوس اور آفاق کی آیات بیان کر کے علم ویقین عطا کرتا ہے اور زندگی کا مقصد بتاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اسی بنا پر دینی علوم واحکام کا سب بڑا اور سب سے بنیادی خزانہ ہے اور اسی سے تمام دوسرے علوم انسانی اور ان کے ذرائع استفادہ کرتے ہیں۔ کتاب تذکیر وصحیفہ ہدایت میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں مختلف علوم وفنون سے آگہی بخشتی ہیں۔ ان میں سماجی علوم جیسے تاریخ وسیرت، فلسفہ وکلام وغیرہ بھی شامل ہیں اور سائنسی علوم وحقائق بھی موجود ہیں جیسے علوم جغرافیہ، فلکیات وہندسہ، طبیعات و نباتات و جمادیات وغیرہ۔ معاصر جاہلی عربوں اور صحابہ دونوں کو ان سے علوم و معارف ملے (۱۵۶)۔

مکی سورتیں

یہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کی تنزیل مکہ مکرمہ میں شروع ہوئی اور تیرہ سال تک برابر ہوتی رہی اور کل ۸۷ سورتیں اس دور میں اتریں۔ ان مکی سورتوں کا تجزیہ ومطالعہ بھی کیا گیا ہے جو مختلف نوعیت کا ہے مگر ان کا عام مطالعہ وتجزیہ مدنی

Marfat.com

سورتوں کے ساتھ کیا گیا اور خاص مکی آیات پر تحقیق کم کی گئی، خاص طور سے اس اعتبار سے کہ ان مکی سورتوں میں کیا کیا اسلامی وتشریعی احکام وقوانین ہیں؟ ان میں علوم و فنون کے کیا کیا جواہر ہیں اور کیا کیا عقل و دانش کے لعل و گہر ہیں؟ ان میں تاریخ و سیرت، دین وشریعت، علم ہندسہ، فلکیات، تخلیق انسانی، قصص انبیاء واقوام اور فطرت انسانی کی کیا کیا بیش قیمت معلومات ہیں۔ یہ ایک خاص تحقیق کا موضوع ہے اور ایک دفتر عظیم اس کے لئے درکار ہے (۱۵۷)۔ یہاں اختصار کے ساتھ علوم وفنون کے بعض حقائق پر نظر ڈالی جارہی ہے۔

دین وشریعت

قرآن مجید کی مکی سورتوں میں اسلام کے دین وشریعت کی بنیادی وضاحت کی گئی ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ صرف وہی قابل قبول ہے کہ صرف وہی حق ہے، صرف وہی حق یوں ہے کہ وہی صرف اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے جو اس کے رسولوں کے ذریعہ سے انسانوں تک پہنچا ہے۔ اخلاص ومحبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو الٰہ واحد اور معبود حقیقی مان لینے اور اسی کی عبادت کرنے کا اصل طریقہ اختیار کر لینے کا نام اسلام ہے اور اس کے ماننے والوں کا نام مسلم ومسلمون/ مسلمین ہے۔ اللہ تعالیٰ تک لے جانے کا یہی واحد طریقہ ہے جو تمام رسول لاتے رہے اور سب سے آخری رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں۔ سورہ اعراف: ۱۵۸ میں وضاحت کردی گئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور آخری رسول بھی جن کے بعد اور کوئی رسول قیامت تک نہیں آئے گا۔ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور میدانوں کے اعمال واشغال کا احاطہ دین کرتا ہے اور شریعت دراصل اسی دین پر چلنے کا نام ہے جو قانون اسلامی بھی ہے۔

عقائد وارکان اسلام

اسلام کے تمام عقائد وعبادات اور ارکان واحکام جیسے توحید، رسالت

Marfat.com

آخرت وغیرہ اور نماز، روزہ، صدقہ وزکوۃ اور حج وعمرہ وغیرہ اور مختلف سنتیں وغیرہ قرآن مجید کی مکی آیات میں وضاحت سے موجود ہیں۔مکی سورتوں کا موضوعاتی تجزیہ ان کو ثابت کرتا ہے۔

احکام شریعت

مکی سورتوں میں تمام بنیادی احکام شریعت کی بھی وضاحت کی گئی ہے اور ان کو رسالت محمدی ﷺ کا اصل حصہ قرار دیا گیا ہے۔ارکان اسلام میں نماز، روزے، صدقہ، زکوۃ، اور حج وعمرے کے متعلق احکامات کبھی براہ راست دیئے گئے ہیں اور کبھی انبیاء کرام کے حوالے سے۔ان میں ملت انبیاء کرام علیہم السلام اور خاص طور ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے تمام انسانوں کو بلا استثناء دیا گیا ہے۔ان احکام شریعت میں سماجی، اقتصادی، معاشی، سیاسی اور تہذیبی معاملات سے متعلق بھی واضح ہدایات وقوانین موجود ہیں۔صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

حلال چیزیں

تمام اچھی چیزیں (طیبات) حلال ہیں۔فقہی اصطلاح میں ان کی حلت (حلال ہونے) کی علت (وجہ) ان کی پاکیزگی (طیب ہونا) ہے۔ ماکولات و مشروبات میں تمام پاک وطیب چیزیں حلال ہیں۔مویشیوں میں سے آٹھ جوڑے: اونٹ، بھیڑ، بکری اور گائے کے نر اور مادہ (انعام: ۱۴۱-۱۴۴)۔اسی سورت کی اگلی آیات میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، صحیح تراز وتولنا، سچ بات کہنا اور اللہ کا عہد پورا کرنا فرض بتایا ہے اور ان کی مخالفت کو حرام کیا ہے۔طیبات اور حلال چیزوں کا ذکر دوسری مکی سورتوں کی آیات کریمہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

حرام چیزیں

تمام بری چیزیں (خبیثات، سیئات) حرام ہیں کیونکہ خبث وگناہ ہونا ان

Marfat.com

کے حرام ہونے کی علت ہے۔سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔اس کے بعد والدین کے ساتھ احسان فراموشی کرنا سب سے بڑی حرام چیز ہے، قتل اولاد، فواحش (بے حیائی کے کاموں) کے پاس جانا، قتل انسان، مال یتیم ناحق کھانا اور ناپ تول میں کمی کرنا (الانعام، ۱۵۱، ۱۵۲) ماکولات ومشروبات میں حرام چیزیں ہیں۔مردار گوشت، بہتا خون، خنزیر (سؤر) کا گوشت کہ یہ سب بنیادی طور سے ''رجس'' گندگی ہیں۔اور غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ یا ان کے بتوں پر چڑھاوا کہ وہ فسق (گناہ) ہونے کے باعث حرام ہے (انعام: ۱۴۵)

سورہ انعام کی آیات کریمہ: ۱۳۶۔۱۴۰ و مابعد میں جاہلی عرب کے حلال و حرام کی گئی چیزوں کا ذکر ہے کہ یہ ان کی تحریف ہے۔ان میں مویشی اور زرعی پیداوار یں دونوں شامل ہیں۔سورہ انعام، سورہ اعراف اور سورہ بنو اسرائیل سب کی سب مکی ہیں اور ان میں حلال وحرام کے بہت سے احکام موجود ہیں (۱۵۸)۔

تاریخ انبیاء واقوام

مکی سورتوں میں دین اسلام اور شریعت اسلامی کی وضاحت کرنے کی خاطر بہت سے بلکہ بیشتر معروف انبیاء کرام اور ان کی قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ان سے مقصود تذکیر ونصیحت کرنا ہے تاکہ نبوی طریقوں کو سمجھیں اور ان کے اور ان پیروؤں کے طریقوں (سنن) پر ہی چلیں اور ان کے نہ ماننے والوں اور مخالفوں کے اعمال وافکار سے بچیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو دنیا میں فوز وفلاح پائیں گے اور آخرت میں بھی جنت وکامیابی پائیں گے۔مکی سورتوں سے ایک پوری تاریخ الانبیاء اور تاریخ اقوام مرتب کی جاسکتی ہے۔اور ان سے تاریخ کے علم کے علاوہ عروج وزوال کے اسباب بھی معلوم ہوتے ہیں۔گزشتہ نبیوں اور رسولوں کا ذکر اس لئے بھی کیا گیا کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کے پیشرو اور پیش گو تھے اور اسلام و دین اور تاریخ کے خاتم کے اولین نمائندے بھی۔یہ صرف انسانوں، ملتوں اور دینوں کی تاریخ نہیں ہے بلکہ ان کے

Marfat.com

ساتھ ہی انسانی تہذیب وتمدن کی تاریخ بھی ہے جو سماجی تاریخ کا عظیم ترین حصہ ہے(۱۵۹)۔

تخلیق آدم علیہ السلام

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی پانی کے گارے سے تخلیق کرنے اور ان سے حضرت حواؑ کو پیدا کرنے کا ذکر مکی سورتوں میں ہے جو تخلیق انسانی کے اسلامی نظریہ کو پیش کرتا ہے۔ ان کی جنت میں رہائش، پروردگار کی نافرمانی کے سبب جنت سے زمین پر بھیجنے کا مقصد بتایا ہے کہ ہدایت کا سلسلہ شروع ہوگا۔ سورہ حجر: ۲۸ ومابعد۔ سورہ النحل: ۱۲۰ وغیرہ۔ سورہ بنی اسرائیل: ۶۱۔۶۶ وغیرہ۔ اسی تخلیق انسانی کے اولین مرحلہ سے کائنات میں انسان کے مقام ومرتبہ اور اس کی کارکردگی، ذمہ داری اور فرض ورویہ کا بھی علم ہوتا ہے۔ وہ انسانی تاریخ کے آغاز کا قطعی ثبوت فراہم کرتا ہے۔

تخلیق انسانی کے مراحل

حضرت آدمؑ سے حضرت حواءؑ کی پیدائش اور ان دونوں کے ملاپ یا جنسی فعل کی بنا پر نطفہ سے بنو آدم کی پیدائش کا سلسلہ چلانے کے علاوہ بتایا ہے کہ انسان دوران حمل تین تاریکیوں سے گزرتا ہے اور پھر انسانی صورت پاتا ہے۔ یہ علم انسان کا بیان ہے۔ اس پر مفصل بحث سورہ مریم: ٦ کی تفسیر وتشریح میں ملتی ہے کہا جاتا ہے اور وہ سائنس وطبعیات کا ایک آدق علم ہے اور وہ اتنا حتمی وقطعی ہے کہ موجودہ سائنس اس کی تصدیق کرتی ہے اور سائنس داں حیرت کا اظہار وتعویت کا اقرار کرتے ہیں۔

ذریت آدمؑ سے عہد اور سلسلہ انبیاء کرام

اللہ تعالیٰ نے صلب آدمؑ سے تمام ذریتِ آدمؑ کو نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔ اعراف: ۱۷۲: واذا اخذ ربك من بني آدم من

Marfat.com

ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم الخ"۔ مختلف آیات میں پھر بتایا ہے کہ ان کی ہدایت کے لئے وہ ان کے درمیان وقفہ وقفہ سے اپنے رسولوں کو بھیجے گا تا کہ وہ لاعلمی کا بہانہ نہ بنا سکیں۔مکی آیات اور سورتوں میں جن انبیاء کرام کا ذکر ہے وہ ہیں: حضرات نوح، ابراہیم، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، الیسع، یونس، لوط علیہم السلام اور ان سب کے سید و خاتم حضرت محمد ﷺ (انعام: ۸۴۔۸۰ وغیرہ)

سورہ اعراف: ۵۹ میں حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کے بعد حضرت ہودؑ اور ان کی قوم عاد، حضرت صالحؑ وران کی قوم ثمود حضرت لوطؑ اور ان کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم مدین وغیرہ دوسرے انبیاء کرام کا ذکر کر کے ان کے اہل ایمان و منکرین کا حال بتایا ہے۔ سورہ یونس، سورہ ہود اور کئی دوسری سورتوں اور اُن کی آیات میں خاص کر سورہ انبیاء وغیرہ میں رسولوں کا حال بیان کیا ہے اور سورہ یوسف خاص ان کے کمال و جمال کا بیانیہ ہے۔

حضرت ابراہیم و اسمٰعیلؑ

سلسلہ انبیاء میں خاص حضرات ابراہیمؑ اور ان کے فرزند اکبر حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر خیر کئی مکی سورتوں میں ایک ساتھ یا الگ الگ کیا ہے۔اس کی خاص اہمیت یہ ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان کی ہی نسل سے تھے۔اور ان کی دعا کی وجہ سے مبعوث کئے گئے تھے۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ کے پاس ذریت ابراہیمی میں کی گئی تھی اور وہ ملت ابراہیمی۔اسماعیلی کے احیاء کرنے اور اس کی تکمیل کرنے والے تھے۔اللہ تعالیٰ نے النبی الامی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کو حضرت ابراہیمؑ اور ان کے پیروؤں کے قریب ترین (اولیٰ) اور ان کا وارث اور ان کا جانشین بھی قرار دیا ہے۔خانہ کعبہ کی تعمیر، حج وعمرہ وغیرہ کی اقامت کا بھی ذکر اسی وجہ سے ہے۔سورہ ابراہیم کو پوری مکی سورہ بتایا گیا ہے جس میں بنیادی معاملات ہیں۔ان

Marfat.com

کے علاوہ دین وشریعت ابراہیمی کا ذکر دوسری سورتوں میں بھی ہے۔ انعام: ۷۵-۸۲ میں حضرت ابراہیمؑ کی توحید پرستی اور شرک سے اجتناب کا بہت اہم ذکر ہے۔ اعراف، مذکورہ بالا ہود: ۶۸ و مابعد، سورہ مریم: ۴۱ و مابعد، سورہ انبیاء: ۵۱-۲۱ وغیرہ۔

ان مکی سورتوں میں دوسرے انبیاء کرام کے ساتھ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کو بالعموم شامل کر کے ان کو ایک امت واحدہ قرار دیا گیا ہے۔ امت کا یہ قرآنی تصور و اصلاح اسلامی امت اور ملت کی شناخت ہے اور دوسری انسانی تفریضات امت وملت سے قطعی مختلف۔

دوسرے علوم

مکی سورتوں میں انفس و آفاق (انسانوں) اور کائنات کی بہت سی حقیقتوں کا انکشاف کیا گیا ہے جن کا ذکر بہت تفصیل کا تقاضا کرتا ہے۔ مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ زمین و آسمان اور ان کی پہنائیوں میں چھپے تمام حقائق کا بیان ملتا ہے اور وہ تمام علوم کا بیان ہے۔ چاند، سورج، ستاروں کی گردش یا باہمی رفاقت، آسمان و زمین اور ان کے اندر کے حقائق، سمندر و خشکی سے متعلق عجائب اور کائنات کی تمام ظاہر اور چھپی ہوئی چیزوں کا ایک قطعی بیان ہے جو مختلف علوم سے امی عربوں کو اور تمام انسانوں کو آشنا کرتا ہے (۱۶۰)۔

سیرت نبوی ﷺ

قرآن مجید کی مکی سورتوں میں رسول اکرم ﷺ کی حیات وسوانح، شخصیت و کردار، رسالت و نبوت، ختم المرسلین اور آفاقیت اور دوسری مختلف جہات کا ذکر اتنا مفصل و مدلل ہے کہ ان کی بنا پر پوری مکی سیرت نبوی لکھی جاسکتی ہے۔ نسل ابراہیمی و اسماعیلی سے خاص ربط و تعلق، مکہ میں بعثت اور اس کا مقصد و مقام، بعثت سے قبل کی پاکیزہ زندگی جو دلیل نبوت وعظمت ہے، رسالت محمدی کی آفاقیت اور ختم نبوت، تبلیغ و انداز کی کیفیت اور ان کے مراحل، مومنین ومخالفین کی حیثیت وغیرہ اہم مباحث ہیں۔

Marfat.com

ابھی تک جتنی قرآنی سیرت نبوی پر مبنی کتابیں لکھی گئی ہیں وہ بہت تشنہ بلکہ ناقص ہیں وہ صرف چند جہات اور گوشوں کا احاطہ کرتی ہیں۔ خاص طور سے رسول اکرم ﷺ کی ذات والا صفات اور سیرت طیبہ کی تفصیلات بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ اس خاص موضوع اور بالخصوص مکی سیرت نبوی قرآنی پر ایک خاص تحقیقی مطالعہ دو مختلف زاویوں سے ابھی باقی ہے (۱۶۱)۔

مکی احادیث

روایتی علماء کی روایت پسندی سے زیادہ ان کی تحقیق و جستجو اور تجزیہ کی کمی ہے کہ وہ مکی احادیث کا سراغ نہیں لگا سکے۔ مکی احادیث کی ترکیب وعنوان ذرا عجیب بھی لگتا ہے کہ کان، آشنا اور عقل روشناس نہیں اور فکر انسانی میں ان کا کوئی نقش ثبت نہیں ورنہ فطری بات ہے کہ وحی الٰہی میں اس کا ذکر اول آنا چاہئے کہ اسی سے نبوت محمدی بنی تھی اور شروع ہوئی تھی، رویا، صالحہ نقطہ سے آغاز ہوا تھا۔ پھر رویاء صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا گیا۔ تنزیل قرآن کریم کے بعد اور اس کے ساتھ ساتھ تنزیل حدیث کا بھی سلسلہ جاری رہا کیونکہ وہ دونوں۔ قرآن وحدیث۔ دین وشریعت کے اساسی سرچشمے ہیں اور حدیث وسیرت وسنت نبوی کا خزانہ بھی ہے۔ یہ ایک مفصل و مدلل تحقیق کا موضوع ہے (۱۶۲)۔ یہاں اختصار کے ساتھ علم حدیث وسنت کے آغاز وارتقا کا خاص مکی عہد میں ایک ذکر کیا جاتا ہے۔ اس سے پہلے یہ اصولی بات سمجھ لینی چاہئے کہ مکی حدیث کی ترسیل وروایت اور بیان وتدوین کسی زمانے میں ہوئی ہو، ان کے زبان رسالت سے وارد ہونے کا واقعہ مکی دور کا ہے اور ان کی روایت وبیان صحابہ کا معاملہ بھی مکی صحابہ تک ہی لامحالہ جاتا ہے (۱۶۳)۔

نام ونسب نبوی

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابراہیمؑ تک آپ کا نسب، خاندان،

Marfat.com

نام اور دوسری تفصیلات حدیث کے معتبر و مستند ماخذوں میں موجود ہیں: (بخاری، کتاب المناقب، نسبة الیمن الیٰ اسماعیل وغیرہ ابواب، فتح الباری، ۶۵۲/۶۔ ۶۶۰ومابعد)۔

بعثت سے قبل کے حالات میں سے متعدد کا ذکر و بیان جن احادیث میں ہے وہ سب مکی ہیں جیسے رضاعتِ ثویبہ، رضاعتِ حلیمہ پرورش و پرداخت کے سلسلہ میں والدین ماجدین، دادا، اعمام وعمات وغیرہ، عمدہ فطرت، بے داغ زندگی و کردار، بعض سماجی اور اقتصادی معاملات جیسے رعی غنم، تجارت، شادی (حضرت خدیجہؓ، حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح)، اولاد و بنات وغیرہ (بخاری، کتاب ا، ابواب المناقب، باب ماجاء فی اسماء النبی ﷺ، باب الکنیة، کتاب النکاح، مسلم، باب الاسراء، کتاب بدء الخلق، باب لعکفون علیٰ اصنام لھم، باب بدء الوحی، باب تزویج النبی ﷺ عائشة و قدومه المدینة، باب تزویج النبی ﷺ خدیجة و فضلها وغیرہ)۔

مکی دور بعثت کے واقعات میں اکثر و بیشتر کا ذکر مکی احادیث میں ہے جیسے رویاء صالحہ سے وحی الٰہی اور نبوت محمدی کا آغاز، خفیہ وعلانیہ تبلیغ، اشاعت اسلام، سابقین اولین اور ان کی ثبات قدمی، مکی کفار ومشرکین خاص کر معاندین کی مخالفت رسول ﷺ کے خاندان واہل کرم کی حمایت وحفاظت، مختلف علاقوں کے لوگوں کے قبول اسلام کے واقعات، ہجرت حبشہ، واقعات اسراء ومعراج غرض کہ ہجرت مدینہ تک کے تمام اہم وعہد ساز واقعات کا ذکر ان مکی احادیث میں ملتا ہے۔ متعدد قدیم و جدید سیرت نگاروں نے ان سے فیض پایا ہے۔

مکی دور کی شریعت ودین محمدی کی تمام بنیادی چیزوں، مبادی، احکام اور اخلاق و معاملات کا ذکر بھی جن احادیث میں ہے وہ بنیادی طور سے مکی ہیں۔ ان میں وہ تفسیری احادیث صحیحہ بھی شامل ہیں جو مکی آیات قرآنی کی تفسیر وتشریح میں بیان کی گئی ہیں۔

Marfat.com

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: بنی الاسلام علیٰ خمس الخ اور اس کی تفصیل کرنے والی دوسری احادیث مکی ہیں۔ ان میں صرف صیام رمضان کی قید والا فقرہ مکی نہیں مدنی ہے کہ رمضان کے روزے مدینہ میں صیام ماہ وعاشوراء کی جگہ آئے اور فرض ہوئے تھے۔ عقائد اسلام کی تمام بنیادی احادیث مکی ہیں کہ توحید، رسالت، آخرت اور ان کے متعلق دوسرے عقیدے شروع سے قائم تھے۔ ارکان اسلام میں نماز و روزہ، صدقہ و زکوٰۃ اور حج وعمرہ اور بعض دوسری عبادات منسونہ ونافلہ کا بیان بھی مکی احادیث میں ہی ہے۔

صلوٰۃ

تنزیل قرآنی کے ساتھ یک وقتہ دو رکعات نماز کا بیان صرف حدیث وسیرت کی روایات میں ملتا ہے جو مکی ہیں۔ اسراء ومعراج کے بعد پنجوقتہ نماز کے اوقات، ان کی رکعات، ان کے ارکان واجزاء، تسبیحات وقراءت جہری وسری وغیرہ کا بیان مکی احادیث میں ہی ہے۔ آخری قعدہ/جلسہ میں تشہد، التحیات، درود وصلوٰۃ اور دعاء کی تعلیم وگوناگونی بھی مکی احادیث میں ہے۔ قرآن مجید کی مکی سورتوں میں سجدہ کی آیات کریمہ کا ذکر احادیث مکی میں ہے۔ اور ان پر صحابہ کرام اور رسول اکرم ﷺ کے علاوہ بعض پر کفار قریش کے سجدہ کرنے کا بیان بھی مکی احادیث اور سیرتی روایات میں ملتا ہے۔ قریش مکہ اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان اس مذہبی اشتراک کا سبب دین حنیفی کا اشتراک ہے۔ تہجد کی نماز یا صلوٰۃ اللیل کے فرض ہونے کے بعد ایک سال کے اندر نفل بن جانے اور راتوں میں صحابہ کرام کی نماز شب کے واقعات کی احادیث مکی ہیں۔

صیام

روزوں کا مکی دور میں فرض ہونا خاص کر عاشوراء کے روزوں کا حدیث بخاری بلکہ کتاب/باب صیام عاشوراء میں ہے۔ اگرچہ رمضان کے روزے مکی دور

Marfat.com

میں فرض نہ تھے تاہم ان کی راتوں کی بڑی فضیلت تھی اور ہر سال رمضان میں حضرت جبریلؑ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تمام مکی سورتوں و آیتوں کا مذاکرہ کراتے تھے۔ نماز شب وغیرہ اور جوار وتحنث کا بیان بھی مکی احادیث میں ہے۔ قرآن مجید کی رمضان کی شب قدر میں تنزیل کے حوالے سے تمام کتب ساوی۔ تورات و انجیل، زبور صحف ابراہیم وغیرہ کے اسی ماہ مبارک میں اترنے کی روایات بھی مکی ہیں۔

صدقہ وزکوٰۃ

صدقہ وزکوٰۃ کا ذکر قرآن مجید کی مکی آیات میں مختلف حوالوں سے پایا جاتا ہے۔ ان سے متعلق تمام احادیث تفسیر مکی ہیں۔ حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ اگر چہ بعد میں اسلام لائے مگر ان کا تحنث وتبرد اور جوار وصدقہ وغیرہ مکی احادیث میں ہی آیا ہے۔

حج وعمرہ وطواف

دین حنفی سے اسلامی محمدی شریعت میں ان تینوں عبادات کی منتقلی کا ذکر و بیان مکی احادیث میں ملتا ہے۔ حدیث بخاری: ۴۵۲۰ اگر چہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے لیکن وہ مکی دور کے حج کے مناسک خاص کر وقوف عرفات سے متعلق ہے۔ انہوں نے یہ اور دوسری مکی احادیث کسی مکی صحابی سے سنی تھیں۔ بہر حال متعدد دوسری کتب حدیث اور محدثین کی تحقیقات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مکی دور میں نہ صرف کئی حج کئے تھے بلکہ ان کے مناسک میں قریش وعرب کی شامل کی گئی خرافات دور کی تھیں۔ وہ سب مکی احادیث ہیں۔ (مفصل بحث کے لئے: اسلامی احکام کا ارتقاء، باب حج وعمرہ خاص کر ۱۸۲۔۱۸۹)

امام بخاری نے مکی دور کے مختلف واقعات اور معاملات کے بارے میں ابواب قائم کئے ہیں۔ ان کی بیشتر احادیث ہیں جیسے: حدیث زید بن عمرو بن نفیل، بنیان الکعبة، ایام الجاھلیة، القسامه فی الجاھلیة،

Marfat.com

مبعث النبی ﷺ ، ما لقی النبی ﷺ واصحابه من المشرکین بمکة ، اسلام ابی بکر الصدیقؓ ، اسلام سعد بن ابی وقاصؓ ، ذکر الجن الخ ، اسلام ابی ذر الغفاریؓ ، اسلام سعید بن زیدؓ ، اسلام عمر بن الخطابؓ ، انشقاق القمر ، هجرة الحبشة ، تقاسم المشرکین علی النبی ﷺ ، قصة ابی طالب ، حدیث الاسراء الخ ، المعراج ، وفود النصاری الی النبی بمکة ، وبیعة العقبة ، تزویج النبی ﷺ عائشةؓ الخ۔ ان کے علاوہ دوسرے ابواب بھی ہیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان ابواب پر اپنی تشریح میں مختلف دوسری کتب حدیث سے مواد جمع کیا ہے۔ان سب کا مطالعہ و تجزیہ ثابت کرتا ہے کہ مکی دور میں مکی سورتوں کی مانند مکی احادیث کا ایک قیمتی اور ضخیم ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔اس نے اسلامی علوم و فنون کے ارتقاء میں بہت حصہ لیا تھا اور صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ معاصر مکی خواص کو بھی علم کی دولت سے مالا مال کیا تھا (بخاری، فتح الباری ۲۳۶/۷-۲۸۱ و ما بعد، نیز ۶۴۲/۶-۶۸۳ و ما بعد خاص کر حلیہ مبارک کی حدیث اور علامات نبوت وغیرہ)

خاص مکی علوم قرآنی

دیگر علوم و فنون میں قرآنی علوم کا ایک خاص مقام و کردار ہے کہ مکی دور میں امی قوم کو ان کے رسول اکرم ﷺ واسطہ سے عطا کئے گئے۔ظاہر ہے کہ ان علوم قرآنی سے صحابہ کرام اور اہل ایمان کے ساتھ ساتھ اکابر قریش اور دوسرے مشرکین اور منکرین کو بہرہ ور کیا گیا تھا۔رسول اکرم ﷺ اور اہل اسلام کا فکری اور دینی رویہ قبول واختیار اور جذب وانجذاب کے ساتھ غور و فکر اور علمی ارتقا دینے کی طرف تھا۔ان کے مقابل اہل شرک و عناد کا رویہ انکار و تردید اور اعتراض و نکتہ چینی کا تھا جسے قرآن کریم نے کجی، ٹیڑھ (عوج) تلاش کرنا قرار دیا ہے۔اس کے باوجود بعض حقائق انسان و کائنات ایسے تھے جن سے ان کا انکار ناممکن تھا اور تردید و اعتراض کو بدیہات و مسلمات کا انکار

Marfat.com

ٹھہراتا۔ وہ صرف ایمانیات وعبادات اور دوسرے دینی معاملات پر اپنی کج فہمی کی دھند پھیلا سکتے تھے یا تاریخی واقعات اور نبوی قصص میں مین میخ نکال سکتے تھے۔ ان میں امی کفار مشرکین اور ان کے چند پڑھے لکھے اشخاص بہتر قصے کہانیاں سنانے کے دعوے کر سکتے تھے جیسا کہ نضر بن حارث وغیرہ نے کیا تھا۔ مگر ان کے بیشتر اکابر وعوام وخواص مہر بلب رہ جاتے تھے اور شدت عناد واعتراض دوسروں سے مناظرانہ اور جدلیاتی امداد کے درجے ہوتے تھے۔ مکی دور کا یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ بعض سورتوں کے نزول کے بعد ان کے فکری رہنمایان باطل نے یثرب کے یہودی احبار سے اعتراض کا مواد حاصل کیا تھا اور اس کے نتیجے میں سورہ کہف کا نزول ہوا تھا جو یہودی احبار وعلماء کے سوالات و اعتراضات کا جواب فراہم کرتا اور واقعات کو ان صحیح تناظر اور دینیات وعقائد اور عبادات کو ان کے صحیح پس منظر میں پیش کرتا اور ان کا قطعی اور صحیح پیش منظر بتاتا تھا۔ وہ یہودی عقائد وافکار کی تردید بھی کرتا ہے۔ بعض مفکرین اسلام نے اور مفسرین کرام نے بھی کئی مکی سورتوں کی شان نزول میں یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ وقت ہجرت مدینہ قریب آ گیا تھا لہٰذا حضرت موسیٰؑ اور یہود ونصاریٰ وغیرہ اہل کتاب کا تذکرہ اور ان سے خطاب بعض مکی سورتوں میں لایا گیا کہ مناسبت احوال کا معاملہ تھا۔ یہ خیال وتشریح جزوی طور سے صحیح ہوسکتی ہے مگر کلی حقیقت یہ ہے کہ حضرات موسیٰ وعیسیٰؑ اور دوسرے اکابر کے ساتھ اہل کتاب کا ذکر خیر شروع سے مکی سورتوں میں آتا رہا ہے جیسے سورہ مریم، سورہ طٰہٰ اور متعدد مکی سورتوں میں ان عظیم انبیاء کرام کا ذکر خیر پایا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف علوم و حقائق کا جن کو قرآن مجید انفس وآفاق کی آیات الٰہی قرار دیتا ہے۔ یہ طبعی حقائق ہیں اور سائنسی وعلمی بھی۔ ان کا صرف مختصر مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے کہ مفصل بیان اور مکی ومدنی آیات کریمہ میں ان کے ذکر کا تقابلی مطالعہ دفاتر تحقیق کا مطالبہ کرتا ہے۔

مکی فقہ

فقہ اسلامی بنیادی طور سے قرآن وحدیث کے متون کے بیان، تشریح وتفسیر

Marfat.com

پر ہی مبنی ہے۔ تمام ارکان اسلام اور عبادات اور بہت سے معاملات معاشرتی سے متعلق مسائل وقوانین ان ہی دونوں بنیادی مآخذ سے لیے گئے۔ متعدد مکی احادیث میں ان کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ان میں سے بہت سے امور کا حوالہ مکی احادیث میں آیا ہے اور اس طرح مکی دور میں مکی فقہ اسلامی کا آغاز وارتقاء نظر آتا ہے۔ بعض محققین کا نظریہ خاص کر حضرت شاہ ولی اللہ کا خیال صحیح نہیں ہے کہ دور نبوی میں فقہی اصطلاحات نہ تھیں۔ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ان پر عمل کرلیا کرتے تھے اور وہ فرض، سنت ونفل کا فرق نہیں جانتے تھے، مکی احادیث میں اور قرآن کریم کی تفسیری روایات میں تمام حلال چیزوں کے درجات، فرض، سنت ونفل کا واضح ذکر ملتا ہے اور اسی طرح حرام چیزوں میں خالص اور اپنی ذات سے حرام اور فسق وگناہ کے سبب حرام ہونے کا تصور بھی ہے اور ناپسندیدہ ومکروہ کا بھی۔ یہ البتہ صحیح ہے کہ اس دور اول میں بعد کے فقہاء کرام کی خاص اصطلاحات وتعریفات کا سراغ نہیں ملتا اور نہ ملنا چاہئے کہ وہ بعد کا ارتقاء ہے۔ لیکن یہ ارتقاء بھی اسی دور کے مآخذ ومصادر کی روایات و احادیث وآیات کی بنیاد پر قائم ہے۔

مکی فقہ اسلامی میں عبادات و ارکان اور معاشرتی امور میں سے بیشتر چیزیں شامل ہیں جن کا ذکر مکی احادیث وغیرہ میں ہوا۔ جیسے وضو کے چار فرائض۔ منہ دھونے، کہنیوں تک ہاتھ دھونے، سر کا مسح کرنے اور دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھونے کا۔ ذکر قرآن مجید میں ہے۔ مکی حدیث میں اس پر پہلے دونوں ہتھیلیوں تک ہاتھ دھونے، کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا اضافہ کیا گیا اور اسے سنت سمجھا گیا۔ دراصل حدیث خصال فطرت میں ان چیزوں کا تمام نبیوں کی سنت کہا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسری سنن ونوافل کا ذکر بھی ہے۔ مسنون نمازوں، روزوں، صدقوں، حج اور عمرہ کا بھی اسی طرح ذکر ملتا ہے۔ طواف روزانہ خالص سنت ہی تھا۔ ایسی متعدد سنتیں تھیں۔ کھانے پینے کے آداب میں بعض اہم ترین سنتوں کا بیان ملتا ہے جیسے دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا، بسملہ پڑھنا، سامنے سے کھانا

Marfat.com

کھانا وغیرہ، پینے میں پانی کا تین سانسوں میں پینا اور ہر سانس لیتے وقت برتن کا منہ سے ہٹا لینا وغیرہ۔ یمن و یسار (سیدھے ہاتھ اور بائیں ہاتھ کے استعمال) کی سنت بہت وسیع ہے۔ مکی فقہ میں ان کا سراغ لگایا گیا ہے۔ اور اسلامی احکام کے ارتقاء میں ان پر مفصل بحث ہے۔

شعر و ادب

بقول شخصے شعر و ادب قریشِ مکہ اور عرب جاہلی کی گھٹی میں پڑا تھا، بچہ پالنے سے بولنا سیکھتا اور جلد ہی اپنی عربی زبان پر قابو پالیتا اور لڑکپن و نوجوانی تک آتے آتے وہ فصاحت و بلاغت کے شہپاروں کا حافظ و ماہر بن جاتا تھا۔ شہری عربوں (اھل الحضارۃ) سے زیادہ بدوی عرب (اصل لبداوۃ) فصیح و بلیغ زبان بولتے جن میں شعر و نثر دونوں ہوتے تھے۔ بیشتر اکابر اور قریش کے سر برآوردہ مرد و عورت اور دوسرے عرب جیسے ثقفی، یثربی، یمنی وغیرہ شعر و ادب کا ذوق رکھتے تھے۔ ابن اسحاق، ابن ہشام کی روایات تسلیم کر لی جائیں تو ہر خاندان قریش کی شریف عورتیں بھی شاعری کرتی تھیں۔ مرد تو شعر و ادب کے امام تھے ہی۔ دین حنیفی سے شعر و ادب کی میراث مکی اسلامی دور میں بھی آئی اور اسے صحابہ کرام سے زیادہ رسول اکرم ﷺ نے پروان چڑھایا۔ شعر و ادب کی حد تک آپ ﷺ کو ذوق سخن نہیں بخشا گیا تھا کہ شاعری منصب نبوت کے کمال و عظمت کی لائق نہ تھی جیسا کہ سورہ یٰسں ۶۹ میں ہے:
وما علمنٰه الشعرو ما ینبغی له جان هو الا ذکر و قرآن مبینo شعر گوئی اور قرآن مجید کا یہی رشتہ ہے۔ بہر حال آپ ﷺ کو عمدہ شاعری اور عمدہ شاعر دونوں کے سننے سمجھنے اور ان کے کلام کو پرکھنے کا ذوق عطا کیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے اسے سنا بھی تھا۔ نثری ادب میں سارا سرمایہ خطبہ عرب کے فصیح و بلیغ بلکہ مقفیٰ و مسجع خطبات تھے، جن کے بعض نمونے کتابوں میں ملتے ہیں (۱۶۴)۔

قرآن مجید کی زبان اور اس کی فصاحت و بلاغت نے تمام فصاحت و بلاغت

Marfat.com

کے نامور فصحائے عرب کو گونگا کر دیا اور وہ اس کے اعجاز کے قائل بھی ہو گئے۔ قرآنی ادب کا کمال یہ ہے کہ وہ رواجی نثر اور فرسودہ شاعری دونوں سے ممتاز ہے اور ایک ایسا نثری ادب ہے جس کی مثال نہیں۔ اسے بے مثال ہونا بھی تھا کہ وہ انسانی کلام تو ہے نہیں، الٰہی کلام ہونے کے باعث اس کے الفاظ و کلمات، اس کا رنگ و آہنگ، اس کا مزاج و اظہار اور ان سے وابستہ ان کے معانی اور ان کے معارف اسی قدر جلیل الشان و رفیع المرتبت ہیں کہ ان کی تاب لانا مشکل ہے۔ مکی سورتوں میں بھی خاص کر چھوٹی چھوٹی سورتوں میں عربی ادب کا کمال و جلال اپنی معراج پر نظر آتا ہے۔ وہ بڑی سورتوں میں بھی ویسا ہی ہے۔ اسی وجہ سے جب قرآن مجید نے عرب علماء فصاحت و بلاغت اور شعراء و خطباء کو چیلنج کیا کہ ایسا کلام لاؤ تو وہ عاجز رہ گئے۔ مکی سورتوں میں ادبی خصوصیات اور کمال و جلال اس لئے بھی سمو گیا تھا کہ قریش و ثقیف کے عرب با کمالوں کو بتایا جائے کہ معراج ادا اور کلام بلاغت نظام کیا ہے (۱۶۵)۔

حدیث نبوی اور خاص کر جوامع الکلام خاص زبان رسالت کے ادبی شاہکار ہیں اور وہ قرآنی ادب سے یکسر مختلف ہیں۔ جوامع الکلام کو نبوی معجزہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایسی زبان فصاحت و بلاغت آپ ﷺ کو عطا کی گئی تھی کہ مختصر الفاظ میں ایک جہان معانی سمو دیتے۔ رسول اکرم ﷺ نے تبلیغ و دعوت دین کے سلسلے میں جب قریش مکہ اور عرب جاہلی کے عام و خواص اور اہل فصاحت کو مخاطب کر کے اپنے مختصر مختصر خطبے ارشاد فرمائے تو وہ آپ ﷺ کا کلام سن کر مبہوت رہ جاتے اور اس کی صداقت و ادبیت دونوں کو تسلیم کر لیتے۔ گھریلو دعوت میں آپ ﷺ کا خطبہ، کوہ صفا سے آپ ﷺ کا ارشاد، منیٰ، مزدلفہ وغیرہ بازاروں میں آپ ﷺ کے خطابات اور مکی دور میں آپ ﷺ کی متعدد خطبات اور مختلف لوگوں کے لئے یا ان کے نام فرامین و خطوط ادب نبوی کی مثالیں ہیں۔ کتب حدیث میں سیرت میں ان میں سے چند قیمتی خطبات و مکتوبات کا ذکر ملتا ہے اور ان سے نثری ادب عربی کا ارتقاء سمجھا جا سکتا ہے (۱۶۶)۔

متعدد محدثین و اہل سیرت نے آپ ﷺ کے خطبات، احادیث کے علاوہ

Marfat.com

خاص طور سے آپ ﷺ کے جوامع الکلام جمع کردئے ہیں (۱۶۷)۔

اپنے چچا ابوطلب سے اسلام پر جان دینے کا ذکر یوں فرمایا تھا: یا عم! واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی، والقمر فی یساری علیٰ ان اترك ھذا الامر حتیٰ یظھرہ اللہ، او اھلك فیہ، ما ترکتہ۔

مختلف صحابہ کرام اور صحابیات طاہرات کے مختلف مواقع کے جملے، خطابات اور ارشادات بھی ملتے ہیں جو ادبیت سے بھرپور ہیں۔ تنزیل قرآن مجید کے بعد حضرت خدیجہؓ نے جن الفاظ میں آپ ﷺ کو تسلی دی تھی اور آپ ﷺ کی صفات گنائی تھیں وہ انتہائی بلیغ کلام ہے۔ حضرت ورقہ بن نوفل اسدیؓ کی تصدیق نبوت کا کلام بھی ان کے علم و فضل کے ساتھ ان کی ادبی زبان اور فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ وغیرہ کے اسلام لانے کے واقعات وغیرہ میں بھی ادبیت ہے۔ اور دربار نجاشی میں حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی تقریروں میں شاندار عربی ادب کے نمونے ملتے ہیں۔ متعدد دوسرے صحابہ کرام اور قریشی اکابر جاہلی کے کلام عربی میں عربی نثر کے ادبی شاہ پارے موجود ہیں (۱۶۸)۔

مکی عہد نبوی میں شعر عرب

امام ابن اسحاق اور ان کے جامع ابن ہشام نے اپنی سیرۃ النبی ﷺ میں رسول اکرم ﷺ کے متعدد معاصرین کے اشعار نقل کئے ہیں۔ ان کو ہم دو تین زمانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: ایک آپ ﷺ کے بچپن اور لڑکپن کا زمانہ جب خاندان عبدالمطلب کی خواتین اور مرد اکابر نے اشعار کہے جیسے وفاۃ عبدالمطلب پر ان کی دختروں، مداحوں اور فرزندوں کے مرثیے وقصیدے ہیں۔ ان میں ابوطالب ہاشمی کا وہ قصیدہ بہت اہم اور شعری لحاظ سے بلند تر ہے جس میں انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی تعریف وتوصیف کی ہے اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے بارش برسانے اور راحت و آسانی طلب کرنے کی دعائیں ہیں۔ وابیض یستسقی الغمام، ثمال

Marfat.com

الیتامیٰ عصمة للارامل" والا قصیدہ ابوطالب بہت مشہور ہے اور اس کے متعدد اشعار امام بخاری نے بھی نقل کیے ہیں (۱۶۹)۔

علم المخاصمہ/علم الکلام

قرآنی علوم اور حدیثی معارف فقہ وتفقہ دین اور بصیرت وتعمق شریعت کے دروازے کھولے اور ان سے دوسرے علوم اسلامی کا ارتقا مکی دور میں ہوا۔ رسول اکرم ﷺ کی......حکمت اور صحابہ کرام کی مومنانہ فراست کوان کی عرب دانش و بنیش نے بھی جلادی تھی اسلام، رسول اکرم ﷺ قرآن اور دین و شریعت کے تمام مبادیات و جزیات کے خلاف قریشی اکابر اور خاص کر ان کے علماء و اہل بصیرت اعتراضات والزامات اور شکوک وشبہات کا ایک لامتناہی سلسلہ چلا رہے تھے اور اپنی مدد کے لیے یثرب کے احبار وعلماء یہود سے بھی مواد مخاصمت ومباحثہ برآمد کرتے تھے جیسا کہ سورہ کہف کے نزول کے سلسلہ میں اماماں سیرت ابن اسحاق وواقدی اور اماماں حدیث بخاری وترمذی وغیرہ نے اور مفسرین کرام نے بیان کیا ہے۔ خود قرآن آیات ومتون نے بھی ان کی تنقیدوں اور ہرزہ سرائیوں کا اور سوالات واعتراضات کا ذکر متعدد مکی آیات کریمہ میں کیا ہے اور ان کے جوابات وتردیدات بھی ان ہی کے ساتھ بیان کردیے ہیں وہ بقول شاہ ولی اللہ دہلوی علم المخاصمہ کا ایک قرآنی علم ہے اور اس کو جدید اصطلاح میں علم الکلام کہا جاتا ہے اور کہا گیا ہے احادیث وآیات مکی میں علوم المخاصمہ والکلام کے مباحث تو کئی دفاتر تحقیق میں بھی نہ آسکیں گے لہٰذا صرف چند مکی کلامی ومخاصمی نمونے:

اساطیر الاولین کا الزام وجواب

النصر بن الحارث سہمی کو امام ابن اسحاق وغیرہ نے کلامی مباحث کی وجہ سے خاص کر شیاطین قریش میں شمار کیا ہے۔ وہ صاحب علم وفن شخص تھا اور ملوک (شاہان)

Marfat.com

الفرس اور اسفند باذ ورستم کی احادیث (قصے) اپنے چہرہ کے قیام میں سیکھے تھے۔ اور وہ رسول اکرم ﷺ سے بحث کرتا اور قریش کے اکابر کو یقین دلاتا کہ اس کے پاس زیادہ اچھے قصے ہیں: "احسن حدیثا منه"۔ وہ اور متعدد دوسرے اکابر قریش قرآنی قصص کو اساطیر الاولین کہتے تھے اور اس کی تردید قرآن کی آٹھ آیات کریمہ اتریں: سورہ قلم:۱۵"اذاتتلی علیه آیتنا قال اساطیر الاولین" نضر بن حارث اپنے معاون و صاحب عقبہ بن ابی معیط اموی کے ساتھ یثرب کے احبار یہود کے پاس مواد مخاصمت و مباحثہ لینے گیا۔

سورہ کہف کا نزول

یہودی علماء و احبار نے ان شیاطین قریش کو بتایا کہ تین معاملات کے بارے میں محمد ﷺ سے سوال کرو، اگر وہ ان کے صحیح جواب دے دیں تو نبی مرسل ہیں اور نہ دے سکیں تو مفتری وکاذب (مقتول) ہیں: وہ سوالات: اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے بارے میں تھے، سورہ کہف میں ان تینوں سوالات کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔ امام ابن اسحاق نے اس کو بہت مفصل بیان بھی کیا ہے۔ اور امام سہیلی نے اس کی شاندار تشریح کی ہے۔

اس میں جبال (پہاڑوں) کے چلنے اور مردوں کے دوبارہ جی اٹھنے (بعث الموتی) رسول اکرم ﷺ کے دوسرے انبیا کی مانند کھانا کھانے اور بازاروں پر چلنے پھرنے، قریشی معاندین کے مطالبہ معجزات، رحمٰن نامی شخص یمامہ کے قرآن سکھانے کے الزام کی تردید وغیرہ متعدد اتہامات و مخاصمت کا بھی حوالہ متعدد سورتوں کے حوالے سے ہے: سورہ فرقان، سورہ اسراء سورہ عنکبوت، سورہ علق، سورہ لقمان، سورہ سبا وغیرہ۔

-واقعہ اسراء معراج کے ضمن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مباحثہ ومخاصمہ ملتا ہے جو انھوں نے منکرین اسلام سے کیا تھا کہ ہم تو معراج و اسراء سے زیادہ اہم

Marfat.com

وغیر معمولی چیز وحی الٰہی اور آسمان سے آنے والے کلام کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے سورہ روم کی آیات اولین میں فتح مسلم اور جنگ ایران و روم میں آخری فتح روم کے وعدہ الٰہی پر قریش اکابر سے مباحثہ کر کے سو سو اونٹ کی شرط تک کر لی تھی اور قریش کو وہ جنگ بدر اور ایران پر روم کی فتح کے بعد ادا کرنے پڑے تھے۔(۱۷۰)

دربار نجاشی میں مباحثہ وکلام مسلمین

مہاجرین حبشہ کے دو اہم ترین متکلمین۔حضرات عثمان بن عفان اموی اور جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ نے قریش مکہ کے دو اہم ترین حکماء و دھاۃ العرب عمرو بن العاص سہمی عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی کے دین اسلام، رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ان کے الزامات کی تردید کی اور ان کے کلامی مباحث سے حضرت نجاشی نے ان مسلمانان غریب الدیار کو ان کے مخالفین کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس سے زیادہ کلامی اور مخاصمت والا مباحثہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسلامی اعتقاد و تعلیم کا تھا جس کا دفاع تمام مہاجرین حبشہ کے اجماع و مشاورت سے حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ نے سورہ مریم کی آیات کریمہ کے ذریعہ سے کیا تھا اور حضرت نجاشی کو اس کا قائل کر لیا تھا جبکہ ان کے نصرانی اسقفوں اور علماء کو اس سے شدید اختلاف تھا اور ان کے احتجاج کو شاہ نجاشی نے سختی سے دبا دیا تھا۔

ان ہی قرآنی کلامی مباحث میں مزید واقعات شامل تھے جیسے سورہ تبت یدا میں ابولہب اور ام جمیل سے مذاکرہ و بحث صحابہ قصۃ الغرانیق (سورہ نجم......) حضرت لبید بن ربیعہ کلابی کے کلام و شعر پر لغت جنت کے لازوال ہونے کی بحث وغیرہ۔ابن اسحاق نے اس باب متعدد مکی سورتوں کی آیات کریمہ کے حوالے سے مخاصمات قریش اور کلامیات قرآن و اسلام کا ذکر کیا ہے۔(سورہ ص، سورہ کوثر، سورہ لقمان (مجلّہ لقمان، مباحثہ نبوی، سوید بن صامت یثربی سے) احادیث و تفاسیر میں

Marfat.com

بھی ان کی اور متعدد دوسری کلامی بحثوں کے روایات وآثار ہیں۔

آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے اس تجزیاتی کارنامے کا حوالہ دینا ضروری ہے کہ تمام علوم قرآنی کو پانچ علوم میں سمودیا گیا ہے۔ ا-علم احکام ۲-علم المخاصمہ ۳-علم تذکیر بآلاء اللہ ۴-علم تذکیر بایام اللہ ۵-علم تذکیر بالموت و مابعدہ آخر الذکر تین علوم تذکیر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور قصص و ایام اور واقعات موت و بعث بعد الموت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تذکیر کرتے ہیں اور ان سب میں غیروں سے مخاصمہ ومباحثہ ضرور ملتا ہے۔

تاریخ انبیاء/تاریخ اسلام

قصص قرآنی یا انبیاء کرام کے واقعات اور ان کی امتوں کے حالات کی تاریخ قرآن مجید کی مکی سورتوں میں سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ آئی ہے تمام معروف ومعلوم انبیائے سابقین کے حالات وسوانح اور خدمات وعطیات اور ان کے پیروکاروں اور مخالفتوں کا ذکر اصلاً تاریخ اسلام اور اس کا تواتر پیش کرتا ہے۔ حضرات یوسف وموسیٰ علیہما السلام پر دو کامل سورتیں، یوسف وقصص۔ مکی ہیں اور ان میں سے موخر الذکر کا بیان وذکر مکی سورتوں میں جتنا ہے اتنا مدنی سورتوں میں نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مکی سورتیں قصص قرآنی میں اصل وبنیاد کا مقام رکھتی ہیں اور مدنی سورتوں میں ان پر چند جزوی معلومات اور اضافات ہی کیے گئے ہیں۔ ان قصص قرآنی اور قصص انبیاء کا ایک تحقیقی مطالعہ الگ سے کیا جاچکا ہے۔ ان کا اک اہم ترین زاویہ یہ ہے کہ تمام پیشرو انبیاء کرام اور ان کے مومنین ومسلمین کو ایک امت واحدہ مسلمہ قرار دیا گیا ہے۔ وہ صرف امت آدم، امت ابراہیم اور ملت وامت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام نہیں تھیں بلکہ اپنی اپنی دور کی ملت نبوی اور امت رسول ہونے کے باوجود اسلامی امت واحدہ تھیں جیسا کہ سورہ انعام وغیرہ میں واضح کیا گیا ہے۔ یہ امت واحدہ کا تواتر تسلسل ان کے ارتقائی عمل کو بھی بتاتا ہے۔ اس کا سیرت نبوی سے سب سے اہم زاویہ

Marfat.com

قائمہ یہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء کرام اور ان کی امتوں سے رسول اکرم اور ان کی امتوں سے رسول اکرم ﷺ اور امت محمدی کا رشتہ استوار کر دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت حنیفہ سے آپ کی وابستگی اور ان کی ملت حنیفہ اسلامیہ کی پیروی ایک اہم نقطہ اتصال ہے اور اسی کو حضرت شاہ دہلوی نے ملت حنیفہ/ ابراہیمی کا احیاء کیا ہے۔ اس طرح حضرات موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کرام اور ان کی امم مسلمہ امت مسلمہ واحدہ سے آپ کو جوڑا گیا ہے اور انبیاء کرام سابقین سے آپ کا نبوی اتصال و تعلق تو تاریخ اسلامی کا عطیہ اور تاریخی تسلسل و تواتر کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ (۱۷۱)

علم لدنی

صوفیہ کرام اور صاحبان طریقت نے یہ اصطلاح علم خاص سورہ کہف: ۶۵: سے اخذ کی ہے جس کا متن الٰہی ہے: آتینہ رحمۃ من عندنا وعلمنہ منَ لدنا علما o. عطا کیا اس (بندہ) کو اپنی جانب سے رحمت اور سکھایا اس کو اپنا ناس سے ایک علم شارحین و مفسرین نے اس بندہ گان عالی کی حضرت خضر علیہ السلام کے نام سے موسوم کیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاصر اور علم لدنی کے استاد تھے اس طویل و پیچیدہ امر الٰہی میں علم لدنی کی یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ ظاہری واقعات و حوادث کے پیچھے اصل اسباب و علل ہوتے ہیں جن کو علم لدنی سے وابستہ و مستفیض بندگان خاص اپنی نگاہ باطن اور عطا کردہ معرفت الٰہی سے پہچان لیتے ہیں اور وہ ان ظاہری واقعات و حوادث کے ظاہری اور معاملت کے خلاف ان کی اپنے علم لدنی سے صورت گری کرتے ہیں اور جو نگاہ ظاہر و شریعت میں ناروا ٹھہراتی ہے جیسے حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی والوں کی کشتی صرف غایت و وجہ باطنی کی وجہ سے خراب کر دی تھیں کہ صحیح کشتیوں کو بادشاہ وقت غضب کر لیتا تھا اور وہ ان غریب ملاحوں کی روزی روٹی کا ذریعہ محفوظ کرنا چاہت تھے اور اس طرح ایک لڑکے/ بچے کے قتل اور دیوار قریہ کی تعمیر کے باطنی وجوہ اسباب تھے جن سے حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

خاص رحمت سے واقف اسرار بنادیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کا علم لدنی نہیں دیا گیا تھا۔ قرآن مجید نے مکی آیات اور سورتوں میں انبیاء کرام کے امور غیب کے حقائق سے آشنا و واقف بنادیا تھا اور وہ بھی علم لدنی ہی کی قسم سے تھے جیسے رسول اکرم ﷺ کو عام مغیبات کے علاوہ خاص اسرار و رموز عالم تکوینی سے اسراء و معراج کے واقعہ میں مطلع کیا گیا تھا یا حضرت یعقوب علیہ اسلام اور دیگر انبیاء سابقین کو ان سے نوازا گیا تھا۔ انبیاء کرام اور رجال قرآنی کا علم لدنی قطعی ہوتا تھا کہ وہ وحی پر مبنی ہوتا تھا صاحبان طریقت کا علم لدنی ظنی ہے اور ظنی اللہ لالہ وقطعی الثبوت ہے اور قرآنی آیات اور حدیثی ارشادات میں اس کے ان گنت ثبوت وشواہد ملتے ہیں۔ محمدی علی لدنی کا ایک جہان علم وایقان ہے جس کا تحقیقی مطالعہ ابھی امت اسلامیہ پر واجب ہے (۱۷۲)۔

تاویل الاحادیث

علوم لدنی اور علوم غیبی یا ظاہری واقعات وحوادث کی حقیقی وجوہ وتاثیرات کا خاص علم تاویل الاحادیث مکی سورتوں میں خاص کر سورہ یوسف ۶، (۲،۱۰۱ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ اسے عام طور سے مفسرین وشارحین اور سیرت نگاروں نے صرف خوابوں کی تعبیر/تعبیر رویا تک محدود کردیا ہے حالانکہ رویا اس کی صرف ایک قسم ہے اور یہ تصور فہم وتشریح محض حضرت یوسف کے خوابوں کی تاویل وتعبیر کے بیان کرنے کی آیات کریمہ کے سحر حلال کی وجہ سے ہوا۔ ورنہ خود تاویل قرآن اصطلاح میں حقیقت وکنہ کی معرفت حقیقی کا نام ہے جیسا کہ آیات تاویل میں ملتا ہے: ۷۸، ۸۲؛ اعراف: ۵۲-۵۳، یونس: ۳۹۔

ان ہی مکی آیات کریمہ کے معانی کو مدنی آیات میں لایا گیا ہے۔ تاویل وتعبیر رویا کے لیے صرف تاویل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یوسف ۳۶، ۴۴-۴۵، ۱۰۰ وغیرہ رسول اکرم ﷺ کے مکی خوابوں اور رویا وصادقہ اور ان کی تعبیرات کا ایک

Marfat.com

زریں اور طویل سلسلہ رہا جس میں خواب یکساں حقیقت کا روپ دھار لیتا۔ تاویل و تعبیر رویا کے لحاظ سے اہم ترین دارالہجرۃ کا خواب صادقہ تھا: اس کے اولین روپ میں آپ نے جو کچھ کیا اس کی تعبیر ٹھیک نشانے پر نہ بیٹھی مگر دوسری بار اس کی صحیح و قطعی تعبیر بھی دکھادی گئی کہ نخلستان ہجرت سے مراد نخیل یثرب ہے۔ ایسے خوابوں کی تاویلات و تعبیرات کا ایک سلسلہ مکی دور میں بھی ملتا ہے، ان خوابوں کے علاوہ متعدد احادیث کی تاویلات نبوی کا ایک پورا زریں سلسلہ ہے جس کی ایک جھلک شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی تصنیف لطیف تاویل الاحادیث میں دکھائی ہے۔ اس کا ایک مفصل و مدلل مطالعہ علوم محمدی مکی کا ایک نیا جہان دنیا کے سامنے پیش کرے گا۔ (۱۷۳)

دیگر علوم نبوی

مکی دور میں ان کے علاوہ دوسرے علوم اسلام بھی تھے اور ان کی خاصی اہمیت بھی۔ ان ہی پر بعد میں مدنی دور میں ان علوم کا ارتقاء ہوا۔ ان میں شامل تھے: اصول سیاسیات، اقتدار سماجیات نفسیات معاشیات اسلامی اور علوم تہذیب و تمدن کا ایک وسیع ترجہان دانش تھا۔ ان کے تجزیہ و تحلیل اور پیشکش کا یہاں موقعہ نہیں ہے۔ وہ ایک عالم و محقق اور ایک اکادمی اسلامیات کے بس کا بھی نہیں ہے۔ ان کے مطالعہ و تحقیق کے لیے عمریں اور زمانے اور محققین و ادارے درکار ہیں۔

Marfat.com

حواشی

۱۵۵- امی، امیت نبوی اور امی قوم میں آپ ﷺ کی بعثت اور اس کا مقصد قرآن مجید کی متعدد آیات میں آیا ہے۔ان کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

علم وہبی اور علم اکتسابی پر بحث اور خالص علم کے اسلامی نظریہ پر تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو:

۱۔ مولانا محمود حسن، حقیقت وحی، نقوش رسول نمبر ۲/ ۶۸۳-۶۹۷۔

۲۔ علم پر مقالہ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

۳۔ نیز دیگر کتابیں اور مقالات

۱۵۶- قرآن مجید اور اس کے معارف پر متعدد کتب و مقالات ہیں۔

۱۔ مقالہ قرآن، اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔

۲۔ علوم انسانی کے فروغ پر ہمارے رسول کا اثر کے عنوان کے تحت مقالات نقوش، رسول نمبر ۴/ ۵۷-۱۵۹۔

۱۵۷- مفصل بحث کے لئے کتاب خاکسار: مکی سورتوں کا تنقیدی مطالعہ (زیر طبع)، اسلامی احکام کی تمام بحثیں۔

۱۵۸- مندرجہ ذیل تمام مباحث کے لئے اسلامی احکام کے مختلف ابواب۔

۱۵۹- بحث و تجزیہ اور اس کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو کتاب خاکسار کا باب قصص الانبیاء مکی سورتوں میں۔

۱۶۰- علوم قرآن کریم پر بہت سی کتابیں ہیں اور مقالات ان سے بھی زیادہ مگر خاص مکی سورتوں میں

Marfat.com

موجود علوم وفنون کا تجزیہ ابھی باقی ہے۔

۱۶۱۔ سیرت نبوی کے مذکورہ بالا مباحث میں قرآنی آیات کا مسلسل ذکر کیا گیا ہے اور ان سے بحث کر کے سوانح کا استنباط بھی کیا گیا ہے۔ خاص اس موضوع پر کتاب مکی سورتوں کے تجزیہ و تنقیدی مطالعہ میں ایک باب سیرت نبوی کا ہے۔ متعدد دوسرے علماء اور سیرت نگاروں نے خاص قرآن کی آیات اور سورتوں کے تناظر میں سیرت نبوی بیان کی ہے:

۱۔ عبدالماجد دریا بادی، سیرت رسول قرآن کی روشنی میں، نقوش رسول نمبر ۱/۲۳۲۔۳۰۲ جس کے چند ابواب ہیں: مقدمہ میں ظہور کی پیش خبری وغیرہ، فضائل، خصائص ومشاغل، رسالت وشریعت، معاصرین، مشرکین، منافقین، مومنین۔

۲۔ غلام مصطفیٰ خاں، ہمہ قرآن درشان محمد ﷺ، نقوش رسول نمبر ۱/۸۹۔۲۰۲ جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب سور کے مطابق سیرتی مواد پیش کرتا ہے اور غیر تجزیاتی ہے۔ اس میں پیشکش کی کمی اور خامیاں بھی ہیں۔

۱۶۲۔ مکی احادیث کے عنوان سے خاکسار راقم نے ایک خاص تنقیدی وتجزیاتی اور مفصل تحقیق تیار کر دی ہے جو جلد ہی شائع ہو گی (انشاءاللہ)۔

۱۶۳۔ اگلی تمام بحث اسی کتاب مفصل کا خلاصہ ہے۔

۱۶۴۔ تاریخ ادب عربی میں متعدد کتابیں اردو عربی انگریزی وغیرہ میں ہیں۔ ان میں اس موضوع پر کافی مواد ہے۔

۱۶۵۔ قرآن مجید کی ادبیت اور بلاغت وفصاحت پر عربی زبان میں ایک پورا کتاب خانہ موجود ہے۔ اردو میں بھی کافی عمدہ تصنیفات ہیں۔

۱۶۶۔ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۱۸۶۔۱۸۸ وما بعد وما قبل کے مباحث خاص کر خطبات نبوی۔ مزید کتب ہیں: نثار احمد فاروقی، اردو ترجمہ الرسالات النبویہ، مکاتیب نبوی، نقوش رسول نمبر ۲/۲۱۰۔۲۶۶؛ فن حدیث پر رسول نمبر نقوش کی جلد ششم: مکالمات رسول کے عنوان سے مضامین ومقالات نقوش رسول نمبر ۷/۱۷۔۱۳۲؛ رفیع الدین ہاشمی، خطبات رسول ﷺ، نقوش رسول نمبر ۸/۱۔۱۲۰؛ فصاحت وبلاغت نبوی پر مقالات ظہور احمد اظہر، شمس بریلوی،

Marfat.com

نصر اللہ خان مجددی، نقوش رسول نمبر، ۸/۳۳۷۔۴۵۸۔

۱۶۷- جوامع الکلم پر ابواب ہیں:

۱۔ محبّ طبری، سیرت سید البشر ﷺ کا باب

۲۔ کتب حدیث میں ابواب متعلقہ

مقالات ہیں:

۱۔ شرف الدین اصلاحی، حضور کے جوامع الکلم

۲۔ ظہور احمد اظہر، ارشادات نبوی (جوامع الکلم)

۳۔ مفتی سید شجاعت علی قادری، جوامع الکلم۔ سب نقوش رسول نمبر ۹/۵۳۹۔ ۵۷۶۔

۱۶۸- ان کا ذکر گزر چکا۔ متعدد کتب و مقالات میں صحابہ و خلفاء کرام کے کلام فصیح و بلیغ پر بحث ہے۔

۱۶۹- ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۱۷۳،۳۔۱۷۷؛ ۱۴۹۔۱۵۳ و ما بعد، ۱/۱۷۰۔۱۷۱ و ما بعد بالترتیب؛ ۲/۴۔۶، ۱۸۔۱۹، ۲۳، ۲۴، ۴۸ و ما بعد؛ صحابہ کرام کے اشعار و نقد کے لئے: ۱/۸۲، ۲۱۰۔۲۱۲، نیز ۱۴۔۱۵ بالترتیب؛ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/۱۹، ۲۰، ۶۲۔۶۳، ۵۹۔۶۰، ۶۴ و ما بعد، ۷۴ و ما بعد بالترتیب؛ سیرت ابن اسحاق/ابن ہشام میں موجود شعری ادب پر نقد کے لئے ملاحظہ ہو: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محاکمہ ابن اسحاق مذکورہ بالا؛ الفریڈ گیوم مقدمہ انگریزی ترجمہ سیرت ابن اسحاق؛ محمد یٰسین مظہر صدیقی، مصادر سیرت نبوی میں شامل مقالہ ابن اسحاق و ابن ہشام۔

۱۷۰- شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر، باب اول؛ سہیلی، ۲/۵۲-۴۷؛ ۴۷-۸۷ وغیرہ؛ نیز ۲/۱۱۱۔ ۱۲۰، ۱۳۵ و ما بعد؛ ۱۵۳-۱۵۶، ۲۲۷-۲۴۱؛ حجۃ اللہ البالغہ میں باب علوم/علم النبی ضمیمہ

۱۷۱- قرآنی آیات متعلقہ اور ان کی تفاسیر کے علاوہ مکی سورتوں پر کتاب خاکسار مذکورہ بالا۔

۱۷۲- تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف وغیرہ دوسری تفاسیر؛ مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ کے مباحث علم لدنی۔

۱۷۳- مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تفاسیر کے علاوہ خاکسار کا مقالہ تاویل الاحادیث پر۔

Marfat.com

خطبہ ہشتم

مکی تہذیب وتمدن

تاریخ کی مانند تہذیب وتمدن بھی تاریخی حد بندیوں کے پابند نہیں ہوتے اور نہ ہی زمان ومکان کی سرحدوں میں مقید ہوتے ہیں۔ امام تاریخ وسماجیات ابن خلدون کی یہ فکر بہت بلیغ ووسیع ہے کہ تاریخ کے ظاہری واقعات وحوادث اصل تاریخ نہیں ہوتے وہ تو نتائج اور ثمرات ہوتے ہیں ان باطنی یا زیریں دھاروں کے جو ان ظاہری واقعات وحوادث کو بناتے ہیں اور وہی اصل تاریخ بھی ہیں۔ اسی طرح تہذیب وتمدن کسی ایک قوم، ملک یا فکر وفلسفہ کا پھل نہیں ہوتے، ان کی تشکیل وتعمیر اور توسیع میں دوسرے بھی حصہ لیتے ہیں۔ انسانی تہذیب وتمدن، خواہ وہ کسی ملک وقوم کی ہو، اس میں گزشتہ قوموں اور معاصر تمدنوں کا کافی سرمایہ شامل ہوتا ہے۔

مکی عہد کے تمدن کی بنیادیں

اسلامی مکی دور کی تہذیب وتمدن کی اصل بنیاد دین حنیفی اور اس کے تہذیب و تمدن کے جوہر ومواد پر قائم تھی۔ اس کی ایک تعبیر یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ گزشتہ نبیوں کے تہذیب وتمدن اور ان کے مذہبی ودینی عطایا سے اور سماجی دین سے بنی تھی۔ اس میں عرب قوم کی ثقافت وتہذیب کا فکری سرمایہ بھی لگا ہوا تھا اور ان کے خاص عرب مقامی تمدن کا بھی اور وہ خالص مقامی تھا۔ قرب وجوار کے ملکوں اور قوموں خاص کر پڑوسی ملکوں ایران، عراق، شام، مصر، حبشہ وغیرہ کے تمدن نے بھی اس کو مالا مال کیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کا سب سے بڑا عطیہ تمدن وتہذیب یہ تھا کہ اسلامی فکر وعمل کو ان مقامی رنگوں میں داخل کر کے ان کو چوکھا بنایا اور عالمی مرتبہ دیا تھا۔

Marfat.com

مکی تہذیب وتمدن اپنی اسلامی شناخت وفطرت کے لحاظ سے مدنی اسلامی تہذیب وتمدن سے قطعی مختلف نہ تھے۔ دونوں اسلامی بھی تھے اور عرب بھی۔ دونوں میں نبوی تہذیب وتمدن کا بنیادی خمیر بھی موجود تھا۔ اور پڑوسی قوموں کے تمدنی اثرات بھی تھے۔ مگر دونوں مقامات کے سماجی و معاشرتی فرق نے ان دونوں کو الگ الگ امتیاز بخش دیا تھا۔ وہ قریشی اور انصاری تمدن بن گئے تھے۔ ماہرین و محققین کے مطابق ان مقامی خصوصیات تہذیب وتمدن کے بنانے میں جغرافیائی حالات اور آب وہوا نے بھی اپنا کردار ادا کیا تھا۔ ان کی خاص قبائلی روایات کا ان پر الگ الگ اثر پڑا تھا، ان کے سماجی نظام، اقتصادی ڈھانچے اور دوسرے اداروں کے بھی اثرات تھے(۱۷۴)۔

قریشی صفات

عہد مکی نبوی کے تہذیب وتمدن میں قریشی فکر وعمل دونوں کا خاصا دخل رہا تھا اور رسول اکرم ﷺ بھی اصلاً قریشی تھے۔ قریش مکہ کی سب سے بڑی سماجی طاقت ان کی اجتماعیت اور قومی وفاداری (solidarity) کی دو بنیادی صفات تھیں۔ اپنے تمام خاندانی اختلافات اور مقامی لڑائی جھگڑوں کے باوجود وہ دوسرے قبائل عرب کے مقابلے میں ہمیشہ ایک متحدہ قوت بن جاتے تھے۔ قریشی عوام واکابر دونوں اپنے بزرگ تر اور وسیع تر قبیلہ قریش کے وفادار اور تابع تھے اور خود کو قریشی ہی اصلاً سمجھتے تھے۔ قریش کی ایک اور اہم صفت ان کا حلم و بردباری تھی، وہ اپنی بساط بھر محبت و شرافت سے اختلافات طے کر لیتے تھے اور جنگ سے بچتے تھے۔

ان ہی صفات وخصوصیات کی وجہ سے قریش مکہ نے پورے عرب میں سب سے طاقتور اور متحدہ سماجی نظام قائم کر لیا تھا۔ ان کا اقتصادی نظام اور معاشی ڈھانچہ اسی سماجی نظام کی وجہ سے مضبوط ترین تھا اور وہ تجارت پر بنیادی طور سے استوار تھا۔ یہ صحیح ہے لیکن ایک حد تک ہی کہ جغرافیائی اسباب نے ان کو تاجر قوم بنا دیا تھا، مگر وہ زرعی

Marfat.com

اموال بھی رکھتے تھے اور دوسرے اسباب معیشت بھی۔ ان کی تجارت و کاروبار کی بنیادی وجہ بیت اللہ کی مکہ میں موجودگی تھی، وہاں سال بھر زائرین آتے رہتے تھے اور خود قریش قریبی ملکوں میں جاتے رہتے تھے۔ دولت کی ریل پیل نے ان میں اوصاف کے ساتھ رذائل (خرابیاں) بھی پیدا کر دی تھیں لیکن ان کی مالی طاقت نے ان کو طاقتور قوم بھی بنا دیا تھا۔

اجتماعیت اور قومی اور قبائلی یگانگت واتحاد نے قریش مکہ کو ایک نسبتاً متحدہ اور منظم سیاسی نظام بھی دے دیا تھا۔ تمام اہم ترین بطون و خاندان قریش میں سیاسی مناصب اور انتظامی عہدوں کی ایک منصفانہ تقسیم نے سب کو جوڑ کر متحدہ قوت دی۔ قومی معاملات میں وہ تمام منصبداروں کے علاوہ دوسرے تمام اکابر وشیوخ کو، جو مناصب سے بھی بلند ہوتے تھے، شریک کرتے تھے۔ ان کے تمام فیصلے عام طور سے اتفاق رائے سے ہوتے تھے۔ اکثریت کی رائے اور مرضی بھی اکثر کارگر ہوتی تھی مگر کوشش اجماع کی رہتی تھی۔ ایسا سیاسی نظام ان کی فوجی طاقت بنانے کا باعث بھی ہوا تھا۔ وہ پورے عرب میں سب سے طاقتور فوجی نظام تھا جس کو سب تسلیم کرتے تھے۔

مردانگی اور رجولیت، بہادری اور شجاعت، انفرادی طاقت اور قومی شہامت سب عربوں کا امتیاز ضرور تھا۔ مگر قریش مکہ ان سب سے ہر لحاظ سے بہتر اور ان پر فائق تھے۔ وہ بہتر سپاہی بھی تھے اور بہتر قائد وسالار بھی اور بہتر ماہر منتظم بھی۔ ان اوصاف مردانگی نے ان کے مردوں میں خاص کر ان کے اکابر وسادات میں ایک غرور وتکبر اور اکھڑپن بھی پیدا کر دیا تھا۔ وہ اپنے سے کمتر افراد وطبقات اور قبائل سے جنگ کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے کہ اس میں ان کی انانیت کو ٹھیس لگتی تھی۔ سماجی نظام کے دوسرے میدانوں میں بھی ان کی حد سے بڑھی ہوئی مردانگی نے بڑے دلچسپ رویے پیدا اور رنگین گل کھلائے تھے۔

ان کی زبان عربی تھی جو دوسرے تمام عرب قبیلوں کی تھی۔ وہ شہری ہونے کے باوجود فصیح ترین زبان اور بلیغ ترین عربی سمجھی جاتی تھی۔ حالانکہ بدوی زبان و بیان

Marfat.com

کو فصاحت و بلاغت میں ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ قوم قریش کی زبان عربی کی فصاحت میں ان کی مردانگی کو خاصا دخل تھا۔ ان کا لب ولہجہ اور زبان و بیان دونوں خاصا کھردار ہوتا تھا۔ مہذب و متمدن تر ہونے کے باوجود وہ بلند آواز اور کھردرے انداز میں بولنا مردانگی سمجھتے تھے۔ وہ سختی و صلابت سے بڑھ کر اکثر و بیشتر جارحانہ رنگ اختیار کر لیتے تھے۔ شور و شغب بھی اس کا ایک نتیجہ تھا۔ مزاجی سختی بھی خاصی تھی اور وہ اپنے گھروں میں اپنی عورتوں اور بچوں کو خاص کر بیویوں کو دبا کر رکھتے تھے اور ان پر حکومت کرتے تھے۔

عورتوں نے اپنے قریشی مردوں کی اس سماجی سختی اور مزاجی صلابت کی وجہ سے تابعداری اور محبت کا وطیرہ اختیار کر لیا۔ وہ اپنے مردوں کی تابعدار ہی نہیں، انتہائی وفادار، ان کی برتری و فوقیت کو تسلیم کرنے والی اور گھروں کو چلانے والی بن گئی تھیں۔ ایک حدیث نبوی ﷺ میں قریشی عورتوں کی محبت و وفاداری، شوہر کی اطاعت و تابعداری اور بچوں کی تربیت و پرورش کی تعریف آئی ہے۔ لڑکی، لڑکے اور بچوں بالوں کی، ان کی تربیت و پرداخت میں ماں کی محبت اور عورت ذات کی شفقت آتی تھی تو ان کے باپ اور مردوں کی وجہ سے ان میں صلابت و سختی پیدا ہوتی تھی اور وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے تھے کہ ان کا سماجی وطیرہ یہی تھا (۱۷۵)۔

قبائلی عرب سے تعلقات

بیشتر ماہرین نسب اور علمائے سیرت و تاریخ کا اتفاق ہے کہ قریش مکہ کے تمام قبائل عرب سے قریبی تعلقات تھے۔ وہ دراصل خون کے رشتہ سے ان سے بندھے ہوئے تھے اور ان قبیلوں کے مختلف خاندانوں کی کسی نہ کسی پیڑھی سے جا ملتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کا خاندانی تعلق و رشتہ سب قبیلوں سے اسی بنا پر قائم تھا مگر وہ بہرحال دور کی رشتہ داریاں تھیں۔ قریش مکہ کے مختلف خاندانوں سے آپ ﷺ اور مکی صحابہ کرامؓ کا خونی رشتہ اور قبائلی تعلق بہت قریب کا تھا اور بہت گہرا بھی۔ مثلاً بزرگ تر خاندان بنو عبد مناف کے چاروں خاندانوں۔ بنو عبد شمس، بنو نوفل، بنو مطلب اور بنو

Marfat.com

ہاشم کا خونی تعلق جدامجد عبد مناف بن قصی سے مل جاتا تھا۔اسی بنا پر یہ تمام خاندان بنو عبد مناف ایک دوسرے کے عم زاد بھی تھے۔خاندان صدیقی بنو تیم کا نسلی رشتہ رسول اکرم ﷺ سے مرہ بن کعب بن لوی پر ملتا تھا اور خاندان فاروقی بنو عدی سے کعب بن لوی پر، حضرت خدیجہؓ کے خاندان بنو اسد سے قصی بن کلاب پر اور دوسری ام المومنین حضرت سودہؓ کے خاندان بنو عامر بن لوی سے کسی اگلی پیڑھی میں۔اسی طرح دوسرے بطون قریش سے پدری نسب کسی نہ کسی پیڑھی پر مل جاتا تھا۔ان میں سے بعض قریبی تھیں اور بعض دور کی۔مادری نسب بھی قریشی جاہلی تہذیب وتمدن میں بڑی اہمیت رکھتا تھا اور عہد مکی نبوی میں بھی اس کی اہمیت ومنزلت میں ذرا کمی نہ آئی تھی۔والدہ ماجدہ بی بی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کا خاندان بنو زہرہ خاندان رسالت سے کلاب بن مرہ سے مل جاتا تھا۔وہ دراصل ازدواجی رشتہ قرابت تھا۔شادی بیاہ کے تعلقات کی وجہ سے عرب و مکی تہذیب وتمدن میں خاص مودت ومحبت کا رشتہ بنا تھا۔ننہال والے (اخوال) اپنے بھانجوں اور نواسوں کو اپنی بہن کی اولاد ''ابن اخت القوم'' کا درجہ دے کر اپنے خاندان کا فرد وحصہ سمجھتے تھے۔داماد اور اس کی اولاد اور رشتہ دار سب اس رشتہ سے بہت تعلق والے بن جاتے تھے اور ان کی محبت اور ان کی اعانت کو فریضہ سمجھتے تھے۔عبدالمطلب بن ہاشم کی ننہال بنوالنجار/خزرج کی وجہ سے ان کی اولاد خاص کر حضرت عباسؓ اور رسول اکرم ﷺ کو ''ابن اخت القوم'' سمجھتے تھے۔رسول اکرم ﷺ کی دوسری زوجہ مطہرہ حضرت سودہؓ بنت زمعہ عامریؓ کی ماں شموس بنت قیس کا بھی تعلق بنونجار/خزرج سے ہی تھا۔ان ازدواجی رشتوں کی وجہ سے قریش مکہ کے مختلف خاندانوں اور ان کے اکابر کے تعلقات یثرب کے قبیلوں خاص کر خزرج سے تھے۔ایسے ہی دوطرفہ ازدواجی تعلقات قریش کے قبیلوں کے ثقیف و ہوازن کے خاندانوں سے تھے اور رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے بھی تھے۔اسی وسیع تر عرب تناظر میں عہد مکی نبوی کے تہذیب وتمدن کا مطالعہ کرنا چاہئے کہ وہ ایک وسیع کل کا ایک اہم ترین جزو تھا(۱۷۶)۔

Marfat.com

عہد مکی کے کھانے

کھانا کھانے کی انسانی ضرورت ہمیشہ رہی اور مختلف قسم کے کھانوں کا چلن بھی سدا بہار ہے اور دوسرے آداب بھی۔ قرآن مجید کی مختلف آیات کریمہ میں کھانا کھانے کی انسانی عادت کو عبدیت (بندہ ہونے) کی نشانی قرار دیا ہے کہ سب انبیاء بھی کھانا کھاتے تھے۔ قریش مکہ کے جاہلی دور میں کھانوں کی مختلف اقسام کا ذکر ملتا ہے اور وہ مکی عہد نبوی میں بھی جاری رہے کہ انسانی تمدن وسماج کی وہ مستقل روایت ہے۔ جدامجد جناب ہاشم بن عبد مناف نے اہل مکہ کو قحط وبھکمری کے زمانے میں اونٹ کا گوشت اور روٹی کا ملیدہ پکوا کر کھلایا تھا جس کا ذکر آچکا ہے۔ ان کی یثرب میں شادی، عبدالمطلب کی شادی اور والد ماجد عبداللہ کی شادی پر کھانوں میں بالعموم بکری کا گوشت اور روٹی کا حوالہ آتا ہے۔ عام حالات میں بھی قریش مکہ کے اکابر جیسے عبداللہ بن جدعان تیمی، ابوجہل مخزومی اور متعدد دوسرے گوشت روٹی کی دعوتیں کرتے تھے۔ عبداللہ بن جدعان تیمی کے ایک دیگ (جفنہ) مستقل گڑی رہتی تھی اور اتنی بڑی تھی کہ اس کے سایے میں آرام کیا جاسکتا تھا۔ سب سے دلچسپ اور نادر روایت یہ ملتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ سوکھا گوشت (قدید) کھایا کرتی تھیں۔ امام ابن ماجہ نے کتاب الاطعمہ، باب القدید میں اس کو بیان کیا ہے اور فتح الباری میں باب القدید کی احادیث کی شرح میں اس کا ذکر ہے۔ مختلف مراسم جیسے عقیقہ، ختنہ، نکاح، ولیمہ اور مہمان نوازی میں عرب اور مکی اکابر گوشت (بکری) اور روٹی کھاتے کھلاتے تھے۔ دوسرے گوشت کی قسمیں تھیں: گائے، مرغی، مچھلی، بھیڑ، ہرن، گوہ، بٹیر، مرغابی وغیرہ۔ دوسرے پرندوں کا اور حمار وحشی، خرگوش وغیرہ کا گوشت بلاشبہ تھا دوسرے سبزی اور ترکاری کے کھانے بھی تھے لیکن ان کا اور مکی دور نبوی کا پسندیدہ کھانا بکری کا گوشت اور روٹی تھا اور دوسرے پالتو مویشیوں کے گوشت بھی کھایے جاتے تھے۔ ان میں محبوب ترین اور غالباً سب سے مہنگا اونٹ کا گوشت

Marfat.com

ہوتا تھا۔ مکی دور میں روٹی بالعموم گیہوں کی ہوتی تھی جو یمامہ سے آتا تھا، قریش گیہوں کھانے کے عادی تھے، جو نہیں کھاتے تھے، اس کا ذکر مکی قحط، صحیفہ مقاطعہ اور دعوتوں کے ضمن میں آتا ہے۔

عرب دستورِ معاشرت اور زبان ولغت اور روایات سیرت وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بالعموم کھانا دو وقت کھایا جاتا تھا۔ ایک دوپہر کا یا صبح کے کچھ بعد کا کھانا تھا جو ''غداء'' کہلاتا تھا اور دوسرا شام اور رات کا کھانا جو ''عشاء'' کہلاتا تھا اور اسی سے نماز آخری کا نام بھی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے بچپن اور لڑکپن میں اور بعد کے دور میں بھی اعمام (چچاؤں) کے گھر کھانا کھانے کی روایات ہیں اور ان میں ان دونوں کے اوقات کا ذکر ملتا ہے۔ بنو عبد مناف کے ۴۵ مردوں کی دعوت اسلامی میں ضیافت گوشت روٹی سے ''غداء'' میں کی گئی تھی۔ اس سے پہلے سماجی روایات میں کھانا کھانے اور کھانا کھلانے کی سماجی اور تمدنی روایات کا ذکر ذرا تفصیل سے آچکا ہے اور ان میں عام ومرغوب کھانے گوشت روٹی اور ان کے اوقات وغیرہ کا دلچسپ ذکر ملتا ہے۔ مدنی دور کے بیانات وروایات اور احادیث سے ان کی تصدیق ہوتی ہے کہ کھانے پینے، لباس ومعاشرت وغیرہ کے معاملات مستقل سماجی عادات ہوتے ہیں اور وہ جگہ اور مقام سے نہیں بدلتے (۱۷۷)۔

مشروبات

عرب معاشرت میں خاص کر مکی تمدن میں اہم ترین مشروب پانی تھا۔ ویسے بھی وہ انسانی زندگی کے لئے ہر تمدن میں ضروری ہے۔ عرب ومکی معاشرت وتمدن میں پانی اور دوسرے مشروبات کی زیادہ اہمیت اسی وجہ سے تھی کہ دوسرے علاقوں اور شہروں کی بہ نسبت مکہ میں نادر تھا۔ وہ مشکل سے دستیاب ہوتا اور کنوؤں خاص کر زمزم کے کنوئیں سے نکالنے میں محنت ومشقت بھی پڑتی اور بڑی آبادی کے لئے وہ ناکافی بھی تھا۔ بیت اللہ کی زیارت اور حج وعمرہ کی خاطر آنے والے عرب اور دوسرے انسانی

Marfat.com

قافلوں کے لئے اس کی مسلسل فراہمی نے اور دقت پیدا کر دی تھی۔ اسی وجہ سے قریش مکہ نے سقایہ (پانی پلانے) کا ایک محکمہ اور اس کا منصب ارمقرر کر دیا تھا جو سب کے لئے ضرورت بھر پانی فراہم کرتا تھا۔

پانی بہر حال مکہ کے لوگوں کا اور دوسرے عربوں کا سب سے زیادہ پسندیدہ مشروب تھا۔ وہ بلاشبہ ان کے لئے آب حیات تھا۔ سادہ پانی تو سب ہی پیتے تھے اور پلاتے تھے مگر دینی وجوہ سے اور تمدنی نیرنگیوں کی بنا پر عام پانی (ماء) کو مختلف طریقوں سے خوب ٹھنڈا کرتے تھے اور ماء بارد/ الثلج بھی کہلاتا۔ وہ عزیز ترین مشروب تھا۔ اعزاز و اکرام اور ضیافت و مہمانداری کی خاطر اس میں شہد، کھجور یا منقی ملا کر شیریں بنا دیتے تھے۔ اس میں خوشبو بھی ملاتے تھے اور بعض نباتات اور پھول بھی ڈال کر مزید خوشگوار بناتے۔ ایک اور سماجی اور تمدنی روایت یہ تھی کہ وہ پانی میں تھوڑا سا دودھ ملا دیتے۔ وہ بکری، بھیڑ یا اونٹ وغیرہ کا بھی ہوتا تھا۔

دودھ (لبن) عربوں کا دوسرا پسندیدہ مشروب تھا۔ عمدہ ترین تو اونٹ اونٹنی کا ہوتا جو بہت گاڑھا ہوتا تھا اور بہت میٹھا بھی۔ اس لئے اس میں عام طور سے پانی ضرور ملایا جاتا تھا جس سے لطافت بھی آجاتی اور ذائقہ بھی خوشگوار ہو جاتا تھا۔ بکری کا دودھ عام مشروب تھا اور خواص و عوام میں سب سے زیادہ مقبول بھی۔ اور بھیڑ کا دودھ بھی پیا جاتا تھا اور گائے کا بھی۔ ان میں بھی پانی ملانے کا رواج و معمول تھا۔ دودھ میں بسا اوقات شہد بھی ملایا جاتا تھا اور مکہ اور مدینہ وغیرہ میں کھجوروں کا ملانا بھی رائج و مقبول تھا۔ دودھ غذا بھی تھا۔ ان دونوں مقاصد سے دودھاری مویشیوں خاص کر بکریوں اور اونٹنیوں کو پالا جاتا تھا اور ان کو بہتر چارہ دیا جاتا تھا۔ ان کو صبح و شام دو وقت دوہا جاتا تھا۔ شام بلکہ رات گئے ان کے دوہے جانے کا وقت نماز عشاء کا وقت ہوتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام اور دوسرے قریشی عوام و خواص کی دودھاری بکریاں اور اونٹنیاں عمدہ چراگاہوں میں بھیجی جاتی تھیں اور سب ان کا دودھ استعمال کرتے تھے۔ شہد اور نبیذ (پانی میں کھجوریں بھگو دینے اور صبح پینے کا مشروب) بھی

Marfat.com

بہت مقبول تھے لیکن ان میں پانی کا استعمال ضرور ہوتا تھا۔شراب مکی دور نبوی میں بھی ایک مشروب عام و خاص تھی۔لیکن نیک فطرت اس سے بچتے تھے اور مکی صحابہ نے اس سے قطعی اجتناب سیکھ لیا تھا(۱۷۸)۔

لباس وملبوسات مکی

انسان کی بنیادی ضرورت کھانے پینے کے بعد دوسری ضرورت تن ڈھانکنے اور اس کو آراستہ کرنے کی بھی ہے۔لباس اور ملبوسات کے تہذیبی وتمدنی جلووں کی ایک جھلک کتب حدیث کے کتاب اللباس میں یکجا اور کتب سیرت میں پراگندہ طور سے دکھائی دیتی ہے۔محدثین کرام اور سیرت نگاروں نے اپنے اپنے خاص مقاصد کی وجہ سے ان تمدنی چیزوں کا ذکر کیا ہے اور وہ ذکر سنت وسیرت کے ضمن میں بھی ہے۔ بہر حال ان دونوں قسم کے مآخذ سے مکی عہد نبوی کے ملبوسات کا خاصا ذکر ملتا ہے اور ان میں لباس نبوی وصحابہ بھی شامل ہیں۔ان پر مفصل بحث وتجزیہ تو ''عہد نبوی کا تمدن'' رکھتا ہے۔اسی سے چند عناوین کے تحت عہد نبوی ﷺ کے مکی دور کے ملبوسات کا ایک مختصر جائزہ پیش ہے۔

لباس وملبوسات کی ایک ''حدِ ضرورت'' ہے جو تن کی عریانی کو ڈھانکنے تک محدود ہوتی ہے۔وہ لازمی اور ناگزیر فرض ہے۔دوسری حد اس سے آگے آرائش بدن اور تزئین جسم کی ہے۔قرآن مجید نے ان دونوں کا ذکر کیا ہے اور لباس کو زینت قرار دیا ہے۔سورہ اعراف:۳۱ میں حکم الٰہی: ''اے اولادِ آدم! نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو''۔۔۔'' خذوا زینتکم عندکل مسجد'' ۔سنت نبوی اور تعامل صحابہ کرام بھی ان دونوں۔'' حدودِ ضرورت وتزئین''۔کا جامع تھا کیونکہ تمدن میں بھی اسلام توازن کا طالب ہے۔حدِ ضرورت میں مردوں کے لئے صرف ازار (تہمد، تہہ بند) یعنی زیریں جامہ کافی تھا کہ اس سے ان کا ستر ڈھک جاتا تھا۔مگر حد تزئین میں بالائی بدن کا جامہ قمیص،عبا،قبا وغیرہ اور سر مبارک پر ٹوپی،عمامہ اور پورے لباس پر

Marfat.com

ایک اضافی چادر بھی ضروری تھی۔

سماجی اونچ نیچ اور معاشی تفریق اور تہذیبی بندش کی بنا پر مردوں اور عورتوں دونوں کے ملبوسات مختلف قسم کے تھے۔غریب عوام اور محتاج وضرورت مند لوگ، مرد اور عورتیں دونوں صرف ''لباس ضرورت'' پہنتے تھے کہ ان کے پاس تزئین کا موقعہ تھا نہ یارا۔اوسط درجہ کے لوگ لباس ضرورت سے زیادہ لباس زنیت زیب تن کرتے تھے جس میں ازار، قمیص اور عمامہ وٹوپی سب شامل تھے۔ مالدار و متمول طبقات وافراد اور ان میں بھی خاص کر شیوخ واکابر اپنی سماجی منزلت اور معاشی حیثیت کی بدولت لباس فاخرہ استعمال کرتے تھے۔زیریں اور بالائی بدن کے جاموں کے علاوہ ان کے سروں پر خوبصورت اور قیمتی عمامے ہوتے تھے اور ان کی بالائی چادریں بھی قیمتی اور عمدہ ہوتی تھیں (۱۷۹)۔

مکی لباس نبوی

کتب حدیث میں بالعموم رسول اکرم ﷺ کے ملبوسات مدنی کا زیادہ ذکر ملتا ہے اور مکی ملبوسات کا بہت کم۔ بہر حال کتب حدیث وسیرت سے چند روایات مکی لباس نبوی کے بارے میں مل جاتی ہیں اور صحابہ کرام کے بارے میں بھی ان کا ذکر آجاتا ہے۔

کساء طارونی ابیض: کے نام سے بلاذری نے اپنی روایت میں ایک لباس نبوی کا ذکر کیا ہے جو دراصل چادر نبوی تھی۔حجر اسود کو اس کے مقام پر نصب کرنے کے سلسلے میں آپ ﷺ اسی کو استعمال فرمایا تھا اور اس چادر مبارک میں حجر اسود رکھا تھا۔ شارحین کے مطابق وہ سفید شامی کپڑے کی چادر ہوتی تھی اور اس کا شمار عمدہ کپڑوں یا ملبوسات میں کیا جاتا تھا جسے اکابر استعمال کرتے تھے۔ وہ شامی کپڑا (من نقاع الشام) بہر حال شامی علاقے سے درآمد کیا گیا تھا۔خواہ آپ ﷺ اپنے سفر تجارت میں لائے ہوں یا شامی یا مکی تاجروں نے اس کو مکہ پہنچایا ہو۔بہر حال وہ لباس بدن کی

Marfat.com

اوپر کی چادر زینت ہوتی تھی جو عرب شرفاء کا لباس خاص بھی تھا۔

برد، رداء: چادروں کے دوسرے عربی نام ہیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو مکی عہد میں استعمال فرمایا تھا۔ وہ سفید، سرخ، سبز اور مختلف دھاریوں والی ہوتی تھیں۔ برد لمبی چادر ہوتی تھی اور رداء اس سے مختصر اور وہ دونوں لباس کے اوپر ڈالی جاتی تھیں۔ ابن اسحاق نے ہجرت نبوی کی شب میں رسول اکرم ﷺ کی سبز حضرمی چادر (برد) کا ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ اسی کو اوڑھ کر سویا کرتے تھے۔

حلہ، قباء، عباء: قمیص سے لمبے بالائی ملبوسات ہوتے تھے اور سوتی، ریشمی یا قیمتی باریک کپڑے کے ہوتے تھے۔ ریشمی آپ ﷺ نے نہیں استعمال کئے لیکن سادہ اور فقیرانہ حلوں اور قباؤں کے ساتھ عمدہ ملبوسات بالائی ضرور پہنے تھے۔

قمیص وعمامہ: یہ بھی آپ ﷺ کے لباس میں شامل تھے۔ قمیص زیادہ لمبی نہ ہوتی اور عمامہ مختلف کپڑوں کا اور مختلف رنگوں کا ہوتا تھا۔

ازار نبوی: کا غالباً ذکر آپ ﷺ کے لڑکپن میں کعبہ کی اولین تعمیر قریش کے دوران ملتا ہے جب آپ ﷺ نے اسے دوش مبارک پر رکھنے کی کوشش کی تھی اور آپ ﷺ کو ہدایت ربانی نے اس سے منع کیا تھا۔ اس واقعہ میں اور دوسرے واقعات کے ضمن میں بچوں کے ازاروں کا بھی ذکر آیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث ابوداؤد: ۴۰۹۶ سے آپ ﷺ کے ازار باندھنے کا طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ آپ ﷺ اپنے ازار کے حاشیہ کو قدموں کے اگلے حصہ پر جھکاتے تھے اور اس کے پچھلے حصہ کو اونچا رکھتے تھے۔ یہ خاص سنت تواضع تھی۔ جبکہ قریشی اکابر خاص کر ان کے مغرور اکابر کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے ازار کو پچھلے حصہ کو اتنا نیچے لٹکا لیتے تھے کہ وہ زمین پر گھسٹتا چلتا تھا (۱۸۰)۔

ملبوسات نبوی وصحابہ کرام

عہد مکی میں صحابہ کرام خاص کر اکابر صحابہ جیسے حضرات ابوبکر صدیق، عمر

Marfat.com

فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰؓ اور متعدد دوسرے بزرگوں کے ملبوسات کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں دونوں ملبوسات زیریں و بالائی کے علاوہ ان کے عماموں اور چادروں کا بھی ذکر آتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ نزول قرآن کے اولین واقعہ کے بعد وہ اپنے کپڑے درست کر کے حضرت ورقہؓ کے پاس گئی تھیں۔ عام لباس یا کپڑوں کا ذکر سماج کے خاص مراسم کے ضمن میں آتا ہے اور اسلام قبول کرنے کے وقت کپڑوں کو دھونے کا بھی۔ نماز کے حوالے سے بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔

زیریں جامے

ازار: ازار کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکانے کے حکم (ممانعت اسبال) میں ازار حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر بہت دلچسپ ہے کہ ان کے ازار کا ایک کونا لٹک جایا کرتا تھا۔ ابن سعد، بلاذری، اصابہ اور اسد الغابہ میں اکابر صحابہ کے ازاروں کا ذکر ان کے تراجم میں ہے۔ حضرت عمرؓ کے ازار اور دوسرے ملبوسات کا ذکر مدنی دور خاص کر ان کی خلافت کے زمانے کے حوالے سے ملتا ہے اور اسی طرح دو باقی خلفاء کرام کا بھی۔ بہرحال ان کے عمدہ قطری ازار بھی ہوتے تھے، سفید رنگ اور بعض دوسرے سہانے رنگوں کے بھی۔ ان کے فقیرانہ ازاروں کا بھی ذکر ملتا ہے جو بعد کا ہے۔ کم سن بچوں کے ازاروں کے بارے میں یہ دلچسپ خبر ملتی ہے کہ ان کی مائیں ان کی گردنوں میں ازاروں کو ان کے کونوں سے باندھ دیا کرتی تھیں جو پورا بدن ڈھانک لیتے تھے۔ ازار تہمد وغیرہ زیریں جامے کا اسلامی ادب و حکم ہے کہ مردوں کے ٹخنے سے نیچے تکبر کی وجہ سے نہ لٹکایا جائے (۱۸۱)۔

بالائی بدن کے لباس

قمیص، جبہ، قباء، عباء وغیرہ بالائی بدن کو ڈھانکنے کے جامے ہوتے تھے۔ جو معمولی سوتی کپڑوں کے بھی ہوتے تھے، اون کے بھی اور عمدہ قسم کے بھی۔ بالعموم

Marfat.com

صحابہ کرام کے ان تمام ملبوسات کا ذکر مدنی دور کے تمدن کے حوالے سے ملتا ہے۔ ان میں خاص محبوب ملبوسات نبوی کا تعلق مکی دور سے بھی ہے۔

حبرہ کے حلے (حلل الحبرۃ) اور حبرہ کی چادریں برد حبرہ اور قمیص بھی آپ ﷺ کے مرغوب ترین لباس تھے۔ مکی دور میں اکابر قریش کی ظلم وستم کی شکایت جب صحابہ نے آپ ﷺ سے کی تو اس وقت آپ ﷺ اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے لیٹے تھے۔ عام طور پر ان کو معمولی اور سادہ سوتی ملبوسات میں شمار کیا جاتا ہے لیکن ان میں عمدہ اور قیمتی چادریں اور حلے بھی شامل تھے۔

-حلہ عدنیہ آپ ﷺ نے اس وقت زیب تن فرما رکھا تھا جب منٰی میں آپ ﷺ تبلیغ اور ابولہب مخالفت کر رہے تھے۔

-بازار ذوالمجاز میں تبلیغ کے وقت آپ ﷺ نے دو سرخ چادریں (بردین احمرین) پہن رکھی تھیں اور ہجرت کے وقت بھی چادر جسم اطہر پر تھی۔

-قمیص حضرت ام سلمیٰؓ کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی پسندیدہ ترین تھی اور بسا اوقات آپ ﷺ دو قمیصیں بیک وقت پہنتے تھے۔

-حضرت ابن عباسؓ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قمیص نبوی کی آستین بھی کم ہوتیں اور ان کی لمبائی بھی زیادہ نہ ہوتی تھی۔

-قیمتی اور ریشمی حلے، جبے اور قباء وعباء وغیرہ بعض متمول صحابہ کرام جیسے عبدالرحمٰن بن عوف وزبیر بن عوام وغیرہؓ استعمال کرتے تھے۔

-حضرت عمر بن خطابؓ جب اسلام قبول کرنے کے لئے دارارقم پہنچے تھے تو ان کے جسم پر ایک قمیص ہی تھی۔ ایک بار ان کے جسم پر دھلی ہوئی قمیص آپ ﷺ نے دیکھی تو ان کو نئی قمیص پہننے کی ہدایت فرمائی۔ ان کی ایک قمیص سنبلانی تھی اور وہ دھلائی کے لئے اشنان نامی نبات استعمال کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی ایک قمیص کا نام قباطی ملتا ہے۔ (۹۹)

Marfat.com

ملبوسات خواتین

مکی عہد نبوی کی خواتین نے بھی اپنے مردوں کی مانند جاہلی دور کے ملبوسات تمدنی روایات کے تسلسل کے مطابق پائے تھے۔ان کی بھی سہ گانہ تقسیم تھی:

۱- زیریں جامہ ازار ہی کہلاتا تھا اور وہ بالعموم اتنا لمبا ہوتا کہ پوری ٹانگوں کو ڈھک لیتا اور نیچے تک لٹکتا۔شریف خاندانوں کی خواتین لمبا ازار پہنتیں اور اپنے قدموں کو ڈھانپ لیتیں۔البتہ باندیاں اور عام عورتیں نسبتاً کم لمبے ازار پہنتیں۔

۲۔ بالائی بدن کا لباس عام قمیص تھی جو لمبی بھی ہوتی اور چوغے کی طرح پورے جسم کو ڈھانپ لیتی اور چھوٹی بھی ہوتی۔درع بالعموم چھوٹی قمیص کو کہتے تھے جو خواتین گھروں میں پہنا کرتی تھیں۔لمبی قمیصیں وہ باہر جانے کے وقت اور مواقع پر زیب تن کرتیں۔

۳۔ سر کو ڈھانکنے کے لئے خمار (اوڑھنی) ہوتی اور وہ بھی چھوٹی اور بڑی دو قسم کی ہوتی، بڑی اور لمبی اوڑھنی باہر جانے کے لئے تھی۔

۴۔ لباس زینت میں جس طرح مرد چادروں کا استعمال کرتے تھے شریف خواتین اور صحابیات لمبی چادر (جلباب) استعمال کرتیں۔

ان کے دوسرے ملبوسات بھی تھے اور ان کے دوسرے نام بھی تھے۔ان کی چند مثالیں اور ملبوسات خواتین کے حوالے ذیل میں دئے جاتے ہیں:

-طویل قمیص (درعا مفرجا) کا ذکران خواتین کے ضمن میں آتا ہے جو حمس کی پابندیوں کی وجہ سے اپنے دوسرے تمام کپڑے طواف کعبہ کے وقت اتار دیتی تھیں اور صرف ایک لمبی قمیص (درع) میں جو ان کا سارا بدن ڈھانک دیتی طواف کرتی تھیں۔

-حضرت ہاجرہؑ نے صفا و مروہ کے طواف/سعی کے دوران ایک لمبی قمیص (درع) پہن رکھی تھی جس کا ایک کنارہ اٹھا لیتی تھیں۔حضرت خدیجہؓ نے وحی الٰہی کے

Marfat.com

نزول کے بعد آپ ﷺ کا سر مبارک اپنی لمبی درع کے گریبان میں کر لیا تھا کہ فرشتہ و شیطان کا فرق کر سکیں۔

-برد/رداء (چادریں) خواتین کے ملبوسات میں شامل تھیں۔مرط اونی اور ریشمی چادر خواتین ہوتی تھی اور لمبی ہوتی تھیں۔

-جلباب خواتین کی وہ بڑی چادر ہوتی تھی جس میں بیک وقت دو بچیاں بھی پردہ کر کے نکل سکتی تھیں۔

نطاق پٹکہ یا کمر باندھنے کی پیٹی ہوتی تھی جس سے خواتین اپنی کمر کو باندھ لیا کرتی تھیں اور حضرت اسمٗاء بنت ابی بکر صدیقؓ کا نطاق مشہور ہے جس سے انہوں نے زادراہ ہجرت کے تھیلے کو باندھ دیا تھا اور ذات النطاقین کا خطاب پایا تھا۔

-خمار اوڑھنی کا بھی ذکر حضرت خدیجہؓ کے لباس کے بطور آتا ہے جب وحی الٰہی کی تنزیل کے بعد انہوں نے سر اقدس گریبان میں چھپایا تھا۔ان کے علاوہ بھی متعدد قسم کے ملبوسات زیریں اور بالائی تھے جن کا استعمال کیا جاتا تھا (۱۸۳)۔

ملبوسات اکابر قریش

قریشی اکابر و سادات بہت عمدہ کپڑے پہنتے تھے۔زیریں جامہ تو ان کا بھی ازار ہی ہوتا تھا مگر وہ عمدہ اور ریشمی بھی ہوتا تھا۔وہ ناز و افتخار سے اپنے ازاروں کو اس طرح باندھتے تھے کہ ان کے پیچھے کا حصہ کافی لمبا ہوتا تھا اور زمین پر لوٹتا چلتا تھا، اگلا حصہ نسبتاً اونچا ہوتا تھا۔ان کے بالائی بدن کے لباس بہت سے تھے۔ان میں حلہ، عباء، قباء، قمیص وغیرہ عمدہ سوتی کپڑے کے ہوتے تھے یا ریشمی اور دیباج وغیرہ کے۔ بسا اوقات وہ اپنے بالائی بدن پر دو دو قمیصیں پہنتے تھے، تلے اوپر، یا قمیص کے اوپر جبہ یا حلہ وغیرہ ایک اور لباس زینت ہوتا تھا۔اس لباس کبر و ناز پر عمدہ ریشمی یا سوتی چادریں بھی بالائی بدن پر پہنی جاتی تھیں۔وہ سماجی منزلت کی علامت تھیں اور بعض اقدار و روایات کی تھیں۔عام طور پر ان کے سروں پر ٹوپی ہوتی تھیں اور اس پر عمامے یا صرف

Marfat.com

عمامے باندھتے تھے اور وہ رنگین وسفید، عمدہ سوتی کپڑوں کے اور ریشمی ہوتے تھے۔ ان کے ملبوسات فخر وناز سے ان سماجی منزلت وسیاسی سیادت کا بھی پتہ ایک نظر میں چل جاتا تھا۔ اس کی بعض تہذیبی روایات بھی تھیں جیسے اموی سردار شیخ ابواحیحہ سعید بن العاص جس رنگ اور کپڑے کا عمامہ باندھتے تھے اس دن ان کے احترام میں تمام اکابر قریش ویسا عمامہ نہیں باندھتے تھے۔ ایک دوسری تہذیبی وتمدنی روایت یہ تھی کہ جنازے میں جاتے وقت تمام شرکاء اپنی چادریں جسم سے اتار کر ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کی جاہلی رسم پر پابندی لگائی کہ اس بنیاد ضعیف الاعتقادی پر تھی جو تصور توحید کے خلاف تھی۔

بعض اہم ترین اکابر قریش کے لباس فاخرہ پر متعدد احادیث اور روایات بھی ملتی ہیں:

☆ بنو سہم کے عظیم ترین سردار عاص بن وائل کے ریشمی حلہ / قباء (قباء من دیباج) کا ذکر اسلام عمرؓ کے ضمن میں ملتا ہے۔ اسی موقعہ کی دوسری روایت میں ہے کہ شیخ بنی سہم کے بدن پر ایک حلہ حبرہ تھا اور ایک قمیص بھی تھی جو ریشم کے تاروں سے آراستہ تھی۔

☆ عقبہ بن ابی معیط اموی نے مقام حجر میں رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ ﷺ کا گلا اپنی چادر (رداءہ) سے گھونٹا تھا۔ (۱۰۱)

لباس کے تمدنی روایات واقدار

مکی عہد نبوی میں لباس کے تہذیبی روایات اور تمدنی اقدار دین حنیفی کے پیرو عربوں سے وراثت میں آئے تھے۔ سورہ اعراف اور سورہ انعام وغیرہ کی مکی آیات میں لباس کے بارے میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ وہ لباس سے ستر ڈھانپا کرتے اور حضرات آدمؑ وحواءؑ کے واقعہ جنت سے اس کو مدلل کیا گیا ہے کہ بے ستری کار شیطانی ہے اور عفت کے خلاف بھی ہے۔ دوسرا اہم اصول تمدن واسلام یہ دیا گیا کہ

Marfat.com

نماز کے وقت صرف لباس ضرورت کافی نہیں، لباس زینت پسندیدہ ومحبوب ہے۔ دونوں مرد وعورت کے ستر اور اس کے ڈھانپنے کے احکام کی آیات کریمہ اور ان کی شارح کی احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔

ملبوسات کی عہد کے دوسرے تمدنی، سماجی اور تہذیبی اقدار وروایات بھی تھے جن کا مختصر ذکر یہ ہے:

☆ گھریلو لباس مختصر اور صرف زیریں اور بالائی بدن کو مستور کرنے کے لئے پہنایا جاتا تھا۔ وہ عورتوں اور مردوں دونوں کا ہوتا تھا۔

☆ باہر جاتے وقت مرد وعورت دونوں کامل لباس زینت میں ہوتے تھے اور عام طور پر شرفاء تین ملبوسات میں ہوتے تھے۔

☆ غریب وغرباء اور عوام اور بدو صرف ازار میں ہوتے تھے یا زیادہ سے زیادہ طویل قمیص میں جو ازار کا کام بھی کرتی تھی۔ بہت کم لوگوں کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے۔

☆ کام کاج کے کپڑے بھی الگ ہوتے تھے اور عام استعمال لباس کو اتار کر وہ پہن لئے جاتے تھے۔

☆ سفر کے دوران بھی خاص لباس ہوتا تھا اور اس کو لباس سفر بھی کہا جاتا تھا۔ اس میں پورے جسم کی حفاظت کا سامان ہوتا تھا۔

☆ عرب جاہلی اور مکی معاشرت دونوں میں لباس کے ہدایا بھی دئے جاتے تھے اور بسا اوقات لباس مانگ کر بھی پہنے جاتے تھے۔

☆ بالائی چادروں سے جسم ولباس کی زینت مزید کی جاتی تھی اور اس کے کونے سے چہرہ چھپانے کا کام بھی لیا جاتا تھا۔

☆ مرد حضرات اپنے چہرے کا ایک کونہ باندھ لیتے تھے اور عورتیں اپنے سینے اور چہرے دونوں کو ان کے کونوں سے چھپا لیتی تھیں۔

☆ برد اور لمبی چادروں کو اوڑھنے، بستر کی چادر بنانے، تکیہ بنانے کے کام میں

Marfat.com

بھی لایا جاتا تھا اور مار پیٹ اور سزا دینے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

☆ رداء یا عام چادر زینت کو جنازہ میں جاتے وقت جسم سے اتار لیا جاتا تھا اور وہ ان کے اندوہ وتعزیت کا نشان تھا۔ اسلام نے اس کی ممانعت کی۔

☆ عورتوں کے مخصوص ملبوسات میں ان کے لباس حیض ونفاس کا بھی خاص ذکر ملتا ہے جو اس دوران وہ استعمال کرتی تھیں۔

☆ اوڑھنے، بچھانے کے اور بھی متعدد ملبوسات تھے جیسے قطیفہ، ملحفہ، نمرہ، خمیصہ، حمیلہ، شملہ وغیرہ۔ اسی طرح پیروں کا خاص لباس موزے اور خفین تھے۔ جو کپڑے اور چمڑے دونوں کے ہوتے تھے اور جوتے بھی اسی طرح چمڑے کے ہوتے تھے اور کپڑے کے بھی۔

☆ انسان کا آخری لباس کفن ہوتا تھا جو مرد وعورتوں دونوں کے لئے ہی چند چادروں پر مشتمل ہوتا تھا اور وہ بالعموم سفید ہوتی تھیں (۱۸۵)۔

غلاف کعبہ

بیت اللہ کی عمارت کی تزئین کی خاطر اس پر عمدہ سے عمدہ غلاف چڑھانے کی روایت قدیم جاہلی دور سے چلی آرہی تھی۔ ان میں مختلف قسم کے ریشمی اور غیر ریشمی کپڑوں کا ذکر ملتا ہے جو بالعموم جزیرہ نمائے عرب کے پڑوسی ملکوں سے درآمد کیے جاتے تھے۔ جیسے ابن ھشام وغیرہ کے بیان کے مطابق عہد نبوی میں کعبہ کی عمارت اٹھارہ ہاتھ پر مشتمل تھی اور اس پر قباطی کپڑے کا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ وہ مصری کپڑا تھا اور سفید ہوتا تھا اور خاصا باریک اور عمدہ بھی۔ اس کو قبطیہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ وہ مصر کے قبطیوں کا بنایا ہوا ہوتا تھا (۱۸۶)۔

آرائش بدن

جسم وبدن کی آرائش اور عورتوں کی زیب وزینت ہر تمدن انسانی کی مانند مکی

Marfat.com

عہد نبوی میں بھی تھی۔ اس کی خاص روایات موجود تھیں۔ مردوں کی زیب و آرائش میں خاص حصے داڑھی، مونچھ اور سر کے بال تھے۔ جسم کے دوسرے اعضاء و جوارح کو بھی سجاتے سنوارتے تھے۔ جاہلی عرب اپنے اور اپنے بچوں کے سر کے بالوں کی تراش خراش میں درمیان/چاند کے بال مونڈ دیتے اور ادھر ادھر کے چھوڑ دیتے تھے۔ وہ قزع تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ مرد بالعموم سر پر لمبے بال رکھتے تھے: وہ کانوں تک آتے اور ''لمۃ'' کہلاتے تھے۔ کانوں کی لوؤں سے نیچے آنے والے ''جُمۃ'' کہلاتے تھے اور کندھوں تک پہونچے والے دراز گیسو ''وَفرہ'' کہلاتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ ان تینوں سے آرائش بدن فرماتے اور صحابہ کرام بھی ان کو اختیار کرتے تھے۔ دراصل یہ بالوں کی تراش خراش کا معاملہ تھا اور موسم کا بھی اثر کہ کبھی چھوٹے ہو جاتے اور کبھی بڑے اور دراز تر۔ مکی صحابہ کرام اور ان کے سردار سرور کائنات ﷺ اور اکابر قریش اپنے لمبے بالوں کی چوٹیان (غدائر) گوندھ لیتے تھے جو پیچھے لٹکتی تھیں۔ گیسوئے نبوی میں دو اور کبھی کبھی چار پٹیاں یا چوٹیاں ہوتی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکی دور میں دو ''غدائر'' کا ذکر ملتا ہے۔ اکابر قریش کے بھی غدائر تھے۔ بالوں کو سجانے سنوارنے کے لئے تیل کا استعمال بھی عام تھا اور ان میں کنگھی کرنے کا بھی۔ ان کو دھونے کے لئے بعض نباتات کا استعمال ہوتا تھا۔ گرمی میں وہ سر کے بالوں میں مہندی اور دوسری چیزوں کا لیپ کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کا لیپ مکی اور مدنی ادوار میں کیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں اکابر قریش اور دوسرے مشرکین اپنے بالوں میں کنگھی کر کے مانگ نکالتے اور اہل کتاب ان کو سیدھا چھوڑ دیتے اور وہ ''سدل'' کہلاتا۔ آپ ﷺ مکی دور میں ''سدل'' کرتے رہے کہ اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے جن معاملات میں واضح احکام نہیں ملتے تھے۔ بعد میں مانگ نکالنے کا طریقہ ''(فرق)'' اختیار فرمالیا تھا۔ بخاری، باب ہجرت نبوی میں یہ دلچسپ اطلاع ہے کہ تمام صحابہ کرام کے اور رسول اکرم ﷺ کے بال سیاہ تھے، صرف گیسوئے صدیقی کھچڑی تھے جو خضاب سے رنگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ

Marfat.com

قریشی اکابر کی ممانعت میں لمبی اور بھرواں داڑھی رکھتے تھے اور مونچھیں چھوٹی جبکہ غیر قریشی ریت الٹی تھی، ان کی داڑھی چھوٹی ہوتی اور مونچھیں لمبی۔ ان کی تراش خراش بھی کرتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی ان کو صاف اور خوبصورت رکھنے کا حکم دیتے تھے۔

عورتوں اور صحابیات کے گیسو بھی طرح طرح کے تھے: زیادہ تر عورتیں لمبے بال رکھتیں اور بعض خواتین ان کو کاٹ کر شانوں تک چھوڑ دیتی تھیں۔ وہ بالوں کے جوڑے بناتیں اور ان میں چوٹیاں بھی گوندھتی تھیں۔ ان کے علاوہ بالوں کو کنگھی کر کے کھلے رکھنے کا رواج تھا جن کو کسی زیور سے قابو میں کرتیں۔ بچیوں اور کمسن لڑکیوں کے بال بالعموم پٹے کی شکل میں ہوتے اور ان میں چوٹیاں گوندھی جاتیں۔ لڑکوں کے بال بھی چوٹیاں رکھتے تھے۔ بالوں کو سنوارنے کا کام گھریلو خواتین کرتیں، بڑی بوڑھی اور مائیں بہنیں عورتوں کے بال سنوار دیا کرتیں۔ یہ کام باندیاں بھی کرتی تھیں۔ آرائش بدن و گیسو کے لئے خاص مشاطہ ہوتی تھیں جو پیشہ ور تھیں اور گھروں میں جا کر عورتوں اور بچیوں کے بال سنوارا کرتیں اور اجرت پاتیں (۱۸۷)۔

جسم کے مختلف حصوں، چہرے، ہاتھ پیر اور بازوؤں کی زیب و زینت بھی کی جاتی تھیں اور خواتین اس میں طاق تھیں۔ جاہلی دور میں اور نبوی مکی زمانے میں غیر مسلم خواتین بالخصوص متمول اور شریف خاندانوں کی خواتین چہرے، ہاتھ پیر وغیرہ کو گدوالیتی تھیں۔ یا مصنوعی بالوں کو اپنے چھوٹے بالوں میں لگا کر لمبا کرتیں، یا چہرے اور ہاتھ وغیرہ میں سوئی چبھو کر خون کی بوندیں نکالتیں اور سرمہ اور روشنائی لگا کر زیب و زینت کرتی تھیں۔ اسی طرح دانتوں اور ہونٹوں اور پیشانیوں وغیرہ کو مصنوعی آرائش سے سجا کر سنوارا کرتی تھیں۔ اسلام نے ان سب جاہلی آرائشوں کی ممانعت کر دی اور صرف سادہ تزئین کی نمائش وغیرہ سے سجانے سنوارنے کی اجازت دی۔ خضاب طرح طرح کے تھے اور ان کو استعمال کرنے کی اجازت مردوں اور عورتوں دونوں کو دی گئی تھی۔ ان میں وسمہ، مہندی (الکتم والحناء) کے علاوہ پیلا (الصفر) حمرہ یا سرخ اور سفید یا سیاہ سب شامل تھے۔ اور مکی عہد نبوی میں ان سب کی اجازت تھی (۱۸۸)۔

Marfat.com

خوشبو و عطر

عرب اکابر و سادات اور صحابہ کرام اور سید السادات ﷺ خوشبو اور عطر کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کو جن تین چیزوں سے شیفتگی تھی ان میں سے ایک خوشبو تھی اور ایک عطر دان آپ ﷺ کے پاس ہمیشہ رہتا تھا۔ ایک اور اصولِ اسلامی یہ تھا کہ مردوں کی خوشبو میں رنگ نہ ہو اور خوشبو ہو جبکہ عورتوں میں رنگ غالب رہے اور بو مغلوب و مخفی رہے۔ مکی دور میں آپ ﷺ اور دوسرے صحابہ و صحابیات اور اکابر و شرفائے قریش طرح طرح کی خوشبوئیں اور عطر استعمال کرتے تھے جیسے خلوق، مشک، عنبر، زعفران وغیرہ۔ یہ عطر کافی قیمتی ہوتے تھے اور اکثر و بیشتر یمن سے آتے تھے۔ ان میں خوشبودار تیل بھی تھے اور نہانے کے صابن جیسے نباتات بھی۔ جسم و بدن کے اعضا، چہرہ، بازو اور ہاتھ کے علاوہ خوشبوؤں کا زیادہ استعمال لباس پر ہوتا تھا۔ اور مرد حضرات داڑھی مونچھ کو اس سے معطر کرتے تھے۔ آنکھوں کی آرائش و حفاظت کے لئے آپ ﷺ اور دوسرے مرد و خواتین سرمہ لگاتے تھے۔ مختلف سرموں میں ''اثمد'' سب سے اچھا تھا۔

عورتوں اور لڑکیوں کے لئے ناخنوں اور ہاتھوں اور پیروں کو سجانا سنوارنا بھی ایک مستقل تمدنی ریت تھی۔ اس کی خاص رنگ دار خوشبوئیں تھیں۔ ان کو حنا سے یا کسی دوسری چیز سے رنگ لیا جاتا تھا۔ اشیاء زینت میں ورس (ایک گھاس) اور کست (عود ہندی) شامل تھیں۔ گھروں کو اور بعد میں مسجدوں کو اور مجالس میں حاضرین کو ''بخور'' سے معطر کرنے کی روایت بھی مکی عہد نبوی میں تھی اور مقبول عوام و خواص تھی۔ ان ہی تمدنی روایات کی وجہ سے خوشبوؤں اور عطریات کی تجارت اور درآمد بڑھی تھی اور عطار و عطارہ کے علاوہ مشاطہ کے پیشے مقبول ہوئے تھے (۱۸۹)۔

زیورات

چاندی، سونے، پیتل، تانبے اور بعض دھاتوں کے علاوہ مختلف پتھروں اور

Marfat.com

مونگوں اور موتیوں وغیرہ متعدد چیزوں کے ہوتے تھے۔ وہ جسم و بدن کے مختلف اعضاء کے لئے بنائے جاتے تھے۔ سر، کانوں، بازوؤں، ہتھیلیوں/ کلائیوں، پیروں، انگلیوں، پیشانیوں اور گردن وغیرہ کے زیورات تھے۔ عرب کے اکابر وشیوخ اور دوسرے مرد بھی ان سے اپنے جسم کو سجاتے سنوارتے تھے اور عورتوں اور لڑکیوں کے تو وہ قدرتی وفطری گہنے تھے ہی۔ مردوں کے زیورات تھے: انگلی/ انگلیوں کی انگوٹھیاں/ خاتم، کلائیوں کے کنگن/ سوار، کانوں کے بندے/ قرط اور گلے کے ہار/ سخاب وغیرہ۔ عورتوں نے اپنے جسم کے دوسرے اعضاء بھی ان سے سنوارنے کو ضروری سمجھا تھا۔ وہ پیروؤں میں انگلیوں کو، پنڈلیوں، بازوؤں اور ماتھے وغیرہ کو بھی ان سے آراستہ کرتی تھیں۔ ان کے خاص زیورات تھے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ہاتھ میں انگوٹھی عام روایات کے مطابق بعد میں ضرورت سے بنائی تھی اور وہ سونے کی جگہ چاندی کی تھی۔ لیکن اکابر قریش اور دوسرے مرد حضرات انگوٹھی کے علاوہ کلائیوں میں کنگن بھی پہنتے تھے، وہ بالعموم مالداروں کے سونے کے ہوتے تھے اور عوام کے چاندی کے۔ ہجرت نبوی کے سفر کے دوران حضرت سراقہ بن جعشم مدلجیؓ کو ان کے تعاقب کے خاتمہ پر رسول اکرم ﷺ نے ان کو کسریٰ کے کنگن کی خوشخبری دی تھی جو خلافت فاروقی میں پوری ہوئی اور فتح مدائن کے بعد وہ ان کو سچ مچ پہنائے گئے۔

خواتین کے زیورات تھے: انگوٹھیوں (خواتیم) کے علاوہ بڑی انگوٹھیاں (فتخ)، بازو بند (دمالج)، کنگن (اسورہ) کانوں کی بالیاں (قُرط) جن کے مختلف نام تھے، گلے کے ہار (عقد/عقود) پاؤں میں پازیبیں (خلاخل، اوضاح) وغیرہ ہوتی تھیں۔ کلائی میں مسکتہ/ مسکتان کنگن بازوں پر، گلے کے طوق، طلائی زنجیر (سلسلۃ الذہب) پیروں کی انگلیوں میں اجراس وجلاجل/ گھنگرو، فتخ/ بچھوے ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ بچوں کے لئے بھی بعض زیورات تھے جن میں ہار اور کنگن عام تھے جو چاندی کے یا موتی ومونگے کے ہوتے تھے۔ اکابر قریش کی خواتین نے مدنی عہد کے غزوہ احد

Marfat.com

میں جو زیورات پہن رکھے تھے وہ تھے: خدم، قلائد، قرط (پائل ہار اور بالی)۔ ہجرت نبوی کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ایک بہن نے چاندی کا طوق پہن رکھا تھا جسے ظالم قریشی اکابر میں سے کسی نے نوچ لیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کا پتہ نہ بتا سکی تھیں۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنی بڑی بیٹی حضرت زینب بنت رسول ﷺ کو ان کے نکاح پر ایک قیمتی جڑاؤ سونے کا ہار دیا تھا جو قلادہ کہلاتا ہے۔

مکی عہد نبوی میں دوسرے علاقوں کے اہل ایمان خاص کر یثرب کے اوس و خزرج اور ان کے یہودی حُلفاء میں بھی اسی طرح زیورات کا چلن تھا۔ دوسرے متمدن علاقوں کے لوگ بھی ان سے جسم و بدن اور لباس کی آرائش کرتے تھے اور بدو قبائل بھی کسی حد تک ان کو استعمال کرتے تھے (۱۹۰)۔

گھریلو اسباب

تمام تہذیبوں و تمدنوں اور انسانی سماجوں کی طرح مکی عہد نبوی میں گھریلو اسباب ہوتے تھے کہ وہ ضروری تھے۔ عام لوگوں کے ''اسبابِ ضرورت'' ہی ہوتے تھے اور سادہ معتدل مزاج انسانوں کو صرف ''سامان و اسبابِ کفایت'' پسند تھا۔ مگر خاص اور اکابر قریش اور دوسرے مالدار اور سماجی منزلت والے سادات ''اسباب تعیش و فراوانی'' کے عادی ہوتے تھے۔ مکی تجارتی سماج میں دولت مندی اور خوشحالی کے علاوہ مختلف ملکوں کی تہذیبوں اور تمدنوں سے مسلسل رابطہ کی وجہ سے افراط کا رویہ پیدا ہوا تھا۔ قریش مکہ، خاص و عام افراد و طبقات، بعض اسبابِ عیش کے خاصے متوالے تھے اور اس کے تمدنی اسباب و وجوہ بھی تھے۔

☆ سریر/تخت تمام قریش مکہ کا سب سے محبوب سامان عیش تھا جس پر وہ سوتے تھے، آرام کرتے اور استراحت فرماتے تھے۔ عوام و خواص دونوں زمین پر کسی وقت آرام کر لیتے تھے یا سو جاتے تھے مگر باقاعدہ سونے کے لئے ہر گھر میں ایک تخت سب کے لئے ہوتا ہی تھا۔ رسول اکرم ﷺ کا سریر تھا اور حضرت ابوبکرؓ کا بھی۔ موخر الذکر

Marfat.com

نے ہجرت نبوی کے سفر سے ذرا قبل آپ ﷺ کو اپنے سریر بٹھایا تھا۔ سریر عام طور پر لکڑی کے بنے ہوتے تھے اور بسا اوقات ان میں مونجھ وغیرہ سے بنا ہوا حصہ درمیان میں لکڑی کے تختے کی جگہ ہوتا تھا۔ بلاذری نے مکی دور کے قریش کے سریر کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کی سنت سریر کا ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کی فرمائش پر حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے ایک شاندار تخت خدمت میں بھیجا تھا جس کے عمود تھے اور اس کے پائے ساگوان کے تھے اور وہ مونجھ کا بنا ہوا تھا۔ وہ زندگی بھر زیر استعمال رہا۔

☆ لیٹنے، بیٹھنے، سونے اور کھانا کھانے وغیرہ کے لئے چٹائیوں کا استعمال عام تھا۔ وہ حصیر کہلاتی تھیں اور چھوٹی چٹائیاں ''خمرہ''۔ مکی دور نبوی میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی انا حضرت ام ایمنؓ سے ایک چھوٹی چٹائی (خمرۃ) مانگی تھی کہ اس پر نماز پڑھ سکیں۔ ان کے علاوہ مکی دور کے صحابہ کرام وصحابیات اور اکابر قریش کے حوالے سے بھی ان کا ذکر آتا ہے اور مدنی دور میں ان کی روایات بہت زیادہ ہیں۔

☆ بستر میں بالعموم تین چیزیں ہوتی تھیں:

۱- گدا چمڑے کا یا کپڑے کا جس میں پیتاں بھری ہوتی تھیں یا سادہ کپڑوں کا۔

۲- تکیہ وسادہ سر کے نیچے رکھنے کے لئے اور اس میں بھی پیتاں بھر دی جاتی تھیں۔

۳- اوڑھنے کی چادریں: قطیفہ، خمیضہ، خمیلہ وغیرہ۔ یثرب وطائف وغیرہ کے مقامات میں موسم سرما میں کمبل اور لحاف بھی اوڑھے جاتے تھے۔

ان کے مختلف اسماء ملتے ہیں جیسے لحاف، ملحفہ، عام طور پر سردی سے بچنے کے لئے دلائی جیسی چیزیں بھی استعمال کی جاتی تھیں۔ بستر کے لئے عام طور سے فراش کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ شب ہجرت کی روایت ابن اسحاق میں بستر نبوی کا ذکر ملتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں بالعموم سردی نہیں ہوتی۔ لیکن جب کبھی طائف وغیرہ سے سرد ہوائیں چلتی تھیں تو موسم ٹھنڈا ہو جاتا تھا اور ان کی ضرورت پڑتی تھی لیکن ان کا ذکر بالعموم نہیں ملتا (۱۹۱)۔

Marfat.com

ظروف (برتن)

مختلف اقسام کے ظروف (برتن) ہوتے تھے۔ ان کے سماجی اور تمدنی استعمالات بھی گوناگوں اور دلچسپ تھے۔ طہارت کے برتن کئی تھے جن کا ذکر وضو، غسل وغیرہ کے ضمن میں روایاتِ سیرت سے زیادہ احادیث میں آتا ہے۔ ان میں سے کئی ماپ کے پیمانے تھے۔ پانی کھینچنے کے برتن تھے اور پانی پینے اور جمع کر کے ذخیرہ کرنے کے الگ ماٹ تھے۔ غلہ اناج اور دوسروں چیزوں کے ظروف بھی طرح طرح کے تھے۔ کھانا پکانے کے برتن بھی کافی تھے اور کھانا کھانے کے برتنوں کا بھی ذکر احادیث و روایاتِ سیرت میں آتا ہے۔ دستر خوان بھی ہوتا تھا۔ عہد جاہلی میں شراب خانہ خراب بنانے اور رکھنے کے برتن خاص تھے جو مکی عہد نبوی سے ہی ممنوع قرار پائے تھے۔ غرضیکہ برتنوں کی ایک دنیا تھی۔

''مُد اور صاع'' دو پیمانے تھے۔ اہل مکہ کے مُد اور صاع میں برکت کا ذکر حضرت ابراہیمؑ کی دعا کے حوالے سے آتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے وضو اور غسل کرنے کے ضمن میں ان دونوں پیمانوں کا ذکر آتا ہے: ایک مُد سے وضو کرتے تھے اور پانچ مُد سے غسل فرماتے تھے۔ مُد کے لئے ایک لفظ حدیث مسلم میں مکوک (جمع مکاکیک / مکاکی) بھی آتا ہے۔ اسی کے ساتھ لفظ سفینہ بھی ایک برتن کے لئے آیا ہے۔ الفرق نامی برتن سب سے بڑا ہوتا تھا جس میں سولہ رطل پانی آتا تھا۔ مخضب نامی برتن سے وضو اور غسل کرنے کا ذکر احادیث میں ہے، وہ کپڑے دھونے کے کام بھی آتا تھا۔ اسے لگن کہا جا سکتا ہے۔ وہ تانبے کا بنا ہوا ہوتا تھا اور پیتل کا بھی۔ جفنہ بھی بڑی لگن ہوتی تھی اور دوسرا برتن ''مِرکن'' کہلاتا تھا۔ ان دونوں کا استعمال بھی نہانے وغیرہ کے لئے ہوتا تھا۔ وضو کے برتن کو ''میضاۃ'' اور ''مطہرہ'' کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔

☆ پانی کنوئیں سے کھینچنے کے لئے کئی برتن تھے۔ ان میں ذنوب ڈول کے معنی میں ہے اور دوسرا اسی معنی میں ''دلو'' ہے اور تیسرا ''سجل'' نامی برتن جو سب سے بڑا

Marfat.com

ڈول تھا۔

☆ پانی رکھنے کے برتن تھے: جرہ/جرار جو گھڑا تھا اور مٹی کا بنایا جاتا تھا اور اسی سے مٹی کے برتن پکانے کا پتہ بھی چلتا ہے۔

ان میں طشت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ واقعہ شق صدر میں فرشتوں نے طشت میں ہی آب زمزم لا کر سینہ مبارک سے قلب نبوی نکال کر دھویا تھا۔ پانی رکھنے اور استعمال کرنے کے دوسرے ظروف تھے: ''تور'' جو طشت جیسا ہوتا تھا مگر تور چھوٹا برتن یا لوٹا ہوتا تھا۔ طشت چوڑی لگن ہوتی تھی۔ ابریق (جمع اباریق) کا ذکر ظروف جنت میں قرآن میں آیا ہے۔ وہ لوٹا یا چھاگل جیسا ہوتا تھا۔ قدح پیالہ تھا جس سے پانی دودھ پیتے تھے۔ کوز اور کوزہ بھی پانی رکھنے اور پینے کے چھوٹے ظروف تھے۔ وہ مٹی، پکی ہوئی مٹی کے برتن ہوتے تھے۔ ان کی اصل غالباً فارسی تہذیب ہے۔ ''مزادہ'' (پانی کی سب سے بڑی پکھال) ہوتی تھی جو اونٹ کی کھال سے بنائی جاتی تھی اور اس میں کنوؤں چشموں وغیرہ سے پانی لایا جاتا تھا۔

''شن'' بمعنی مشکیزہ حضرت ہاجرہؑ کے زمانے سے چلا آرہا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے مشکیزہ (شن) کا ذکر کئی احادیث میں ہے۔

''رکوہ'' (چھاگل) اور علبہ (چھاگل جیسا بڑا برتن) دونوں پانی کے ظروف تھے اور لکڑی اور چمڑے سے بنائے جاتے تھے۔

قربہ/قرب بھی مشکیزہ تھی۔ دونوں چمڑے سے بنائے جاتے تھے۔ بالعموم بکری بھیڑ کی کھال کو دباغت دے کر انہیں بنایا جاتا تھا۔

''سطیحہ'' نامی ایک اور برتن بھی تھا جس میں مشروب، پانی نبیذ وغیرہ رکھے جاتے تھے۔ شراب سازی کے لئے بھی جرار کا استعمال ہوتا تھا جو ممنوع ہوا۔

''حمادہ'' (گھڑونچی) بھی ہوتی تھی جس پر پانی کے برتن خاص کر گھڑے وغیرہ رکھے جاتے تھے۔ وہ لکڑی سے بنائی جاتی تھی (۱۹۲)۔

اناج کے برتن: کئی تھے۔ ان میں ایک گھڑا (جرہ/جرار) بھی تھا جو غلہ کے ماٹ کی

Marfat.com

طرح استعمال کیا جاتا تھا۔ اہل وعیال کی ضروریات کے لئے گیہوں، جواور دوسرے اناج مختلف ماٹوں میں ذخیرہ کر لئے جاتے تھے۔ ان کا استعمال عام تھا۔ مکہ، مدینہ، طائف کے علاوہ دوسرے علاقوں خاص کر شہروں میں بھی ان کو استعمال کیا جاتا تھا۔ یہاں تک بدوی لوگ بھی اپنے سامان رسد کے ظروف رکھتے تھے۔ ان کا ذکر عرب شعر وادب ولغت کے علاوہ کتب سیرت وسوانح میں بھی ملتا ہے۔

کھانے کے ظروف: مختلف قسم کے تھے: (ا) قدح (پیالہ) ہوتا تھا وہ لکڑی کا بھی بنا ہوا ہوتا تھا جیسا کہ ایک قدحِ نبوی تھا۔ اور کسی دھات کا بھی ہوتا تھا۔ پیتل یا تانبے کے اقداح زیادہ چلن میں تھے۔ وہ گہرائی میں کم ہوتے تھے۔ ان میں کھانا رکھا بھی جاتا تھا۔ لایا اور لے جایا بھی جاتا تھا اور ان میں سے کھانا کھایا بھی جاتا تھا۔ ان پیالوں (قدحوں) کو پانی یا کسی مشروب دودھ وغیرہ پینے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے دوسرے استعمالات بھی تھے۔ جیسے بعض اوقات ان سے وضو بھی کر لیا جاتا تھا۔

جاہلی اور مکی نبوی دور میں قدح ساز بھی ہوتے تھے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کے ایک غلام حضرت ابو رافعؓ پیالہ ساز تھے۔ وہ مٹی سے پیالے بناتے تھے، فرماتے تھے کہ میں زمزم کے حجرہ میں مٹی یا پتھر سے پیالے بنایا کرتا تھا۔ بعض شارحین کا خیال ہے کہ وہ لکڑی کے پیالے بناتے تھے: "--- وکنت اعمل الاقداح، انحتها في حجرة زمزم----"۔

"عس" بہت بڑے پیالے کا نام تھا۔ اسے بڑی لگن کہنا چاہئے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے اس کے پانی سے غسل کیا تھا۔ حضرت ام الفضلؓ، جو آپ کی چچی تھیں، اسی عس میں دودھ آپ ﷺ کے لئے بھیجا تھا۔ وہ واقعہ مدنی زمانے کا ہے مگر موقعہ مکی ہے۔

"رفد/الرفد" سب سے بڑا پیالہ یا برتن ہوتا تھا۔

قعب/قعبہ (جمع قعاب) کو بھی بڑا پیالہ بتایا گیا ہے۔ وہ پانی یا مشروب

Marfat.com

پینے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

''علیہ'' بدوؤں کا بڑا پیالہ ہوتا تھا جو چمڑے سے بنایا جاتا تھا اور نچلے حصے میں چمڑا اور گول لکڑی ہوتی تھی۔ وہ لکڑی سے بھی بنایا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ جفنہ، قصعہ، صحفہ نام کے چھوٹے بڑے کھانے پینے کے برتن تھے۔

دستر خوان

دستر خوان پر بالعموم شرفاء کھانا کھاتے تھے۔ ان کو انطاع کہا جاتا تھا۔ وہ چمڑے کی چادریں تھیں یا کپڑوں کے ٹکڑے ہوتے تھے۔ آپ اور دوسرے اکابر قریش وصحابہ ان ہی دستر خوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ بڑی دعوتوں اور اجتماعی کھانوں میں اس کا استعمال ناگزیر تھا۔ مائدۃ، سفرۃ اور خوان کے الفاظ واسماء بھی دستر خوان کی بعض اقسام کے لئے آتے ہیں۔

کھانا پکانے کے برتن

چھوٹے بڑے بہت سے تھے۔ قرآن مجید میں قُدُوْرٌ رٰسِیٰت (بڑی دیگیں چولہوں) کا ذکر ہے۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم الشان کارخانہ جنات کے حوالے سے ہے۔ وہ بڑی دیگوں کے برتن یا ''باسن'' تھے۔ اونٹ کا گوشت پکانے کے لئے بڑی دیگوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ جناب ہاشم بن مناف نے ان ہی میں اونٹ کا گوشت پکوایا تھا۔ وہ بڑی دیگوں میں ماہر طباخوں نے پکایا اور پھر ان کو بڑے بڑے برتنوں (الجفان جمع جفنہ) میں الٹایا گیا اور ان سے ضیافت کی گئی۔ وہ جفنہ / جفان بڑے بڑے طباق تھے جو دھات کے بنے تھے۔ جفان کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ ابوجہل مخزومی کے بھی ایسے جفان تھے اور حارث بن ہشام مخزومی کے بھا جن میں وہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ قدر (جمع قدور) چھوٹی دیگچیاں ہوتی تھیں اور ان میں سالن، گوشت، سبزی وغیرہ پکایا جاتا تھا۔ وہ بالعموم پتھر یا دھات کی

Marfat.com

ہوتی تھیں۔

''برمۃ'' زیادہ معروف نام کی دیگچی تھی جو زیادہ تر پتھر کی بنی ہوئی تھی۔
مشہور مکی شیخ عبداللہ بن جدعان تیمی بعثت نبوی سے قبل کے زمانے میں برابر دعوتیں کرتے رہتے تھے۔ان کی ایک دیگ اتنی بڑی تھی کہ وہ مستقل زمین میں گاڑ دی گئی تھی اور اس کے سائے میں رسول اکرم ﷺ بعثت کے بعد مظالم قریش سے بچنے کے لئے آرام فرماتے تھے (۱۹۳)۔

تنور: عام طور پر اسے چولھا سمجھا جاتا تھا۔جس پر دیگچی رکھ کر کھانا پکایا جاتا تھا خاص کر گوشت و سبزی وغیرہ۔وہ پتھر کے بنے ہوتے تھے اور بالعموم تین بڑے پتھروں کو مخروطی انداز میں رکھ کر ان کے درمیان میں لکڑی جلادی جاتی تھی۔

تنور کی دوسری قسم وہ تھی جس میں روٹیاں لگائی جاتی تھیں۔وہ موجودہ زمانے کے تنور جیسا ہوتا تھا اور زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا۔محلّے کے تنور ساجھے ہوتے تھے جہاں خواتین یا ان کی باندیاں اپنے اپنے گھروں سے آٹا گوندھ کر لاتی تھیں اور وہاں روٹیاں پکاتی تھیں۔

بازار میں خاص تنور ہوتے تھے جو پیشہ ور خبازوں یا روٹی پکانے والوں کے ہوتے تھے اور وہ ان میں روٹیاں پکا کر بیچتے تھے۔

رحی: آٹا پیسنے کی چکی عام چیز تھی۔حضرت ام سلمہؓ کے جہیز کے علاوہ حضرت فاطمہؓ کے سامان زیست میں بھی شامل تھی۔بلاذری کے علاوہ بخاری: ۵۳۶۲ میں اس کا ذکر ہے اور اس کے علاوہ مکہ اور مدینہ اور دوسرے علاقوں میں اسی سے جو گیہوں کا آٹا پیسا جاتا تھا (۱۹۴)۔

خانساماں و طباخ

عام طور سے گھروں میں خواتین کھانا پکا لیا کرتی تھیں۔متمول اور شریف خاندانوں میں باندیاں یہ کام کرتی تھیں لیکن روٹیاں پکانے والی پیشہ ور خواتین یا عورتوں

Marfat.com

کا طبقہ بھی تھا اور وہ خبازہ کہلاتی تھیں اور پیشہ ور روٹی پکانے والے مرد خباز کہلاتے تھے وہ اجرت پر گھروں میں جا کر خاص کر دعوتوں کے موقعہ پر روٹیاں پکاتے تھے۔

گوشت / سالن پکانے والے اور دوسرے پکانے والے طباخ کہلاتے تھے اور وہ بھی پیشہ ور ہوتے تھے وہ مرد بھی ہوتے تھے اور عورتیں بھی۔ متمول افراد و طبقات اپنے اپنے طباخ و خباز مستقل ملازم رکھتے تھے جو طرح طرح کے کھانے پکاتے تھے۔

''طُہاۃ'' وہ ماہر طباخ تھے جو اونٹ کا گوشت بڑے برتنوں یا دیگوں میں پکاتے تھے۔ ان کا ذکر جناب ہاشم بن عبد مناف کی دعوت اہل مکہ کے ضمن میں ملتا ہے۔ گوشت پکانا یوں بھی ایک فن تھا اور اونٹ کا گوشت پکانا خاص مہارت کا طالب تھا۔ گائے کا گوشت پکانے والوں کا ذکر حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے طعام بارات میں ملتا ہے (۱۹۵)۔

مختلف اوزار

مکی سماج میں سبزی، گوشت، پھل جیسی چیزوں کو کاٹنے کے کچھ خاص اوزار تھے جیسے چاقو، چھری (سکین) وغیرہ۔ کاریگروں میں لوہار، سنار، بڑھئی وغیرہ کو مختلف اوزار کی ضرورت پڑتی تھی جن سے وہ اپنی مصنوعات بناتے تھے اور اوزار بھی بناتے تھے۔ معماروں اور مزدوروں کو زمین کھودنے، پتھر کاٹنے، دیوار و چھت بنانے اور ایسے دوسرے کام کرنے کے لئے بھی خاص قسم کے اوزار درکار تھے۔ زرعی مزدوروں، سواری کے جانوروں کے ساز و سامان اور کجاوں وغیرہ کو بنانے کے لئے بھی مختلف النوع اوزار چاہیے ہوتے تھے۔ عہد جاہلی اور مکی عہد نبوی میں بھی ان اوزاروں کا ذکر مختلف کتب سیرت و سوانح اور حدیث کے علاوہ شعر و ادب اور لغت میں ملتا ہے۔

چاقو چھری: کا ذکر سورہ یوسف: ۳۱ میں ہے کہ مصر کے حاکم کی بیوی کی سہیلیوں نے ان سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے چھری سے گوشت کاٹا تھا اور کاٹ کر کھایا بھی تھا۔ حدیث بخاری: ۲۰۸، ۵۴۰۸ وغیرہ میں سکین کا ذکر کئی بار آیا

Marfat.com

ہے۔قصاب وغیرہ کی چھری بلکہ چھریاں چوڑی ہوتی تھیں جن کوشفرہ (شفا/شفرات) کہا جاتا تھا۔وہ موچی کی راپنی کے معنی بھی رکھتی ہے۔دودھاری چھری بھی ہوتی تھی (سکین ذات طرفین)۔ایسی ہی ایک چھری سے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کوان کے قاتل فیروز نے شہید کیا تھا۔

لوہاری اور سناری: کے اوزار کا ذکر حضرت خباب بن ارت تمیمیؓ کے حوالے سے مکی دور میں آتا ہے اور بعض دوسرے حداد کے حوالے سے مدنی دور میں آتا ہے۔ان کی آگ کی بھٹی کا بھی ذکر ملتا ہے جس میں وہ لوہا اور سونا تپایا کرتے تھے۔

زمین کھودنے: کے اوزار میں مشہور قدیم معقول (کدال) تھی جس سے حضرات ابراہیم واسمٰعیلؑ نے تعمیر کعبہ کے وقت زمین کھودی تھی۔ جناب عبدالمطلب ہاشمی نے بھی اسی متول سے زمین کھود کر چاہ زمزم دریافت کیا تھا۔ ان کے ساتھ دوسرے کاریگران کے فرزند اکبر حارث تھے۔قریش مکہ کی دوسری تعمیر کعبہ کے وقت سردار مکہ ولید بن مغیرہ مخزومی نے اسی کدال (معول) سے قدیم عمارت ڈھانے کا کام کیا تھا۔رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے مدنی دور میں غزوہ خندق کے دوران بہت سی کدالوں (معول) سے کام لیا تھا۔اس کے بہت سے حوالے ہیں۔فاس (کلہاڑی) اور مسحاۃ (بلیچہ وغیرہ) دواوراوزار تھے جن سے زمین کھودنے اور چٹان وپتھر توڑنے کا کام لیا جاتا تھا۔وہ پھاوڑا تھا۔

درخت کاٹنے: اور لکڑیاں کاٹنے کے لئے بھی فاس (کلہاڑی) کا ذکر ملتا ہے۔ایک صحابی کوآپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے بنا کر دی تھی (۱۹۶)۔

تفریح کی سماجی روایات

سیرت وحدیث کے واقعات وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش مکہ اور دوسرے عرب طرح طرح کے لہو ولعب کے خوگر تھے۔صبح،شام اور رات گئے ان کی چوپالوں (سقیفہ) اور مجلسوں (نادی/اندیہ) اور دوسرے مقامات پر چہچے ہوتے اور

Marfat.com

زمزمے گونجتے تھے۔ عام دنوں کے علاوہ خاص تہواروں اور تقریبات پر بھی ان کے تفریح وطرب کے قصے ملتے ہیں جیسے ہر سماج اور معاشرہ کا تمدنی معمول ہے۔ دراصل انسانی فطرت میں یہ رچا بسا ہے کہ وہ تفریح کے مختلف ذریعوں اور طریقوں سے خوشی و مسرت حاصل کرے اور روح میں نشاط پیدا کرے قبائلی زندگی اور خاص کر بدوی زندگی کی مشکلوں کے درمیان تفریح وطرب حاصل کرنے کا مزہ دوگنا ہے کہ وہ زندگی کی سختیوں کو گوارا بنا دیتی ہیں (۱۹۷)۔

فوجی کھیل

عرب شہری ومتمدن ہوں یا بدو غیر مہذب، جنگ وجدال کے سائے میں زندگی بسر کرتے تھے۔ فوجی تربیت پانے کی وجہ سے وہ جنگ جوئی اور جدال وقتال کا فن سیکھ گئے تھے اور اسی سے انہوں نے تفریح وطرب کا ذریعہ ڈھونڈ نکالا تھا۔ تیر اندازی، تلوار بازی، نیزہ زنی، حربہ اندازی اور دوسرے کئی فوجی مشاغل کو بھی انہوں نے تفریح کا ذریعہ بنالیا تھا اور عام لوگوں کے علاوہ ان کے خاص افراد وطبقات نے ان فوجی کھیلوں میں مہارت حاصل کر لی تھی اور اسی کو پیشہ بھی بنا لیا تھا۔ وہ عام دنوں میں مختلف اوقات میں اور خاص تہواروں اور عیدوں پر اپنے فوجی کھیل تماشے دکھاتے تھے۔ لوگوں کو خوش کرتے اور اپنے لئے دو وقت کی روٹی بھی کما لیتے۔ ان میں حبشی افراد وطبقات سب سے مشہور جنگی کھیل والے تھے۔ احادیث بخاری: ۲۹۰۱ وغیرہ میں ان کا ذکر مدنی دور کے حوالے سے ہے لیکن ان کا اصل مقام لہو ولعب مکہ مکرمہ اور اس کے قریبی علاقے تھے جہاں وہ بکثرت بستے تھے اور قریش اور دوسرے عربوں کا دل اپنے کھیلوں سے بہلاتے تھے۔ ہجرت نبوی ﷺ کے بعد مدینہ آمد پر حبشہ کے کرنٹوں نے اپنے کھیل وکرتب سے آپ ﷺ کا استقبال کیا جیسے مکی اہل حبشہ قریشی اکابر کا کرتے تھے (۱۹۸)۔

Marfat.com

کشتی

قریش مکہ میں کشتی لڑنے اوراس سے تفریح حاصل کرنے کا بھی خاصا رواج تھا اور وہ اس کو بطور فن سیکھتے سکھاتے تھے۔ قریش میں بنو مطلب کے رکانہ بن عبدا یزید کا کشتی کے فن میں بڑا مقام تھا اور وہ دوسرے بہت سے مقابلوں میں کئی نوجوانوں کو ہرا چکے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے مکی دور میں ان کو کشتی کا دو مقابلوں میں یکے بعد دیگرے چت کر دیا تھا۔ وہ حیران و ششدر رہ گئے اور اسے جادو سمجھتے رہے۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے کئی مکی اور مدنی ماہرین کشتی تھے اور ان کے درمیان کشتی کے مقابلے بھی کیے گئے تھے۔ یہ نوجوانوں کا عام و مقبول کھیل بھی تھا۔ اور فن بھی۔ اور اس کے سکھانے والے ماہرین بھی مکی دور میں تھے جیسے سہیلی نے ابوالاشدین جمحی کا ذکر کیا ہے جو ماہر کشتی راں تھے (۱۹۹)۔

گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ

عرب خاص کر قریشی عوام وخواص سب کے سب گھوڑوں کی سواری اور اونٹوں کی سواری سیکھتے تھے۔ نہ صرف کام کاج کے لئے بلکہ جنگی ضرورت سے بھی۔ گھوڑسواری (شہسواری) تو مردوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور لڑکپن سے اسے سیکھا جاتا تھا۔ اس مشق و تربیت کا نتیجہ میں نوجوانوں اور جوانوں میں بلکہ عمر رسیدہ لوگوں میں بھی گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے کے مقابلے ہونے لگے۔ اس میدان میں عورتوں کے بعض طبقات نے بھی خاصی دلچسپی لی اور وہ بھی ان کی مسابقت سے کسی نہ کسی حد تک واقف ہوگئی تھیں۔ صحابہ کرامؓ اور رسول اکرم ﷺ کے شہسواری اور اونٹوں کے مقابلے کی روایات زیادہ تر مدنی دور سے کتب حدیث وسیرت میں مذکور ہیں۔ مگر وہ تمام عربوں اور خاص کر قریشیوں کا بڑا پسندیدہ اور من بھاتا کھیل تھا کہ وہ ان کی مردانگی، مہارت جنگی اور جوش کو دکھاتا تھا۔ بالعموم شہر سے باہر وادی یا بڑے

Marfat.com

میدان میں دو مقامات متعین کر دئے جاتے اور نقطہ آغاز سے نقطہ اختتام تک دوڑ ہوتی۔ جیتنے والوں کو مبارکباد کے علاوہ بسا اوقات اکابر یا قبیلہ وخاندان سے انعامات (جوائز) بھی ملتے اور ان کو شہرت بھی ملتی۔ مقابلہ ومسابقہ کے لئے خاص طور سے اونٹوں اور گھوڑوں کو تربیت بھی دی جاتی تھی اور تربیت دینے والوں کا خاص طبقہ بھی پیدا ہو گیا تھا (۲۰۰)۔

پرندوں اور جانوروں پر نشانہ بازی

قریش مکہ، قبائل یثرب اور دوسرے مقامات عرب کے لڑکوں، جوانوں اور اہل طرب کے رسیا لوگوں نے ایک ظالمانہ کھیل کو بھی فروغ دیا۔ وہ مختلف پرندوں اور جانوروں کو پکڑ کر کسی چیز سے باندھ دیتے اور پھر ان پر تیروں سے نشانہ لگاتے وہ عرب قساوت اور مزاجی درشتی کو بڑا راس آتا تھا اور ان میں بہت مقبول بھی تھا۔ لیکن ان کھیلوں میں بہر حال ظلم ہی ظلم تھا اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ان کو سختی سے منع فرمایا کہ وہ ظلم وخوں ریزی کو پسند نہیں فرماتے تھے (۲۰۱)۔

لڑکوں کے کھیل

لڑکوں بالوں کو کھیل کود سے طبعی دلچسپی ہوتی ہے۔ قریشی جاہلی دور اور مکی نبوی عہد کے بچے لڑکے بھی کئی کھیل کھیلتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کے واقعات سیرت میں گزر چکا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر اپنے پانچ سالہ قیام کے دوران ان کے بچوں کے ساتھ کھیل کھیلتے رہے۔ واقعہ شق صدر میں مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے جب فرشتوں نے سینہ مبارک چاک کیا تھا۔ خانہ کعبہ کی اولین تعمیر قریشی کے واقعہ میں آپ ﷺ کے پتھر ڈھونے کے حال کے ضمن میں قریشی بچوں کا کھیلنے کا ذکر آیا ہے کہ وہ پتھر ڈھونے کا کھیل بھی کھیلتے تھے۔ اپنے اولین سفر مدینہ میں آپ ﷺ نے یثربی بچوں کے ساتھ عدی بن نجار کے قلعہ

Marfat.com

میں کھیلنے اور تیرنے وغیرہ کے معصومانہ تجربات کئے تھے۔ دوسری نسل قریش کے بچوں مثلاً حضرت عباس کے فرزندوں قثم وعبیداللہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ دوسی اپنے بچپن میں اپنی چھوٹی سی بلی (ھریرہ) کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور اس کی وجہ سے ان کا نام ہی ابو ہریرہ پڑ گیا۔ عام بچوں کے کھیل کھیلنے کے بارے میں روایات سیرت وسوانح میں یہ بھی ذکر آتا ہے کہ مکہ کے کمزور طبقات کے مسلمانوں کے بچے اپنے کھیل کھیل رہے تھے (۲۰۲)۔

لڑکیوں کے کھیل

کچھ کھیل لڑکپن کے لڑکوں اور لڑکیوں میں مشترک ہوتے ہیں جیسے مدنی لڑکی انیسہ کے ساتھ آپ ﷺ یا رضاعی بھائی بہنوں کے ساتھ آپ ﷺ کے کھیلوں کا ذکر آیا ہے۔ مکہ مکرمہ کے اور دوسرے بچوں کے ان مشترکہ کھیلوں کا معاملہ تسلیم شدہ واقعہ ہے۔ کچھ کھیل ایسے تھے جو لڑکیوں کے لئے خاص تھے۔ ان میں شامل تھے: گڑیوں (بنات) سے کھیلنا، جھولا جھولنا (ارجوحۃ)، خاص کھلونے کھیلنا وغیرہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مدنی دور کے کھیلوں کے بارے میں بہت سی احادیث ملتی ہیں۔ مکی دور میں جب وہ نو سال تک رہیں کئی کھیل کھیلتی ہیں۔ وہ اپنی ماں حضرت ام رومان کی بنائی ہوئی گڑیوں اور دوسرے کھلونوں سے مکی دور میں کھیلتی رہی تھیں اور ان کو اپنے ساتھ مدینہ لے کر گئی تھیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں مقامات پر وہ تنہا بھی کھیلتی تھیں اور اپنی سہیلیوں (صواحب) کے ساتھ بھی کھیلا کرتی تھیں۔ مکہ مکرمہ کے دور کا ایک واقعہ وہ خود بیان کرتی تھیں کہ وہ ایک اپنی سہیلی کے ساتھ کھیل رہی تھیں جب سورہ اقتربت الساعۃ کے نزول کی خبر ان کو ملی تھی۔ وہ دراصل اپنے بچوں کے کھیلوں کا ذکر فرما رہی تھیں کہ میں چھوٹی سی بچی تھی اور کھیلا کودا کرتی تھی جب محمد ﷺ پر قرآن مجید کا نزول شروع ہوا۔ یہ صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کے کھیلوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان تمام بچیوں کا ہے جو عہد مکی نبوی میں مکہ اور دوسرے مقامات پر اپنے اس دور سے گزر رہی تھیں (۲۰۳)۔

Marfat.com

شعر خوانی

شاعری عرب فطرت میں ہمیشہ رہی اور اس پر یہ محاورہ پوری طرح صادق آتا ہے کہ وہ ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ وہ شعر سنتے تھے، گاتے تھے، کہتے تھے اور سناتے تھے اور لکھتے لکھاتے تھے۔ عرب شعراء شعری مقابلے مواقع ومواسم پر منعقد کرتے تھے۔ بازار عکاظ ان کا سالانہ شعری دنگل تھا جہاں خاص طور سے تمام عرب قبیلوں کے نامی گرامی شعراء آتے اور اپنے اشعار سناتے ماہرین شعر اور ناقدین فن ان کے حسن وقبح اور اوصاف کو پرکھتے اور ان شعراء میں سے منتخب کرتے جو صاحبان فضیلت بن جاتے وہ صرف عکاظ کے شعری معاملہ نہ تھا، دوسرے بازاروں میلوں ٹھیلوں کے علاوہ عام مجالس قومی اور محافل خاندانی میں شعر خوانی ہوتی۔ ایک عظیم مکی صحابی حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ کا واقعہ ہے کہ وہ مشہور قریشی سردار ولید بن مغیرہ مخزومی کی جوار کو مسترد کرنے کا اعلان قریشی اکابر کے سامنے مسجد حرام میں حسب روایت قریش کرنے کے بعد واپس ہونے تو ایک مجلس قریش میں بیٹھ گئے جہاں مشہور شاعر حضرت لبید بن ربیعہ اپنے اشعار سنا رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ مصرعہ پڑھا: الا کل شی ما خلا اللہ باطل پر حضرت عثمان بن مظعون نے ان کی تصدیق کی کہ سچ کہا لیکن دوسرے مصرعہ: وکل نعیم لا محالۃ زائل پر نقد کیا کہ نعیم جنت کبھی زائل نہیں ہوتی۔ شاعر گرامی نے قریشی اکابر سے ان کے رویہ پر فریاد کی اور حضرت عثمانؓ کو اپنے نقد وتبصرہ کی وجہ سے ان کے ہاتھوں مار کھانی پڑی۔ یہ صرف ایک واقعہ ہے ورنہ قریش کے اکابر کی بالخصوص ایسی مجالس شعر بہت سی تھیں بلکہ وہ مستقل نوعیت کی تھیں اور ایک سماجی روایت تھیں (۲۰۴)۔

مجالس شبانہ

عربوں اور خاص کر قریش مکہ میں رات مجلس جمانے کا شوق تھا اور وہ ان

Marfat.com

مجلسوں میں شعر کے علاوہ قصے کہانیاں بھی سنتے تھے۔اس فن کے ماہر قصہ گو (قصاص) کا طبقہ اسی دلچسپی کے باعث پیدا ہوا تھا۔ وہ ایام جاہلیت خاص کر جنگوں کے واقعات سناتے تھے۔اور اپنے مخالفین کا خون گرماتے تھے۔ بسا اوقات یہ ایام العرب شعر و نظم میں ہوتے تھے اور وہ اس طرح دوسروں تک پہنچتے تھے۔عربی ادب و محاضرات میں اس تمدنی روایت کو السمر ۃ اور سنانے والے کو السامر (سمر و سمار) کہا جاتا ہے اور شبانہ مجلس کا بھی یہی نام ہے۔طبقہ السامرۃ پیشہ ور فنکاروں کا تھا اور وہ قریش مکہ میں بہت مقبول تھے۔ان میں سے متعدد فنکاروں کا ذکر جاہلی دور میں ملتا ہے (۲۰۵)۔

موسیقی

موسیقی کی دونوں قسمیں گانا (غنا:Vocal) اور بجانا (مزامیر) عربوں میں بہت مقبول تھیں۔قریش مکہ اور دوسرے عرب افراد و طبقات میں سے بہت سے ان کے دیوانے تھے اور ان کی مجلس اور تقریبیں ان سے خالی نہیں رہ سکتی تھیں۔ وہ انفرادی طور سے گاتے بجاتے تھے۔مجلسوں میں موسیقی کی دھنیں اڑاتے تھے۔خاص تیوہاروں اور موسموں پر گانے بجانے کا اہتمام کرتے تھے عام افراد و طبقات کے گانے بجانے کے علاوہ خاص پیشہ ور اہل غنا و موسیقی ہوتے تھے۔ان میں عورتیں خاص کر ان کی مغنیائیں بہت مقبول تھیں۔ وہ قین (قینات کہلاتی تھیں۔ وہ آزاد پیشہ بھی ہوتی تھیں اور اکابر قریش و عرب کی ملازمت بھی کرتی تھیں۔موسیقار مرد بھی اہل مال و دولت سے وابستہ ہوتے تھے۔ وہ عام طور سے غزل کہلاتے تھے۔مکہ مکرمہ سے زیادہ یثرب کے اوس و خزرج کے عرب قبیلے اور دوسرے باسی موسیقی کے بڑے دلدادہ تھے۔خاص طور سے شادی بیاہ کے موقعہ پر ان کے گھروں میں گانے بجانے کی مجلس ضرور جمتی تھیں اور ایسا لگتا ہے کہ دولہن والے کسی مغنی کو ساتھ بھیجتے تھے۔

موسیقی برائے تفریح کے خاص مواقع تھے: شادی یا بارات اور نکاح کا دن، ولیمہ کا موقعہ، رخصتی کا موقعہ، تیوہار و عید قریش، یہودی عاشوراء اور یثربی عاشوراء کا

Marfat.com

دن، اکابر قریش وعرب کے استقبال وخیر مقدم کا دن، غزوات وجنگوں سے واپسی کا موقعہ اور خاص جنگوں کے دوران رجزیہ شاعری اور موسیقی کا ہیجان خیز رواج، اونٹوں کو بھگانے دوڑانے کا مواقع حدی خوانی اور عام مجالس غنا وسرود۔ رسول اکرم ﷺ کی قبل بعثت عصمت و حفاظت الٰہی کے بیان میں یہ ذکر آچکا ہے کہ دو موقعوں پر آپ ﷺ نے مکہ میں شادی کی موسیقی میں شرکت کرنی چاہی تھی مگر نہ کر سکے۔ مدینہ آمد پر انصار کی خواتین اور بچیوں نے آپ ﷺ کا خیر مقدم گانا گا کر کیا تھا۔ غزوہ احد میں اشراف قریش کی بیویوں نے رجزیہ موسیقی سے جذبات ابھارے تھے۔ خاص مکی سرداروں جیسے ابن خطل کی دو ملازم مغنیات تھیں جو اس کے لئے گانا گاتی اور مزامیر بجاتی تھیں اور ہجو بھی گایا کرتی تھیں۔ ایک سردار مکہ عمرو بن ہاشم کی مولاۃ سارہ مغنیہ بھی تھی اور نوحہ کرنے والی بھی۔ مقیس نامی سردار مکہ دو گانے والیاں (قینات) ملازم تھیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ اعلان نکاح کا ایک طریقہ دف بجا کر گانا گانا ہے۔ وہ حلال وحرام رشتہ ازدواج کا فرق بتاتا ہے۔ دف کی آواز اعلان بن گئی۔

مدنی دور نبوی میں ان واقعات موسیقی کا ذکر احادیث وروایات میں زیادہ آتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکی دور نبوی بھی ان روایات کو رکھتا تھا۔ مکی دور نبوی میں یثرب کے متعدد شعراء اور امراء اور شیوخ کی گانے والیاں تھیں جیسے حضرت حسان بن ثابت خزرجی کی مجلس شمائلیں کا واقعہ ہے۔ عاشوراء کے دن یہود مدینہ وخیبر مدتوں سے عید مناتے اور اس میں گاتے بجاتے آرہے تھے۔ اور ان سے قبائل عرب نے بھی ان کو سیکھ لیا تھا۔ وہ مکی دور نبوی سے قبل کی روایت تھی جو بعد میں خلافت اسلامی کے مختلف ادوار تک جاری رہی۔ ان میں گانا بجانا دونوں ہوتا تھا۔ موسیقی اور غنا کے باب اسلامی اصول اور نبوی سنت یہ تھی کہ صاف ستھری موسیقی کو مباح رکھا گیا۔ اور مزامیر میں سے چند چیزوں کو جیسے دف وغیرہ۔ شہوت انگیز اور بیہودہ شعر خوانی اور گانے اور بجانے کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا۔ بہر حال موسیقی صرف جائز ہے واجب نہیں (۲۰۶)۔

Marfat.com

حواشی

۱۷۴- مقامی تمدن اور وسیع تر تہذیب اور عالمی تہذیب وثقافت کا فرق وامتیاز اپنی جگہ مگر ان دونوں کا بیک وقت اتحاد ہوتا ہے۔اس پر مآخذ تہذیب نے کافی مواد جمع کر دیا ہے۔

۱۷۵- ان تمام مباحث کے حوالے گزر چکے۔مغربی مورخین نے ان کو خوب ابھارا ہے۔ملاحظہ ہو: گولڈزیہر، ریوبن لیوی اور مونٹگمری واٹ وغیرہ کی کتابیں۔

۱۷۶- بخاری/فتح الباری کا باب ابن اخت القوم کا حوالہ آچکا ہے اور نسب وقبائلی تعلقات کے ضمن میں بھی بحث آچکی اور ان کے حوالے بھی۔

۱۷۷- بخاری، کتاب الاطعمہ کے ابواب؛ فتح الباری، ۹/۶۷۷ومابعد، دیگر کتب حدیث کے ابواب طعام؛ عہد نبوی کا تمدن، ۲۳۳-۲۵۰۔

۱۷۸- بخاری، کتاب الاشربہ کے ابواب؛ فتح الباری، ۱۰/۹۴ومابعد؛ عہد نبوی کا تمدن، ۲۴۹ومابعد۔گزشتہ مباحث مکہ کے کنوؤں وغیرہ کے بارے میں، ازرقی، تاریخ مکہ، ۱/۲۷۹ومابعد۔

۱۷۹- عہد نبوی کا تمدن، ۲۸۹ومابعد؛ اہم مآخذ ہیں: بخاری، مسلم وغیرہ کی کتاب اللباس اور ان کے ابواب؛ فتح الباری، ۱۰/۳۲۰۔

۱۸۰- بلاذری، ۱۰/۱۰۰؛ ۷۸اوغیرہ؛ فتح الباری، ۱/۶۱۵وغیرہ؛ ابن اسحاق: ۱/۸۱؛ کان رسول اللہ ینام فی بردہ ذلک اذا نام۔

۱۸۱- فتح الباری، ۱۰/۳۱۹ومابعد، بخاری، احادیث: ۵۷۸۴-۵۷۸۵؛ عہد نبوی کا تمدن: اسبال ازار پر بحث: ۳۰۸ومابعد، خاص کر ۳۲۲-۳۲۷۔

Marfat.com

۱۸۲- عہد نبوی کا تمدن، ۳۱۵ و مابعد، مآخذ ہیں: فتح الباری، ۱۰/۱۰۱، ۳۳۰ و مابعد؛ ابن ہشام، ۱/۴۲۳؛ ابن ماجہ، کتاب القمیص، باب کم القمیص کم یکون؛ اسد الغابہ، ۴/۵۷، ۶۷ وغیرہ؛ بلاذری، ۱/۳۹۶۔

۱۸۳- ابن ہشام، ۱/۲۳۹، بخاری، باب ھجرۃ النبی ﷺ الخ وغیرہ؛ سورہ احزاب: ۵۹؛ کتاب اللباس کے ابواب بخاری؛ عہد نبوی کا تمدن، ۳۴۹ وغیرہ، خاص کر ۳۷۶-۳۸۳؛ فتح الباری، ۱۰/۳۳۰۔ و مابعد۔

۱۸۴- بخاری، باب اسلام عمرؓ؛ فتح الباری، ۷/۲۰۹-۲۱۴ وغیرہ۔

۱۸۵- یہ تجزیاتی بحث عہد نبوی کا تمدن کا ایک باب ہے جو مآخذ حدیث و سیرت کی روایات کی تنقید و تحلیل پر مبنی ہے۔ ملاحظہ ہو: ۳۹۸ و مابعد؛ ۴۰۲ و مابعد، خاص کر بحث: ملبوسات سے متعلق اصولی مباحث، ۴۲۱-۴۵۰ و مابعد۔

۱۸۶- ابن ہشام، ۱/۱۹۹ حاشیہ سہیلی، الروض الانف، خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی ایک قدیم رسم ہے اور وہ خالص دینی بھی ہے اور معاشرتی و تہذیبی بھی۔ جاہلی دور سے اس پر مختلف قسم کے کپڑوں کے غلاف (کسوۃ الکعبہ) چڑھائے جاتے رہے۔ یہ میراث عہد نبوی کے بعد بھی جاری رہی اور آج تک جاری ہے۔ اس کے غلاف پہلے باہری ملکوں سے آتے تھے اور ان میں مصر کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔

۱۸۷- حدیث بخاری: ۵۹۰۲؛ فتح الباری، ۶/۵۹۲-۵۹۳؛ ۱۰/۴۳۷ و مابعد وغیرہ میں لمہ، جمہ اور وفرہ کا ذکر ہے۔ حدیث بخاری: ۳۴۴۴ میں حضرت عیسیٰؑ کے بال بھی لمہ تھے اور بقول نبوی اس سے زیادہ خوبصورت گیسوئے دراز نہیں دیکھے۔ انہوں نے ان میں کنگھی بھی کر رکھی تھی۔ ان تینوں اقسام کے بالوں پر شارحین کا اختلاف بھی ہے کہ کون سب سے زیادہ دراز تر تھے۔ نیز دیگر کتب حدیث جیسے ابوداؤد، کتاب الترجل میں آپ ﷺ کے غدائر یعنی عقائص (پٹیوں) کا ذکر ہے۔ ان کے لئے دوسرا لفظ ذوابۃ جمع ذواب ہے اور وہ بالعموم بچوں کے بالوں کی پٹیوں یا چوٹیوں کے بارے میں آتا ہے: ابوداؤد؛ باب فی الزوابۃ؛ نسائی وغیرہ؛ فتح الباری، ۱۰/۴۲۶ و مابعد، ریش اور مونچھ کے لئے۔

Marfat.com

مسلم کی حدیث: ۲۲۹۵ وغیرہ میں ازواج مطہرات کے بالوں کے کاٹنے کا اور وفرہ بنانے کا ذکر ہے اور باندی کے بال بنانے کا بھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بال مکی دور میں بڑے تھے اور ہجرت کے بعد بیماری کی وجہ سے جمیمہ بن کر رہ گئے تھے: فتح الباری، ۲۷۸/۷ و مابعد؛ نیز بخاری، کتاب اللباس باب الفرق وغیرہ، باب الامتشاط؛ ابوداؤد، کتاب الطهارہ میں خطمی، ضماد وغیرہ کا ذکر ہے۔

۱۸۸- بخاری، کتاب اللباس، باب القزع؛ فتح الباری، ۴۵۶/۱۰-۴۵۸؛ خضاب کے لئے: ۴۳۲/۱۰-۴۳۵؛ عہد نبوی کا تمدن، ۴۶۵-۴۹۰۔

۱۸۹- ترمذی، ابواب الاستیذان و الآداب، باب فی طیب الرجال والنساء؛ فتح الباری، ۴۵۵/۱۰ و مابعد، مسلم، کتاب اللباس، کتاب الزینة، کتاب الترجل، باب فی استحباب الطیب، شاہ ولی اللہ کا رسالہ سیرت، ۸۷ و مابعد جو مختصرات سیرت محبّ الدین طبری، ابن سید الناس پر مبنی ہے؛ عہد نبوی کا تمدن، ۴۹۱-۵۰۷۔

۱۹۰- خاتم/خواتین کے لئے: فتح الباری، ۳۹۳/۱۰ و مابعد؛ اس سے قبل اور بعد صحابہ کی خواتیم کا ذکر ہے۔

خواتین کے زیورات کے لئے: بخاری، کتاب اللباس کے مختلف ابواب؛ فتح الباری، ۴۰۴/۱۰ وغیرہ کے مباحث؛ ابوداؤد: ۱۵۶۵؛ فتح الباری، ۶۰۱/۲-۶۰۴ وغیرہ؛ اسد الغابہ، ۴۴۰/۵ نیز دوسرے تراجم صحابیات و صحابہ؛ عقد زینبؓ کے لئے ابن ہشام، ۶۵۳/۱ وغیرہ؛ خواتین قریش کے زیورات کے لئے: بلاذری، ۳۲۲/۱؛ ابن ہشام، ۴۱/۳؛ واقدی، ۳۷۶، ۶۷۳ وغیرہ؛ فتح الباری، ۴۳۸/۱۰؛ حضرت ابوبکرؓ کی بہن کا نام قریبہؓ تھا جو اسد الغابہ وغیرہ میں مذکور نہیں ہے؛ ابن ہشام، ۴۰۵/۲-۴۰۶؛ واقدی، ۸۲۴؛ عہد نبوی کا تمدن، ۵۰۸-۵۵۲۔

۱۹۱- ابن اسحاق، ۸۱/۱ کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر (فراش) پر سونے کا حکم دیا تھا؛ بلاذری، ۵۲۵/۱: "كانت قريش بمكة وليس شئى احب اليها من السرير تنام عليه...... الخ فتح الباری، ۳۵۷/۹؛ ۴۸۱/۱۰ و مابعد، حدیث بخاری: ۳۸۱

Marfat.com

حدیث خمرہ کے لئے، ام ایمنؓ پر مضمون مذکورہ بالا۔

۱۹۲- مد، صاع، مکوک وغیرہ ماپ تول کے پیمانوں کے لئے: فتح الباری، ۱/ ۳۹۳ و مابعد، بخاری، کتاب الغسل وغیرہ، کتاب الوضوء؛ دھونے اور نہانے کے برتنوں ے لئے: مسلم، ابوداؤد، ترمذی، کتاب الطہارۃ کے ابواب؛ نسائی میں مرکن کا ذکر ہے۔ ڈول، ذنوب، سجل وغیرہ کے لئے: فتح الباری، ۷/ ۲۴ و مابعد، ۱/ ۴۲۲؛ ابوداؤد وغیرہ۔

پانی کھینچنے اور رکھنے کے ظروف کے لئے: فتح الباری، ۱/ ۵۹۵ وغیرہ؛ ابوداؤد وغیرہ کی کتاب الطہارہ کے ابواب؛ نیز فتح الباری، ۶/ ۹۷، ۴۷۸؛ حدیث بخاری: ۱۹۸؛ کتاب الاشربۃ/ فتح الباری، ۱۰/ ۲۷-۷۷ وغیرہ؛ مسلم: ۳۱۲: ۶۸۲/ ۳۷۔ مفصل بحث کے لئے عہد نبوی کا تمدن، ۶۴۶-۶۸۰؛ جرہ/اس کے جمع جرار کا حوالہ مذکورہ بالا میں ہے۔

۱۹۳- ظروف طعام کے لئے: حدیث ابوداؤد: ۶۸؛ ابن سعد، ۳/ ۶۱۴؛ بلاذری، ۱/ ۴۳۱، ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، ابوداؤد: حدیث: ۲۹۷۰ وغیرہ؛ بخاری، کتاب المظالم، باب اذا کسر قصعۃ الخ؛ قدح ساز: ابن ہشام، ۲/ ۲۹۰؛ کھانا پکانے کے برتن: ابن ہشام، ۲/ ۲۵؛ بخاری حدیث: ۴۱۰۱-۴۱۰۲؛ دستر خوان: فتح الباری، ۹/ ۶۵۶-۹۵۷؛ حدیث بخاری: ۴۲۱۱-۴۲۱۳؛ واقدی، ۷۰۸؛ عہد نبوی کا تمدن، ۶۸۱ و مابعد۔

۱۹۴- تنور اور چولھا: سورہ ہود: ۴۰، مومنون: ۲۷؛ اسد الغابہ، ۲/ ۷۳؛ ابن سعد، ۳/ ۳۱۷، ۴/ ۹۳ وغیرہ؛ ابوداؤد: حدیث: ۴۰۶۶؛ فتح الباری، ۸/ ۱۴۱ وغیرہ؛ حدیث بخاری: ۴۱۰۱؛ عہد نبوی کا تمدن، ۱۶۰-۱۶۲۔

۱۹۵- ابن سعد، ۱/ ۷۵-۷۶؛ اسد الغابہ، ۵/ ۲۴۸؛ عہد نبوی کا تمدن مذکورہ بالا۔

۱۹۶- عہد نبوی کا تمدن: ۷۰۱-۷۰۴؛ مصادر ہیں: بلاذری، ۱/ ۹۵؛ ابن ہشام، ۳/ ۳۲۰ و مابعد؛ ابن ہشام، ۲/ ۸۴؛ واقدی، ۶۳۷؛ نیز قرآنی آیات، سورہ مطففین، اسراء، انعام: ۱۵۲؛ اعراف: ۸۵؛ ہود: ۸۴-۸۵ وغیرہ؛ نیز ظروف کے سابقہ مباحث اور ان کے حوالے۔

۱۹۷- عہد نبوی کا تمدن: ۷۰۵-۷۰۸ و مابعد۔ بخاری/ فتح الباری اور دیگر کتب حدیث و سیرت میں عید کی خوشی کی احادیث و روایات وغیرہ، نادی/ اندیہ کا ذکر قرآن مجید کی سورہ اقراء وغیرہ

Marfat.com

میں ہے اور سقیفہ کا روایات حدیث و سیرت میں۔

۱۹۸- بخاری/فتح الباری: کتاب الجھاد و السیر کے مختلف ابواب جیسے باب التحریض علی القتال؛ باب السبق من الخیل ، باب التحریض علی الرمی ؛اور دوسری کتب حدیث میں ایسے ہی کتب و ابواب؛ عہد نبوی کا تمدن، ۶۰۶-۶۰۸؛ عہد نبوی میں قریش ثقیف تعلقات، تمہید وغیرہ۔

۱۹۹- ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/۳۵-۳۶؛ سہیلی، ۲/۱۷۸-۱۷۹: حضرت رکانہؓ بن عبد یزید سے آپ کے کشتی کے دو مقابلوں کے لیے۔

۲۰۰- مذکورہ بالا ابواب بخاری وغیرہ بالخصوص السبق کا باب۔

۲۰۱- تیراندازی کے ابواب بخاری وغیرہ؛ عہد نبوی کا تمدن، ۷۰۸۔

۲۰۲- مسلم، کتاب الایمان ، باب الاسرا ، الخ؛ ابن اسحاق/ابن ہشام، ۱/۱۸۳، ۲۳۱؛ بخاری، کتاب الصلاۃ ، باب ابن کثیر ، ۱/۲۵۰؛ نیز عہد نبوی کا تمدن، ۷۰۹-۷۱۹۔

۲۰۳- بخاری، کتاب التفسیر ، سورہ اقتربت الساعۃ ؛ فتح الباری، ۹/۴۹ و مابعد؛ حدیث بخاری: ۴۹۹۳؛ فتح الباری ۱۰/۶۴۶ و مابعد عہد نبوی کا تمدن، ۷۱۹-۷۲۳ بحوالہ مسلم، باب النکاح ، باب تزویج الاب البکر الصغیرۃ؛ بلاذری، ۱/۴۱۰ وغیرہ۔

۲۰۴- ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/۱۳-۱۵۔

۲۰۵- ابن اسحاق/ابن ہشام، ۲/۱۳-۱۴ و مابعد؛ سہیلی، ۲/۱۵۶ و مابعد اور دیگر کتب سیرت میں ایسی مجالس شبانہ کا ذکر آتا ہے۔ عرب لغات میں السمر/السامرہ کے معانی و مفاہیم کے ساتھ روایات کا بھی حوالہ ہے خاص طور سے لسان العرب میں؛ عہد نبوی کا تمدن، متعلقہ بحث، ۷۷۵ و مابعد۔

۲۰۶- عہد نبوی کا تمدن، ۷۵۹-۷۸۰ باب موسیقی کے مباحث؛ خاص مصادر ہیں: بخاری۔ کتاب النکاح کے ابواب، باب ضرب الدف . . الخ ؛ فتح الباری، ۹/۲۵۳ و مابعد ۲۸۱؛ ابن ماجہ، کتاب النکاح ، باب الغناء . . . الخ؛ دیگر کتب حدیث میں ابواب الغنا والدف؛ پیشہ ور قینات کے لیے: بلاذری، ۱/۲۹۰؛ ابن ہشام، ۲/۱۹۲-۱۹۶ و مابعد۔

Marfat.com

Marfat.com

خطبہ نہم

تعمیر وفن تعمیر

جزیرہ نمائے عرب کا فن تعمیر جاہلی دور میں اپنی تہذیب اور اپنے تمدن کے مختلف ادوار کی طرح مختلف انداز کا تھا۔ جنوبی عرب پٹی، جو یمن سے حضرموت و ہجر تک پھیلی تھی متمدن سلطنتوں کی وجہ سے اعلیٰ فن تعمیر اور شاندار عمارات رکھتی تھی۔ شمالی علاقہ عرب میں بھی متعدد قدیم سلطنتوں نے فن تعمیر کی بلندیوں کو چھولیا تھا اور وہ پہاڑوں کو کاٹ کر شاندار محلات بناتے تھے۔ قرآن مجید میں سورہ اعراف: ۷۴، سورہ حجر: ۸۲ اور سورہ شعراء: ۱۴۹ میں قوم عاد وغیرہ کی شاندار کاریگری کا ذکر کیا ہے جبکہ سورہ سبا: ۱۳ وغیرہ میں قوم سبا کے تمدن و تعمیر اور تعمیرات کو بیان کر کے ان کی فنی تعریف کی ہے۔ آثار قدیمہ سے اس کی تائید ہوتی تھی (۲۰۷)۔

وسطی عرب میں فن تعمیر بالکل ابتدائی یا بدویانہ نہ تھا مگر وہ اتنا ترقی یافتہ بھی نہ تھا۔ وہ دونوں کے وسط میں تھا۔ بدوی قبائل کے علاقے فن تعمیر اور تعمیرات سے عاری تھے کیونکہ وہ عمارت بناتے تھے نہ ان میں رہتے تھے، وہ خانہ بدوش تھے۔ شہری آبادی (اهل الحضارة) کا معاملہ ان سے مختلف تھا۔ وہ تعمیرات کرتے تھے اور مکانات میں رہتے تھے۔ مرکزی آبادی میں مکہ مکرمہ، یثرب، طائف اور یثرب کے شمال میں یہودی بستیاں خیبر وفدک وغیرہ خاصی متمدن تھیں۔ ان میں فن تعمیر کافی ترقی کر چکا تھا اور اس کی وجہ سے ان کی عمارات و تعمیرات شاندار تھیں اور بعض بعض اعلیٰ فنی نمونہ تھیں۔

طائف، یثرب اور خیبر وغیرہ میں اوسط سے اعلیٰ درجہ کے قلعے (حصون) اور گڑھیاں (آطام) تھیں۔ طائف شہر پہاڑی مسطح زمین پر آباد تھا اور اس کے اردگرد

Marfat.com

ایک مضبوط و مستحکم فصیل بنا کر اسے ایک شاندار قلعہ بنا دیا گیا تھا۔ یہودی بستیوں میں خیبر کے قلعے بہت سے تھے اور وہ چھ سات گروپ میں منقسم تھے اور ہر ایک وسیع و عریض شہر تھا۔ یثرب میں قلعوں کے علاوہ آطام بہت تھے اور وہ شاندار تعمیرات تھیں جن میں ہر طرح کی عمارتیں، تالاب، کنوئیں وغیرہ ہوتے تھے۔ ان آطام میں بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کے آطام مشہور اور مستحکم تھے لیکن اوس وخزرج کے بعض بطون و اکابر کے بھی شاندار آطام تھے۔ مکہ مکرمہ بیت اللہ کی وجہ سے حملوں سے محفوظ تھا لہذا وہاں قلعوں اور گڑھیوں کا وجود نہ ہو سکا لیکن امراء کے محلات و آطام رکھتا تھا۔ عام اور اوسط آبادی کی عمارتیں اور بیوت و دُور (گھر) معمولی سے اوسط درجہ کے تھے اور ان میں سے بعض شاندار بھی تھے (۲۰۸)۔

عمارت خانہ کعبہ

سیرت نبوی کے واقعات میں عہدِ نبوی کے دو واقعاتِ تعمیر خانہ کعبہ کا ذکر آچکا ہے۔ وہ اس کی بعض تفصیلات بتاتا ہے۔ فنِ تعمیر کے لحاظ سے وہ شروع شروع میں ایک چوکھٹا معمولی جھونپڑا سا تھا اور اس کی دیواریں سیلاب میں بہہ جاتی تھیں۔ بعثت نبوی سے قبل سنہ ۶۰۵ء میں اس کی دوسری تعمیرِ قریش خاصی مستحکم بنیادوں پر کی گئی تھی جو پورے عہدِ نبوی میں باقی رہی۔ قریشی بطون کے اکابر و عوام نے نئے سرے سے اس کی عمارت تعمیر کی اور اس میں ہر خاندان کے لوگوں نے اپنے حصہ کی تعمیر کی۔ اصل ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کا کام شروع ہوا اور دیواریں پتھروں سے جوڑ کر بنائی گئیں اور چھت لکڑی کے تختوں سے قائم کی گئی جو اندرون خانہ کعبہ کے چھ ستونوں پر قائم تھی اور وہ ستون لکڑی کے تھے۔ ان کو بنانے میں ایک قبطی نجار نے حصہ لیا تھا جیسا کہ ذکر آچکا۔

روایات سیرت و حدیث میں قریشی اکابر و عوام کے علاوہ بچوں لڑکوں کے پتھر ڈھونے اور پہاڑوں سے لانے کا ذکر ہے۔ دونوں تعمیرات میں رسول اکرم ﷺ

Marfat.com

اور آپ ﷺ کے چچا عباس بن عبد المطلب ہاشمی کا خاص اور دوسروں کا عام ذکر کر کے ان کا کردار بتایا گیا ہے۔ پورے عہد نبوی میں کعبہ کی عمارت اٹھارہ ہاتھ لمبی چوڑی تھی اور سامان ورقم کی کمی کی وجہ سے قریش نے شمالی حصہ بلاتعمیر چھوڑ دیا تھا جو حطیم کہلاتا ہے اور نیم مدور (گول جیسا) حصہ ہے مگر دیواروں سے اس کی حد بندی کر دی گئی تھی تا کہ یہ معلوم رہے کہ وہ کعبہ کا ہی حصہ ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ بعد میں اس کی تعمیر کر کے اسے اصل مسقف وتعمیر شدہ حصہ میں شامل کر کے دور ابراہیمی کا خانہ کعبہ پورا کر دیں گے۔ لیکن وہ بعد میں اسلام سے الجھ گئے اور اسلام ورسول اکرم ﷺ کی دشمنی نے تکمیل کی مہلت نہ دی یا وہ اسے ضروری نہ سمجھ سکے۔ فتح مکہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کی کامل ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کا خیال کیا لیکن قریش وعرب کے نئے نئے اسلام میں داخل ہونے کے خیال سے باز رہے۔

فن تعمیر کے لحاظ سے خانہ کعبہ کی عہد نبوی کی عمارت خاصی پختہ ہے۔ دیواریں پتھروں سے بنائی گئی تھیں اور مضبوط بھی تھیں۔ چھت اندرون کعبہ میں متعدد (چھ بروایت بخاری) ستونوں پر قائم کی گئی تھی اور دیواروں تک وسیع تھی۔ اوپر کے حصہ میں عمدہ مٹی کا پلاسٹر کیا گیا تھا۔ حطیم کی جانب ایک بڑا پرنالہ رکھا گیا تھا جس کی طرف چھت کی ڈھال تھی تا کہ بارش کا پانی اس سے نکل سکے۔ وہ میزاب رحمت کہلاتا ہے۔ چھتوں کے ڈھال کے سرے پر عام طور سے پرنالہ (میزاب) لگایا جاتا تھا اور وہ بسا اوقات پڑوسیوں میں باعث فساد بنتا تھا۔

حجرِ اسود کے قریب کے رکن سے متصل خانہ کعبہ کے اندر جانے کا ایک بڑا دروازہ خاصی اونچائی۔ قدآدم سے بھی زیادہ۔ پر رکھا گیا تا کہ سب اندر نہ جاسکیں اور جائیں تو اجازتِ اکابر سے جائیں۔ دروازہ میں دونوں پاٹ عمدہ لکڑی کے تھے اور چول پر قائم تھے۔ دونوں کواڑوں کو بند کر کے دہلیز سے ملا دیا جاتا تھا اور اس میں ایک بڑا قفل لگایا گیا تھا جس کی کنجی ہمیشہ صاحب حجابہ کے پاس رہتی تھی (۲۰۹)۔

Marfat.com

مسجد حرام

بیت اللہ کے اردگرد تمام سمتوں میں ایک کامل دائرہ کی شکل میں مسجد حرام تھی جس کا فرش پکا بنایا گیا تھا۔ بالعموم اس مسجد میں ہی نمازیں پڑھی جاتی تھیں اور طواف کئے جاتے تھے۔ اس کے مختلف مقامات کے نام بھی بیان کئے جاتے ہیں وہ بالکل کھلا ہوا صحن تھا جو فناء الکعبہ بھی کہلاتا تھا اور اس کے اردگرد دیواریں یا حائط (حد بندی کی چوحدی) نہیں تھی۔ اسی صحن، فناء الکعبہ، مسجد حرام اور مطاف کے قریب تمام بطون قریش کے اکابر و شیوخ کی مجالس کے مخصوص مقامات بھی تھے۔ یہ مجالس (اندیہ) کہلاتی تھیں جن کا ذکر قرآن و حدیث و سیرت میں ملتا ہے۔ ان کی سماجی، سیاسی، دینی اور تمدنی جہات بہت اہم تھیں۔ مسجد حرام کے اردگرد دیواریں نہ ہونے کے سبب مسجد اور اس کے وسط میں واقع خانہ کعبہ دور دور سے نظر آتا اور رہنمائی کرتا تھا۔ عہد نبوی اور اس کے قبل عہد جاہلی میں بسا اوقات اونٹ اور دوسری سواریوں پر بیٹھ کر بھی خانہ کعبہ کا طواف کرلیا جاتا تھا۔

خانہ کعبہ، مسجد حرام کی تعمیرات عہدِ نبوی میں عام انسانوں کی تعمیری کوششوں کا اور مزدوری کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ صرف چھت یا ستونوں کی تعمیر میں ایک ماہر رومی نجار (بڑھئی) یا جہازی انجینئر کا ذکر روایات سیرت و حدیث میں آتا ہے۔ ابن ہشام کا خیال ہے کہ مکہ میں ایک قبطی نجار نے تاجران روم کے شکستہ جہاز کے تختوں سے ستون اور چھت وغیرہ کا کام کیا تھا۔ ابن اسحاق وغیرہ نے دیواروں کے تمام بطون قریش کے پتھر جمع کرنے کا ذکر کیا ہے اور اس کی تعمیر کا سہرا ان ہی کے سر باندھا ہے لیکن پتھروں کو جوڑنے کا فنی کام اور اس کے لئے مسالہ وغیرہ بنانے کا کام بلاشبہ اکابر کی بجائے پیشہ ور معماروں نے کیا تھا کیونکہ پتھروں کو جوڑے بغیر دیواریں مستحکم تو کیا کھڑی بھی نہ رہ سکتی تھیں۔ روایات میں پتھروں کے باہم پیوست ہونے کا ذکر بہر حال ہے۔ ذکر ملے نہ ملے یہ بہر حال اپنی جگہ مسلم امر ہے کہ دوسرے مہارت والے

Marfat.com

پیشوں کی طرح فن تعمیر کے ماہرین، معمار و کاریگیر مکہ میں تھے اور دوسرے علاقوں میں بھی، خاص کر بڑی تعمیرات میں ان کا حصہ لازمی تھا کہ فنی مہارت اور تعمیری صلاحیت کے بغیر وہ وجود میں نہ آسکتی تھیں۔ عام جھونپڑے اور مکان بہر حال عام و سادہ لوگ بنا سکتے تھے اور بناتے بھی تھے اور ان کی مرمت و تعمیرِ نو بھی کر لیتے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ اپنی ماں کے ساتھ دیواریں مٹی سے لیپ رہے تھے بیت نبوی خاندانی کی تعمیر و مرمت کا ایک حوالہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی کے نکاح حضرت آمنہ کے معاً بعد ملتا ہے۔ کتب سیرت و سوانح میں ایسے متعدد حوالے اور واقعات تعمیر و مرمت مکی جالی، نبوی دور کے آتے ہیں۔ (۲۱۰)

مساجد اسلامی

مکی عہد نبوی میں شہر رسول ﷺ میں متعدد خانگی یا گھریلو مسجدیں تھیں جو صحن، فناء یا دار میں تعمیر کر لی گئی تھیں۔ جیسے مسجدِ نبوی، مسجد صدیقی، مسجدِ عمار بن یاسر وغیرہ ان کے گھروں کے صحن میں تھیں اور جو باہر سے نظر آتی تھیں اور مرکز نگاہ بنتی تھیں۔ ان کی تعمیراتی اور فنی تفصیل نہیں ملتی۔ اندازہ یہ ہے کہ وہ صرف معمولی چبوتروں کی شکل میں مخصوص مقامات پر بنالی جاتی تھیں۔ ان کے اردگرد یا چھت کے لئے ٹٹیاں اور ویسی ہی ٹٹیاں یا چھپر ڈال دیئے جاتے تھے۔ وہ خاص پختہ اور عمدہ تعمیرات نہیں تھیں۔

مسجد قباء اور مسجد یثرب اور بعض دوسری مساجد یثربی قبیلوں اوس و خزرج نے بہر حال تعمیر کر لی تھیں۔ وہ عہد مکی نبوی کی تعمیرات تھیں اور فنی لحاظ سے سادہ تعمیرات تھیں۔ قبلہ کی سمت میں بہر حال ایک دیوار بنائی جاتی تھیں اور اس کے وسط میں ایک محراب جس میں امام کھڑا ہوتا تھا۔ یہ محراب معمولی قسم کی جھونپڑی کی شکل کی ہوتی تھی اور منبر بھی جمعہ کے لئے تھا۔ فرش کچے ہوتے اور دیواریں کھجور کی شاخوں کی یا دوسرے درختوں کی ٹٹیوں سے بنالی جاتیں اور چھت پر معمولی سے چھپر ہوتے

Marfat.com

تھے۔اور وہ کھجور کے تنوں سے بنائے گئے ستونوں پر ٹکے ہوتے تھے۔ان ستونوں کی بھی خاص اہمیت تھی جو دینی تمدنی بھی تھی۔ بعد میں ان میں جب دیواریں پتھروں سے بنائی گئیں تو ان کے ایک دو دروازے بھی لگائے گئے اوران کو بند کرنے کا انتظام بھی کیا گیا۔

مسجد جواثی بحرین کے مقام اور قبیلہ بنو عبدالقیس کی تھی جو جزیرہ نمائے عرب کے مشرق میں عہد نبوی مکی کا آخری حصار تھا۔ وہ شہر چونکہ ایک قلعہ تھا لہٰذا اس کی مسجد کے بارے میں خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ پتھروں کی عمارت تھی اور نسبتاً پختہ بھی تھی۔اس کے بارے میں تفصیلات نہیں ملتیں لہذا مزید کچھ کہنا مشکل ہے (۲۱۱)۔

مکانات

امامانِ سیرت ابن اسحاق وغیرہ نے سیرت کے واقعات کے ضمن میں مکانات نبوی وصحابہ کرام کا ذکر بعض مقامات پر کیا ہے۔اخبارِ مکہ کے مؤلف گرامی امام ازرقی نے خاص آثارِ مکہ کا ذکر کیا ہے اوران میں کعبہ کی تعمیر و آثار کے حوالے سے بہت تفصیل دی ہے۔اس کے علاوہ منازل النبی ﷺ اور منازلِ صحابہ کرام اوران کے بعد خاص خاندان قریش کے رباع (مکانات اور محلوں) کا ذکر کیا ہے۔قریش اور ان کے حلفاء کے رباع تھے: بنو عبدالمطلب، بنو عبد شمس، آل سعید بن العاص وغیرہ دوسرے بنو امیہ، بنو نوفل، حارث بن فہر، بنو اسد، بنو عبدالدار، بنو زہرہ، ان کے حلفاء آل قارظ، آلِ انمار، اخنس ثقفی وغیرہ، بنو عدی، بنو مخزوم، بنو جمح، بنو سہم اور بنو عامر۔ ان تمام منازل و رباع میں صرف ان کے جغرافیائی مقامات کا ذکر ہے کہ ان کے اصل مکانات، دار اور رباع کس کس علاقے میں تھے اوران کے اسماء کیا تھے۔ان کے ضمن میں وہ بعض فنی وتعمیراتی بیان بھی لاتے ہیں مثلاً منزل نبوی دار الرقطاء اور دار البیضاء کے درمیان تھی اوران کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ لال اینٹوں اور سفید چونے سے یا صرف سفید جھس سے بنائے گئے تھے لیکن یہ سب تعمیرات واسماء بعد کے زمانے کے ہیں۔

Marfat.com

فنی لحاظ سے دار ایک معنی میں محلّہ کے مترادف تھا لیکن وہ خاص مکانات کے اعتبار سے گھر کے ارد گرد چار دیواری کا نام تھا۔ دار (جمع دور) کے حدود میں ایک وسیع و عریض صحن ہوتا تھا جو فناء کہلاتا تھا اور وہ اکثر و بیشتر مکانات کے چاروں طرف ہوتا تھا۔ ان کے بیچ میں اصل گھر (بیت) ہوتا تھا۔ اس میں کئی کمرے ہوتے تھے اور ان کی تعمیر بالعموم پتھروں کی دیواروں اور چھوٹی پٹی کی تختیوں سے بنی چھت ہوتی تھی۔ افرادِ خاندان کے الگ الگ کمرے ہوتے تھے خواہ وہ چھوٹی کوٹھریاں ہوں یا معمولی کولکیاں۔ ان میں دروازے ہوتے تھے جو ایک پٹ یا دو پٹ کے ہوتے تھے۔ بیت یا گھر سے باہر جانے کے بھی ایک یا کئی دروازے ہوتے تھے۔ پچھواڑے بالعموم ایک دریچہ یا خوخہ ہوتا تھا جو ہنگامی حالات میں نکلنے کا راستہ تھا۔ حافظ ابن حجر کے مطابق خوخہ ایک پٹ کا چھوٹا سا دروازہ ہوتا تھا اور بسا اوقات وہ بلا پٹ کا ہوتا اور دیواریں صرف ایک تنگ در کی صورت رکھتا تھا۔ ''کوہ'' نامی روشندان بھی ہوتا تھا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مکان مکہ میں تھا۔ دو مکانات کے بیچ میں ایک دریچہ کلام بھی رکھا جاتا تھا۔ مکانات امراء و اکابر خاصی بڑی تعمیرات ہوتی تھیں جبکہ عوام اور اوسط درجہ کے مکانات چھوٹے ہوتے تھے۔ اور بیشتر کے محض جھونپڑے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کے باب میں ان کے بہن و بہنوئی کے مکان کی ساخت کا پتہ چلتا ہے کہ مکان کے اندر ایک خاص کوٹھری (مخدع) ہوتی تھی جس میں حضرت خباب بن ارتؓ چھپ گئے تھے۔ دار ارقم کے بارے میں بھی کچھ تفصیل ملتی ہے کہ اس کا دروازہ تھا جس کے پٹوں میں درازیں تھیں جن سے حضرت حمزہؓ نے حضرت عمرؓ کو باہر کھڑے دیکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اجازت طلبی کے لئے دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کا استقبال حجرہ میں کیا تھا۔ اپنی دوسری روایت میں ابن اسحاق نے حضرت عمرؓ کے تعاقب نبوی کے حوالے سے دار الرقطاء اور اس کے مکانات کا ذکر کیا ہے (۲۱۲)۔

Marfat.com

آطام وحصون

آطام (گڑھیوں) اور حصون (قلعوں) کا ذکر بلاعموم یثرب کے یہودی قبیلوں یا ان کے ہم مذہبوں کے خیبر کے قلعوں کے حوالے سے آتا ہے۔ ان غیر مسلم قلعوں اور گڑھیوں نے بھی عہد جاہلی میں تعمیراتی فن کے ارتقاء کا خاصا عمدہ ثبوت بہم پہنچایا تھا۔ مکی عہد نبوی میں اسلامی قلعوں اور حصون کا ذکر اوس وخزرج کے بعض بطون اور ان کے شیوخ وسادات کے حوالے سے بھی آتا ہے۔ قبل بعثت کے واقعات میں رسول اکرم ﷺ کے یثرب کے اولین سفر کے دوران خاندان بنوعدی بن النجار کے اطم یا گڑھی کا ذکر آیا ہے جس کے تالاب میں آپ ﷺ پیرتے تھے یا یثربی بچیوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اس کے بعض علاقوں کا بھی ذکر روایات میں ملتا ہے۔ مسلم قلعوں اور گڑھیوں میں حسب ذیل اہم ترین تھے:

۱۔ فارع کا قلعہ۔ حضرت حسان بن ثابتؓ خزرجی کا جو خاصا وسیع قلعہ تھا۔

۲۔ قلعہ بنی حارثہ جو حضرت سعد بن معاذ اوسیؓ کا قلعہ تھا۔

۳۔ اطم دیلم بن حارثہ انصاری، وہ حضرت سعدؓ بن عبادہ خزرجی کا قلعہ تھا۔ اور بہت وسیع وعریض تھا اور جس میں متعدد تعمیرات تھیں۔

۴۔ اجم/اطم بنی ساعدہ جو مشہور قلعہ وگڑھی تھا۔

ان کے علاوہ متعدد دوسرے قلعے اور آطام یثرب میں مکی دور کے مسلمانوں کے تھے۔

بحرین کے قبیلہ عبدالقیس کے قلعہ جواثی کا ذکر بطور اسلامی قلعہ ملتا ہے۔ امکان ہے کہ اس کے علاوہ بعض قلعے اور آطام اس علاقے میں تھے۔ ثقیف وطائف کے قلعہ کا ذکر آچکا ہے کہ پورا شہر ایک عظیم ووسیع فصیل کے درمیان میں آباد تھا اور وہ قریب قریب ناقابل تسخیر تھا۔

آطام نسبتاً چھوٹے قلعے تھے اور حصون ان سے کافی بڑے قلعے اور تعمیرات۔

Marfat.com

وہ دراصل پورے ایک شہر ہوتے تھے اور ہر قلعہ یا اطم اپنے پورے قبیلہ یا بطن یا خاندان کی آبادی کو اپنے اندر بسا لیتا تھا۔ جیسے آطام بنی قینقاع و بنی النضیر وغیرہ یثرب میں تھے۔ بعض بعض حصون خیبر میں قریب قریب دس ہزار سپاہ پر مشتمل فوج رہ سکتی تھی۔ اس میں اتنی گنجائش اور اتنی تعمیرات ہوتی تھیں۔ ان میں رہائش گاہوں کے علاوہ تالاب اور کنوئیں بھی ہوتے تھے۔ اور پانی حاصل کرنے کے دوسرے ذرائع یا آب رسانی کی خاص تعمیرات۔ مکی عہدِ نبوی میں ان میں مساجد بھی تعمیر کر لی گئی تھیں۔ تمدنی لحاظ سے وہ اسلامی قلعے اور گڑھیاں مہمان خانے اور ضیافت گاہیں بھی تھیں کہ ہر کس و ناکس کو روزانہ ان میں کھانا کھانے کے لئے بلایا جاتا تھا۔ اور ان سے خوان نعمت نیچے آباد بستیوں کے لئے اترتے تھے جیسے: اطم ولیم کے بارے میں روایات ملتی ہیں۔ وہ قریب قریب چھوٹے سے شہر ہوتے تھے یا بڑے محلات جن میں کافی لوگ سکونت رکھتے تھے اور اردگرد فصیلوں کے سبب محفوظ بھی رہتے تھے۔ ان فصیلوں میں متعدد دروازے دیو پیکر دروازے ہوتے تھے جن کے اندر توپیں وغیرہ بھی جاسکتی تھیں اور گھوڑسوار آتے جاتے تھے (۲۱۳)۔

کنوئیں اور باغات

چاہِ زمزم کے علاوہ مکہ مکرمہ میں متعدد کنوئیں (بئر/ آبار) جاہلی دور میں کھودے گئے تھے جو مکی عہد نبوی میں بھی زیر استعمال تھے۔ مکہ مکرمہ کی آبادی خاصی بڑی تھی اور وسیع وعریض علاقے پر پھیلی تھی۔ چاہِ زمزم کا پانی ان کی کفایت کر سکتا تھا مگر اس کا لانا مشکل کام تھا۔ مختلف بطون قریش نے اور ان کے اکابر و سادات نے خاص رفاہی مقاصد سے اپنے اپنے علاقوں میں کنوئیں کھدوائے تھے۔ ان کے اسماء اور ان کی وجوہ تسمیہ کافی دلچسپ ہیں۔ ان کا ایک مفصل بیان ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں کیا ہے جو ازرقی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ کنواں کھودنا بہرحال خاصا مشکل فن تھا اور مکہ مکرمہ کی پتھریلی زمین میں ان کا کھودنا کافی مہارت کا طالب تھا۔ یقینی ہے کہ

Marfat.com

وہاں کافی ماہرین تھے۔ مکی کنوؤں میں شامل تھے: (۱) بئر طویٰ۔ عبد شمس بن عبد مناف (۲) بئر بذر۔ ہاشم بن عبد مناف (۳) بئر سجلہ، مطعم بن عدی/ بنونوفل (۴) بئر امیہ بن عبد شمس (۵) بئر سقیہ بنواسد (۶) بئر ام احراد۔ بنوعبدالدار (۷) السنبلہ۔ بنو جمح/ خلف بن وہب (۸) بئر الغمر۔ بنو سہم۔ ان کے علاوہ مکہ مکرمہ کے باہر متعدد کنوئیں تھے جو مرہ بن کعب اور کلاب بن مرہ کے زمانے سے چلے آرہے تھے۔ جیسے بئر رم ورم مرہ بن کعب۔ بئر خم وخم بنی کلاب بن مرہ، بئر الحفر بنوعدی وغیرہ۔ ارزقی نے مکہ مکرمہ کے کم از کم چالیس بئار کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے کچھ بعد زمانے کے تھے لیکن عہد نبوی مکی میں کنوؤں کی تعداد بھی کافی زیادہ تھی اور مذکورہ بالا کے علاوہ خاص تھے: بئر الاسود بن البختری، بئر الاسود بن مطلب بن اسد، بئر الجفر، بئر جبیر بن مطعم، بئر حویطب بن عبدالعزیٰ اور کئی دوسرے۔

یثرب میں بھی متعدد کنوئیں تھے جو یہودی قبائل کے بھی تھے اور اوس و خزرج کے قبیلوں کے بھی۔ موخر الذکر مکی عہدِ نبوی کے اسلامی کنوئیں تھے۔ ان میں مشہور ترین تھے: بئر رومہ، بئر غرس، بئر حاء، مال ابوطلحہ انصاریؓ، بئر جاشم، مال حضرت ابو الہیثم بن التیہانؓ، بیوت السقیاء جو مدینہ سے کچھ فاصلہ پر تھا، بئر مالک بن النضر انصاریؓ۔ ان کے علاوہ دوسرے کنوئیں تھے۔

اطراف مدینہ میں متعدد مشہور کنوئیں تھے جیسے بئر معونہ، بئر میمون، بئر نقیع، بدر کے علاقے میں متعدد کنوئیں تھے۔ ثقیف و طائف کی وادی میں قدرتی چشموں کے علاوہ انسانی کاریگری کے نمونے متعدد کنوؤں کی شکل میں بہت سے مقامات پر تھے۔

ان کنوؤں (بئار) کے بارے میں یہ حقیقت یاد رکھنی ضروری ہے کہ ان کے اردگرد خاصی آراضی ہوتی تھی جو کنوئیں کے ساتھ وقف ہوتی تھی۔ ان سے پانی سب کے لئے تھا لیکن بعض مالکان پانی بیچتے بھی تھے۔ وہ یہودی بھی ہوتے تھے اور غیر عرب مسلم بھی۔ وہ آراضی میدانی علاقوں میں خاصی زرخیز ہوتی تھی۔ ان میں باغات

Marfat.com

بھی ہوتے تھے جیسے یثرب کے کنوؤں کے ساتھ تھے یا کھیت ہوتے تھے۔ طائف وثقیف کی وادیوں میں باغات کی کثرت تھی اور ان کے لئے اردگرد ایک چاردیواری (حائط) ضرور ہوتی تھی تا کہ ان کی حفاظت کی جا سکے۔ یہ حائط بالعموم پتھروں سے بنائی جاتی تھی (۲۱۴)۔

Marfat.com

حواشی

۲۰۷- عرب فن تعمیر اور اس کی جنوبی و شمالی تعمیرات کے لیے ملاحظہ ہو: سید سلیمان ندوی 'ارض القرآن'؛ کتاب خاکسار، تاریخ تہذیب اسلامی کا باب اول: عہد جاہلیت کی عرب دنیا۔

۲۰۸- حصون وآطام پر خاص بحث آگے آتی ہے۔ خیبر کے حصون (قلعوں) کے گروپ کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب خاکسار' عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت کا باب سوم اور غزوہ خیبر کے حوالے سے کتب سیرت وحدیث؛ طائف کے قلعہ کا ذکر غزوہ طائف سے متعلق کتب سیرت وحدیث میں ہے؛ نیز قریش وثقیف کے تعلقات پر کتاب مذکورہ بالا۔

۲۰۹- ابن ہشام، بلاذری اور بخاری وغیرہ کی مذکورہ بالا روایات؛ میزاب (پرنالہ) پر تنازعات کے لیے کتاب خاکسار عہد نبوی کے اختلافات؛ عہد نبوی کا تمدن، ۵۷۳۔

۲۱۰- عہد نبوی میں مسجد حرام کی فنی حیثیت کے لئے: بخاری، حدیث: ۳۸۳۰؛ فتح الباری متعلقہ بحث یا ابن ہشام، ۱/۱۸۰ وغیرہ؛ معماران مسجد حرام وخانہ کعبہ کے لئے ابن ہشام، ۱/۲۱۵ وما بعد؛ فتح الباری، ۷/۲۱۲ وما بعد: رومی نجار/ معمار کا نام باقوم تھا۔ دوسرے نام بھی روایات میں ملتے ہیں۔ مکانات کی تعمیر ومرمت کے لیے عہد نبوی کا تمدن، ۵۷۸-۵۷۹۔

۲۱۱- گھریلو مساجد کی تعمیراتی بحث ابھی تحقیق طلب ہے۔

مسجد قباء ومسجد یثرب وغیرہ کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب الصلوٰۃ کے مختلف ابواب؛ فتح الباری، ۱/۶۸۷-۷۰۰ وغیرہ؛ مسلم، کتاب المساجد؛ موطا امام مالک، کتاب الاعتکاف ؛ ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ ، بناء المسجد :۴۵۱-۴۶۱ وغیرہ؛ مسجد جواثی کا معاملہ بھی تحقیق طلب ہے؛ عہد نبوی کا تمدن، ۵۶۲ وغیرہ۔

۲۱۲- ازرقی، اخبار مکہ، ۲/۸۵۷ وما بعد ؛ابن ہشام، ۲/۱۰۲ وما بعد ؛ ۱/۳۶۶؛ فتح الباری ،

Marfat.com

۲۲/۱ےومابعد؛ بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة الخ؛ عہد نبوی کا تمدن، ۵۶۷-۵۷۱۔

۲۱۳- اطم، اجم/ آطام و آجام اور حصن و حصون کی تعریف کے لیے مصباح اللغات اور لسان العرب وغیرہ کتب لغات؛ فتح الباری اور ابن ہشام کے شارحین کی تشریحات، ۱۴/ ۱۵-۱۷ وغیرہ؛ حصون کے لئے قرآن میں لفظ صیاصی بھی آیا ہے، احزاب: ۲۶؛ یہودی آطام کے لئے: ابن ہشام، ۱۷۱/۱-۱۷۲؛ ۱۰۹/۲؛ بخاری / فتح الباری، ۴۲۰/۷-۴۲۵ نیز ۴۱۱/۷ و ما بعد؛ ابن ہشام، ۲۵۲/۳-۲۵۵ وغیرہ؛ حصون خیبر کے لئے: ابن سعد، ۱۰۶/۱؛ ابن اسحاق / ابن ہشام، ۳۸/۳ وغیرہ؛ یعقوبی، ۵۶/۲ وغیرہ؛ مسلم آطام یثرب کے لئے: ابن ہشام، ۲۶/۳ و ما بعد؛ ابن سید الناس، ۴۲/۲؛ اسد الغابہ، ۲/ ۳۸۳ و ما بعد؛ ابن سعد، ۵۵/۱؛ فتح الباری / بخاری، ۱۲۳/۱۰: اجم بنی ساعدہ؛ عہد نبوی کا تمدن، ۵۷۹-۵۸۸ و مابعد۔ آطام و حصون پر ایک تحقیقی مقالہ کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ جلد پیش کیا جائے گا۔

۲۱۴- ابن اسحاق / ابن ہشام، ۹۹/۱-۱۰۳؛ ازرقی، ۸۳۶/۲-۸۴۶؛ سہیلی، ۲/ ۱۰۰-۱۰۹؛ عہد نبوی کا تمدن، ۲۵۰-۲۵۱ و ما بعد؛ اردو دائرہ معارف اسلامیہ مقالہ بُر، قریش و ثقفی کے تعلقات کے مباحث۔

Marfat.com

Marfat.com

خطبہ دہم

مکی دور میں علوم وفنون کا ارتقاء

محض معلومات کی کثرت اور روایات کی زیادتی اور افکار ور جحانات کے جبر سے مدنی دور میں علوم وفنون کے ارتقاء کا خیال چل گیا۔ ورنہ صرف قرآن مجید کی مکی سورتوں کے نزول، حفظ و کتابت اور اشاعت وترویج سے ہی یہ واقعیت واضح ہوتی کہ اسلامی علوم وفنون کے آغاز نہادی اور ارتقائے متعدی نے مکی دور ہی میں اپنے پاؤں پسارے تھے اور مختلف علوم وفنون کو عرب معاشرے میں پیش کیا تھا۔ قرآن مجید کو رسول اکرم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ، عربی ادب وزبان کا عظیم ترین شاہکار اور فکر ودانش کا بے مثال ذخیرہ قرار دینے والے علماء کرام اور اہل قلم نے مکی سورتوں میں موجود وجلوہ آرا علوم وفنون کا تجزیہ نہیں کیا کہ ان کا اصل مقصود جامع قرآنی تجزیہ تھا۔ زیادہ تر تجزیہ نگاروں اور محققوں نے مکی سورتوں کی زبان و بیان، آہنگ، ادبیت اور فصاحت و بلاغت پر توجہ دی ہے اور اس کے امتیازات کو مدنی سورتوں کی زبان وادب کے خصائص سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ صرف ادبی یا بلاغی بحث وتحقیق کا حصہ ہے۔ مکی سورتوں میں موجود علوم وحقائق کا احاطہ کرنا تو انسانی ذہن وفکر اور مادی قلم ونگارش کی بساط سے باہر ہے اور جو کچھ بس میں ہے اس کا جامع تجزیہ کرنا مختلف دفاتر تحقیق مرتب کرنے کے مترادف ہے۔ اس مختصر تجزیاتی مطالعہ میں صرف چند مکی علمی وادبی نکات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مکی قرآنی آیات اور سورتوں کے علاوہ متعدد دوسرے مآخذ حدیث وسیرت سے بھی استفادہ ناگزیر رہا ہے۔

Marfat.com

عربی زبان وادب کی رفعت

تمام معاصر عربوں اور خاص کر ان کے ادباء وشعراء کو اعتراف تھا کہ ایسا فصیح و بلیغ کلام اور ایسی بلند ورفیع زبان انہوں نے خواب میں بھی نہیں سنی۔ خود قرآن مجید نے دعویٰ پیش کیا کہ اس جیسا کلام تمام جن وانس مل کر نہیں لا سکتے اور عرب کے زباندان بھی تو اس کی ایک سورت جیسی نہیں بنا سکتے۔ کتب سیرت وروایت حدیث میں اکابر وزباندان قریش کا اعتراف موجود ہے کہ ایسا شاندار کلام انہوں نے کبھی نہیں سنا۔ وہ اس کے سحر زبان وبیان سے مسحور ہوتے اور انکار وتردید کے باوجود بار بار اسے زبان نبوی سے سنتے اور سر دھنتے۔ اہل زبان وادب کا اتفاق ہے کہ ایسی جلیل وجمیل عربی نثر اور اس کا بے مثال وبے نظیر آہنگ عربی زبان وادب میں غیر معمولی اضافہ ہے۔ اس نے عربوں میں فصیح وبلیغ زبان وادب اور بلند ترین نثر کا ایک مثالی شاہکار اور ماڈل پیش کیا۔ بنیادی طور سے قرآن مجید کی عربی زبان میں معجزہ ہے۔ اس کی اولین وجہ وسبب اعجاز اس کی زبان ہے جو کانوں کے راستہ یا آنکھوں کے واسطہ سے دل وذہن میں پیوست ہو جاتی اور سارے وجود کو مسحور کر دیتی ہے، وہ دہشت ووحشت کا سحر نہیں بلکہ انبساط وسرور اور اہتزاز کا سحر حلال ہے۔ الفاظ وکلمات کی برجستگی اور فصاحت وبلاغت کی بوقلمونی اس کے سوا کسی دوسرے کی زبان میں نہیں تھی کہ مہبط وحی ﷺ کی زبان رسالت مآب ﷺ بھی اس کے ہم پلہ بننے کی جسارت نہیں کر سکتی۔ فرق صرف یہ ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اور باقی سب کلام انسانی۔ دونوں کا فرق ظاہر ہے۔ قرآن مجید کو اسی بنا پر عربی مبین کہا گیا ہے۔ اس کے دوسرے امتیازات کے علاوہ صرف نثری لسانی خصوصیات اسے بلند ترین عربی نثر بناتی ہیں۔ متعدد علماء قرآن اور ادباء عرب نے تسلیم کیا ہے کہ زبان وبیان اور فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے مکی سورتیں مدنی سورتوں سے فائق ہیں۔ نعوذ باللہ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ کوئی کلام الٰہی فروتر بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا مدعا صرف اتنا ہے کہ قریش مکہ کو اپنی ٹکسالی عربی پر ناز تھا، ان کے فخر وغرور کا آئینہ شکست

Marfat.com

کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے مکی سورتوں اوران کی آیات کریمہ میں وہ ادبیت بھر دی جو ان کی ٹکسال میں بھی نہ تھی۔ مدنی صحابہ کرامؓ اور اہل زبان کو ایسے دعوے نہ تھے اور دوسرے اسباب سے بھی مدنی سورتوں میں بسا اوقات وہ بلند ترین ادبیت نہیں رکھی گئی۔ مکی سورتوں اوران کی آیات کریمہ کی ایک شاندار دین یہ ہے کہ عربی میں مکی دور سے ایک مہذب و بلند نثر کا ارتقاء ہوا جو دوامی و مسلسل ہے۔

تصریفِ آیات کے ایک مثالی شاہکار کی حیثیت سے متعدد مکی تعبیرات ادب و بلاغت مکی سورتوں میں تو آئی ہی ہیں وہ مدنی سورتوں میں اور خاص کر ان کی بعض آیات کریمہ میں ہو بہو ملتی ہیں یا ان کی تعبیر اور زبان و بیان کی گونج ان میں سنائی اور تاثیر و تکمیل دکھائی دیتی ہے۔ یہ ایک طویل تحقیقی موازنے کا موضوع ہے جس کا یہاں موقعہ ہے نہ محل، صرف مستند بنانے کی خاطر ایک دو مثالوں سے اس کو واضح کیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی ملت نہادی کا ذکر مکی سورتوں میں بھی آیا ہے اور مدنی آیات کریمہ میں بھی۔

مکی سورتوں کی آیات کریمہ ہیں: انعام: ۷۴-۷۵، ۸۳، ۱۶۱؛ ہود: ۶۹، ۷۴، ۷۵، ۷۶؛ یوسف: ۶، ۳۸؛ ابراہیم: ۳۵؛ حجر: ۵۱؛ النحل: ۱۲۰، ۱۲۳؛ مریم: ۴۱، ۴۶، ۵۸؛ الانبیاء: ۵۱، ۶۰، ۶۲، ۶۹؛ شعراء: ۶۹؛ عنکبوت: ۱۶، ۳۱؛ الصّٰفّٰت: ۸۳، ۱۰۴، ۱۰۹، ص: ۴۵؛ شوریٰ: ۱۳؛ الزخرف: ۲۶؛ الذّٰریٰت: ۲۴؛ النجم: ۳۷۔

مدنی سورتوں کی آیات کریمہ ہیں: بقرہ: ۱۲۵۔۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۰، ۲۵۸، ۲۶۰؛ آل عمران: ۳۳، ۶۵، ۶۷، ۶۸، ۸۴، ۹۵، ۹۷؛ نساء: ۵۴، ۱۲۵، ۱۶۳؛ توبہ: ۷۰، ۱۱۴، ۱۱۵؛ حج: ۲۶، ۴۳، ۷۸؛ الاحزاب: ۷؛ الحدید: ۲۶؛ الممتحنہ: ۴۔

ان میں سورہ حج کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ مکی ہے یا مدنی لیکن اکثر کے نزدیک وہ مدنی ہے اور اب مدنی ہی شمار ہوتی ہے۔ بعض آیات کریمہ میں صرف حوالہ ہی ہے۔ سورہ نحل: ۱۲۳ ہے: "ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينْ"۔ سورہ آل عمران ۹۵ ہے: "قُلْ صَدَقَ

Marfat.com

الــلّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْن"۔ مکی سورہ ابراہیم: ۳۵ومابعد:" واذ قال ابرهيم رب اجعل هذا البلد اٰمنا الخ" کا لفظی ومعنوی موازنہ سورہ مدنی بقرہ: ۱۲۵ومابعد: " وعهـد نــا الـىٰ ابراهم و اسمٰعل أن طهرابيتي" اور" ومن يرغب عن ملة ابرٰهيم الخ" سے کیا جائے تو حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مکی سورہ ومکی آیت کا مضمون نئے سرے سے دہرایا جاتا ہے۔ملت ابراہیمی کی اتباع کی مکی آیات کریمہ: انعام۔۱۶۱" دينا قيما ملة ابراهيم حنيفا الخ" اورسورہ بقرہ: ۱۳۵" قل بل ملة ابرٰهيم حنيفا الخ" اوردیگر زبان واسلوب میں ہم آہنگ ہیں۔

مکی قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ ہی میں نہیں بہت سی آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ نا در ونایاب ارشادات فرمائے ہیں۔ان کا مدنی آیات کریمہ میں سراغ نہیں ملتا۔غالباً وجہ یہ تھی کہ وہ عالمی وآفاقی بیانات ہیں جو مدنی دور کی آیات کریمہ میں مضمر سمجھے جائیں گے۔ان کا حوالہ یاذکر مدنی آیات کریمہ میں آیا بھی ہے تو بہت مختصر ہے یا بطور تلمیح ۔ان تمام مکی ومدنی آیات کریمہ کا تقابلی مطالعہ ایک خاص تحقیق کا طالب ہے۔ایک بار پھر مثال کے لئے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ وخلیل الرحمٰن کا ذکر وحوالہ دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام کے اساسی پیغمبر تھے۔بایں معنیٰ کہ ان کے بعد کے تمام انبیائے کرام ان ہی کی ذریت میں سے تھے خواہ ان کا کسی خاندانی شاخ و نسل سے تعلق رہا ہو۔اس سے زیادہ اہم نکتہ اساس یہ ہے کہ ان کی ملت ہی کو بنیادی اور اصلی قرار دیا گیا اور اس کی پیروی کی تاکید سب رسولوں کو کی گئی حتیٰ کہ سید المرسلین ﷺ اور خاتم النبیین ﷺ کو بھی اسی کی اتباع کا حکم دیا گیا جیسا اوپر ملت ابراہیم سے متعلق آیات مکی ومدنی کے موازنے میں گزرا۔مکی آیات کریمہ میں چار مشہور کتب سماویہ۔تورات، زبور، انجیل اور قرآن ۔کا ذکر عظیم ان کے حاملین کرام کے حوالے سے بارہا آیا ہے۔ان کو بسا اوقات ''صحف اولیٰ'' کا عمومی وسیع تر عنوان بھی قرار دیا گیا ہے۔اوراس سے زیادہ اہم نکتہ یہ ہے کہ ان کے مطالب عالیہ کو قرآن

Marfat.com

مجید میں نقل کیا گیا ہے۔ صحف اولیٰ اور خاص کر صحف ابراہیم علیہ السلام کا ذکر مکی آیات کریمہ میں خاص کیا گیا ہے اگرچہ ان کا حوالہ مضمر مانا جاسکتا ہے اور مانا بھی گیا ہے۔ سورہ الاعلیٰ کی آخری دو آیات کریمہ: ۱۸۔۱۹ میں: "ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ o صحف ابراھم و موسیٰ"۔ حافظ ابن کثیرؒ نے ان کی تفسیر میں مختلف آراء واقوال نقل کر کے دو تشریحات پر توجہ مرکوز کی ہے: ایک یہ سارا مضمون سورہ اولین صحیفوں خاص کر حضرات ابراہیم و موسیٰؑ کے صحیفوں میں موجود تھا، مگر اس رائے کو وہ روایت و سند کی کمزوری اور مشتبہ ہونے کے سبب زیادہ صحیح نہیں سمجھتے۔ البتہ دوسری تفسیر کہ آیات سورہ: ۱۴۔۱۷ کے مضمون کو وہ ان صحیفوں میں موجود و مذکور ہونے کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں اور حسن قوی بتاتے ہیں۔ حافظ موصوف اور ان کے مآخذ خاص کر امام طبریؒ نے متن و نظم قرآن کی بنا پر دوسرے قول کو ترجیح نہیں دی جبکہ اولین آیات میں خطاب و بیان آپ ﷺ متعلق ہے۔ حافظ موصوف ان آیات کریمہ کا مماثل سورہ النجم کی آیات: ۳۶۔۴۲: "أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى o وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى o أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى o وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى o وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى o ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَى o وَأَنَّ إِلَى رَبِّكَ الْمُنْتَهَى" (آخری آیات تک) میں تلاش کیا ہے۔ اور ایسی دوسری آیات کریمہ بھی مکی ہیں۔ کتب سابقہ کے مضامین کو قرآن میں شامل کرنے کا اہم موضوع ہے۔ بہر حال صحف اولیٰ کا ذکر خیر بعض دوسری مکی آیات میں بھی ہے جیسے طٰہٰ: ۱۳۳؛ سورہ عبس: ۱۳ اور مدنی سورہ البینہ: ۲ میں مراد قرآن ہے۔

قرآن مجید میں سابق صحیفوں اور کتابوں کے مضامین نقل کرنے کا ایک زاویہ ہے اور اس سے اہم جہت یہ ہے کہ قرآن مجید کے مضامین و مطالب صحف اولیٰ میں تھے اور قرآن مجید ان سب کا جامع ہے۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ تمام ضروری اور آفاقی مطالب وحقائق جو صحف سماویہ میں تھے قرآن مجید میں محفوظ کر دئے گئے۔ مکی سورہ الشعراء کی آیات کریمہ: ۱۹۲۔۱۹۷ میں آخری دو میں یہ بیان بہت

Marfat.com

اہم کہ عربی مبین کا قرآن اولین کے صحیفوں میں تھا اور جسے علماء بنی اسرائیلؑ خوب جانتے ہیں۔ اس سے مراد صرف اوصاف محمدی نہیں ہیں بلکہ دوسرے مطالب عالیہ ہیں جو تمام تر رب العالمین کی مشترکہ عطایا اور علوم ہیں۔

دوسرے علوم وفنون

دوسرے علوم وفنون کے مکی دور میں ارتقا اور مدنی عہد نبوی کے علوم وفنون میں ان کے کردار و مقام کا تجزیہ کرنا خاصا تحقیق طلب ہے اور طول بیان کا موجب بھی۔ لہٰذا اس مطالعہ میں صرف چند زاویے ابھارے جا رہے ہیں کہ یاران نکتہ دان کے لئے مہمیز کا کام کریں۔

سیرت وتاریخ

اگرچہ دونوں کو مورخین و ناقدین دو الگ الگ خانوں میں رکھتے ہیں اور سیرت کو تاریخ کا حصہ نہیں گردانتے لیکن اسلام کی تاریخ سیرت انبیاء کرام بالخصوص سیرت فخر آدم ﷺ کے بغیر ناقص ہے بلکہ وہ دونوں مل کر ہی جڑواں فن بنتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت بالعموم اب فن سیرت کا نام و معیار ہے اور ہے بھی وہ صحیح بات۔ جس طرح گزشتہ انبیاء کرام کے دین و شریعت کے تمام کامل اور ترقی پذیر جہات نے دین و شریعت محمدی میں تکمیل و عروج پایا تھا اسی طرح سیر رسولان عظامؑ نے کامل سیرت محمدی میں کمال حاصل کیا اور وہ جامع ترین بنی۔ خاتم النبیین کی سیرت مبارکہ میں تمام انبیاء کی سیرتوں کا عطر مجموعہ موجود ہے۔

عام طور سے سیرت نگاروں اور مورخوں نے انسانی سیرت نگاری کے نوشتوں، صحیفوں اور روایتوں کو ماخذ سمجھا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ سیرت الانبیاء اور سیرت خاتم الانبیاء ﷺ کا عظیم ترین، معاصر و تحریری ماخذ قرآن مجید ہی ہے۔ بقول حضرت عائشہؓ وہ خُلقِ محمدی ہی نہیں سیرت وتاریخ سید المرسلین ﷺ کے ساتھ پورے نبوی دور مکی و مدنی کی تاریخ ہے۔ ایسی حتمی و قطعی اور معاصر تاریخ جو ہر لمحہ تاریخ اور ہر

Marfat.com

گوشہ سیرت کا احاطہ کرتی اور پورے معاشرہ عرب۔مکی و مدنی۔کی عکاسی کرتی ہے۔
اس کے خاص اور نمائندہ اوراق مصور اور تجلیات جمیلہ یہ ہیں:

☆ مکی دور میں تمام گزشتہ انبیاء کرام کی سیرت و تاریخ سب سے زیادہ مفصل مختلف سورتوں میں آئی ہے اور بعض بعض پوری سورتیں ہیں بھی جیسے سورہ یوسف، سورہ قصص (حضرت یوسف اور موسیٰ کی سیرت وسوانح کا خاص بیان) سورہ انعام، سورہ الانبیاء وغیرہ میں ان کے تذکرے ہیں۔

☆ مدنی سورتوں میں گزشتہ انبیاء کرام کی سیرت وسوانح کے صرف چند گوشے ہیں اور ان میں صرف اضافی معلومات ہیں، بنیادی مواد مکی دور کا ہے۔

☆ سیرت سید المرسلین ﷺ مکی اور مدنی سورتوں کی بہت سی آیات کریمہ میں بیان کی گئی اور ان کی بنا پر پوری سیرت قرآنی مرتب کی گئی ہے۔مکی دور کی سورتوں میں خاص حوالے آپ ﷺ کی امیت، بلندو پاکیزہ تربیت، شخصیت کی جاذبیت اور کردار و عمل کی رفعت پر ہے۔حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بنیاد دراصل قرآنی مکی آیت: انك لعلىٰ خلق عظیم: سورہ قلم ۴ پر ہے۔اور اس کی تفصیل مدنی سورہ آل عمران: ۱۵۹۔ فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب الخ میں پائی جاتی ہے۔ایسی شخصی صفات وجہات کا ایک دلچسپ مرقع مکی سورتوں کی آیات میں ملتا ہے اور مدنی سورتوں کی آیات میں ان کی تفصیل وتشریح۔

☆ سید المرسلین ﷺ کی نبوت و امامت اور آفاقی رسالت کا اصل اعلان و بیان مکی سورتوں کی آیات میں آیا ہے جیسے سورہ الاعراف: ۱۵۸: قل يايها الناس انى رسول الله اليكم جميعا الخ اور سورہ فرقان: ۱: ليكون للعٰلمين نذيرا اور سورہ انبیاء: ۱۰۷: وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين، سورہ سباء: ۲۸، وما ارسلنٰك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا۔وغیرہ

☆ رسول اللہ ﷺ کی اسی عالمی آفاقی رسالت کا منتہائے کمال تھا آپ کا ختم المرسلین ہونا جس کا ذکر مدنی سورہ احزاب: ۴۰ میں ہوا: ماكان محمد ابا احد

Marfat.com

من رجلکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں ہے۔جب کہ تمام انسانوں کے لئے رسول بنانے کا حوالہ وذکر سورہ نساء:۷۹: وارسلنٰك للناس رسولا الخ وغیرہ پایا جاتا ہے۔نیز سورہ نساء:۱۷۰: یٰاایھا الناس قد جاء کم الرسول بالحق من ربکم۔

☆ ان تمام آیات کریمہ کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی آیات کے الفاظ وتراکیب کو مدنی آیات میں دہرایا گیا ہے اور کہیں کہیں اضافہ بھی ہے۔دعوت و تعلیم وتربیت کے حوالے سے مکی و مدنی آیات کریمہ کا موازنہ بھی خوب دلچسپ ہے اور اصل وشرح یا تعریف کے معانی دیتا ہے۔

☆ قریش مکہ کی مخالفت اسلام اور عناد رسول ﷺ اور مدنی یہودی اور مشرک اعتراضات میں اور ان کے طریقوں میں یکسانیت ملتی ہے۔

تخلیق آدمؑ

کا باب تاریخ سے زیادہ طبعی علوم (سائنس) سے تعلق رکھتا ہے کہ وہ ان کے تخلیقی مادے اور روح اور پھر ان کو نطفہ سے نسل انسانی کے وجود میں آنے کا علم عطا کرتی ہے۔دینی وسائنسی علوم کی اس آمیزش نے ان دونوں کے لازم وملزوم ہونے کا ہی صحیح موید ومصدق ہونے کا ثبوت ضرور دیا ہے۔

اولین تنزیل قرآنی سورہ علق کی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا ذکر انسان کی تخلیق سے کیا گیا اور اس کے مادہ تخلیق کو علق (خون کی پھٹکی) کہا گیا: خلق الانسان من علق ○ کئی دوسری مکی آیات کریمہ میں اسے "علقة" سے تعبیر کیا گیا۔اور اس علقہ سے قبل کے درجہ تخلیق اور مادہ تخلیق کو تراب بتایا گیا (سورہ غافر:۶۷:ھو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة الخ) اس کی مزید تفصیل وتشریح سورہ مومنون:۱۲-۱۴ اور سورہ قیامہ:۳۸ میں کی گئی اور ان میں تمام درجات ومراحل تخلیق کا ذکر بتدریج کرنے کا بیان لایا گیا۔عام طور

Marfat.com

سے مدنی سورہ سمجھی جانے والی سورہ حج: ۵ کی آیت کریمہ میں ان ہی تمام مراحل ومواد تخلیق کا ذکر خالص مکی سورتوں کی مانند کیا گیا ہے۔

اصل مادہ پیدائش مٹی (تراب) اور اس کی اقسام رنگا رنگ کا ذکر بھی مکی آیات کریمہ سے مدنی آیات میں آیا ہے۔ جیسے "صلصال من حما مسنون" کا ذکر سورہ حجر: ۲۶، ۲۸ اور ۳۳ میں آیا ہے۔ اور "صلصال کا لفخار" کا سورہ رحمٰن: ۱۴ میں کیا گیا ہے۔ تراب کی اگلی شکل طین میں تخلیق انسانی کا ذکر مکی سورتوں میں ہے۔ انعام: ۲، اعراف: ۱۲، مومنون: ۲۲، سجدہ: ۷، صٰفّٰت: ۱۱، ص: ۷۱، ۷۶، میں اس کی مختلف اقسام اور مراحل کے ساتھ جیسے سلالۃ طین یا طین لازب وغیرہ۔ ان میں شیطان کے نار سے تخلیق کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اصل میں نوع بشر و انسان کے جدامجد اور ابوالبشر حضرت آدمؑ کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے مٹی سے کی تھی اور اس کا ذکر اول اول مکی سورتوں میں آیا ہے: سورہ اعراف: ۱۱، وما بعد، سورہ اسراء: ۶۱، ۷۰، کے علاوہ کہف، مریم، طٰہٰ وغیرہ میں اس کا ذکر ہے۔ اور شیطان و ابلیس کے انکار سجدہ کا بھی۔ اس قصہ آدمؑ وابلیس کو بعد میں بعض مدنی سورتوں میں بھی دوسرے اسالیب میں مختلف طرح سے لایا گیا ہے جیسے سورہ بقرہ: ۳۱ وما بعد، آل عمران ۵۹ (کمثل آدم خلقه من تراب)۔

مادہ منویہ کے رحم مادر میں قرار پانے اور اس کے مختلف مراحل سے گزرنے اور نشو ونما پانے کا ذکر بھی اسی طرح مکی آیات میں آیا ہے۔ اور پھر مدنی آیات کریمہ میں ان کو دوسرے اسالیب میں اور بعض اختلافات کے ساتھ دہرایا گیا ہے جو صرف تکرار وتعریف ہی کا فائدہ دیتے ہیں۔ اس پورے بیان تخلیق آدم میں اور اس کے ساتھ تخلیق ابلیس وشیاطین میں سائنس کے اصول وقواعد کا ایک حوالہ ہی سہی آتا ہے۔ تو دوسرے متعدد کتب حدیث سے تخلیق ملائکہ میں اسی کے مادہ نور سے بحث کی گئی ہے۔ ان سب مواد ومادہ تخلیق سے اور بعد میں جیسا کہ پانی کا ذکر آتا ہے مادہ تخلیق کی وسعت اور نگارنگی ملتی ہے۔

Marfat.com

تخلیق کائنات

آدم و انسان، بشر و بندہ خاکی سے بہت پہلے رب العالمین اور احسن الخالقین نے کائنات کی تخلیق مختلف مراحل میں کی اور ان کو ایام سے تعبیر کیا۔ ایام (جمع یوم) ایک دن کے معنی رکھتا ہے جو اصل معنی مرحلہ / منزلہ کا حاصل معانی ہے۔ یوم بھی مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور صبح / فجر سے آغاز کر کے اور چاشت وظہر وغیرہ کے مراحل) سے ہوتا ہوا، سہ پہر تک پہنچتا اور غروب آفتاب کے وقت مکمل ہوتا اور اکائی بناتا ہے۔ اس ہمہ گیر تخلیق کائنات میں آسمان و زمین کی تمام مخلوقات شامل ہیں۔ وہ مادی دنیا سے متعلق ہیں اور عالم ناسوت ولاہوت سے بھی۔ آسمان (سماء) اور زمین (ارض) کی مکی آیات کریمہ مدنی آیات سے ہر لحاظ سے زیادہ، وقیع اور بنیادی ہیں جس طرح ان کی آیات انفس و آفاق، مکی سورتوں میں تخلیق زمین و آسمان کے آغاز و ارتقا اور تکمیل کا پورا اظہار ہے جیسے انبیاء: ۳۰: ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰهما" وغیرہ۔ تخلیق ارض وسما کی مکی آیات میں سے بعض یہ ہیں: انعام: ۱، میں ان دونوں اجرام کی تخلیق کے ضمن میں ظلمات و نور کا خاص بیان ہے اور وہ مدنی آیات میں پھر لایا گیا جیسے بقرہ: ۲۲ وغیرہ۔ چھ مراحل (ستة ايام) کی مکی آیات ہیں: اعراف: ۵۴۔ یونس: ۳۔ ہود: ۷۔ فرقان: ۵۹ اور متعدد دوسری، ان کی متوازی آیات مدنی ہیں: بقرہ: ۲۵۵: حدید: ۴ وغیرہ، تعداد، تفصیل اور وسعت کے لحاظ سے مکی آیات کریمہ تمام بنیادی حقائق بیان کرتی ہیں جبکہ مدنی آیات متعلقہ ان کے مضامین کو کبھی اختصار سے دہراتی ہیں اور کبھی سرے سے ذکر نہیں کرتیں۔ انفس و آفاق کی نشانیوں (آیات الٰہی) کا معاملہ یہی ہے: اور ان دونوں جہانوں کی آیات کا ذکر خیر مکی آیات میں زیادہ اور واضح کر دیا ہے۔

علوم جغرافیہ

عام طور سے ان تمام تخلیقات کو باب عقیدہ و دین میں رکھا جاتا ہے۔ ایک

Marfat.com

لحاظ سے وہ ہے بھی لیکن اصلاً وہ قرآنی سائنس کا ایک حتمی بیان ہے جس کی تائید موجودہ سائنس کرتی ہے۔

جغرافیائی کوائف وحقائق کا جتنا ذکر مکی سورتوں میں ہے مدنی آیات میں نہیں۔ مکی آیات کی بنا پر علم/علوم جغرافیہ کا اولین ارتقاء ملتا ہے۔ اس میں بیانیہ جغرافیہ (Descriptive geography) اور ستاروں یا کائناتی حقیقتوں سے متعلق جغرافیہ (Metaphisical or Astrorimical geography) دونوں شامل ہیں۔ ان کو صرف (notions) نہیں کہا جا سکتا۔ زمین اور اس کے ظاہر و باطن کی آیات اور آسمان کی تمام بینات اور ان دونوں کے درمیان (خلاء و مابینہما) کی مکی آیات کو فضیلت حاصل ہے۔ مکی سورہ نوح: ۱۵ سات آسمانوں کی طبق در طبق پیدا کرنے کی حقیقت کو سورہ ملک وطلاق کی آیات بالترتیب ۱۲اور ۳ میں دہرایا گیا ہے۔

بیانیہ جغرافیہ

جدید اصطلاح میں بھی جغرافیہ کے علوم مختلفہ کو بالعموم دو خانوں/قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جغرافیہ بیانیہ اور فلکیاتی/طبعیاتی جغرافیہ اسلامی ادوارِ ارتقاء میں بھی ایسی تفہیمات تھیں لیکن واضح تر نہ تھیں۔ قرآن مجید کی مکی سورتوں کی بہت سی آیات کریمہ میں ان دونوں قسم کے علوم جغرافی کا بڑا خوبصورت اور واقعی بیان ملتا ہے جو تذکیر الہٰی کے حوالے سے آیا ہے۔ زمین اور اس کے خدوخال کے بیانیہ جغرافیہ میں بہت سی چیزیں آتی ہیں اور ان میں سے سب سے اہم زمین (ارض) ہے۔

زمین (ارض) کی ساخت اور آسمان/ دنیائے بسیط سے اس کی نوعیت ارتباط و تعلق کا ذکر سورہ انبیاء: ۳۰ مین لایا گیا ہے: اولم یر الذین کفروا ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما الخ: کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا کہ تمام آسمان اور زمین دونوں جڑے ہوئے تھے اور پھر ہم نے ان دونوں کو الگ الگ کیا۔ زمین کو مہد (گہوارہ) قابل رہائش بنانے کی آیات ہیں:

Marfat.com

طٰہٰ:۵۳- الذی جعل لکم الارض مهدا وسلك لكم فيها سبلا؛ سورہ النمل:۶۱: امن جعل الارض قرارا وجعل خللها انهارا؛ سورہ غافر:۶۴؛ زخرف:۱۰؛ زمین کے طبعی خدوخال میں میدانوں، وادیوں اور پہاڑوں کا بہت سی مکی آیات کریمہ میں معنی خیر بیان ملتا ہے۔

وادیوں کا ذکر: ابراہیم: ۳۷ وادی غیر ذی زرع/مکہ؛ سورہ نمل: ۱۸ (وادی النمل) الاحقاف: ۲۴ وغیرہ۔

پہاڑوں کا بیان

سورہ حجر:۱۹: وَالأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ ؛ سورہ ق:۷؛ وغیرہ ان میں چند پہاڑوں کے نام بھی بہت اہم ہیں جیسے کوہ جودی جس پر کشتی نوح علیہ السلام ٹھہری تھی (ہود: ۴۵) کوہ طور (مریم: ۵۲ وغیرہ) جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی (قصص: ۴۶ وغیرہ) اور طور سینا جس پر زیتون اگتا ہے۔ اسے سورہ التین میں طور سینین بھی کہا گیا ہے۔

-زمین کے اندر پانی کے سوتوں/طبقوں کا یا زیر زمین وجود کا اور ان کے اخراج وسونک لینے کا ذکر حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے حوالے سے سورہ ہود: ۴۴ میں ہے زمین میں نہروں کے حوالے: سورہ طٰہٰ: ۵۳؛ النمل: ۶۱ مذکورہ بالا؛ القمر: ۱۲۔

-زمین کے مردہ اور زندہ کرنے کا ذکر ان کی بنجر و ناقابل زراعت حیثیت اور زرخیز زمین کی حیثیت سے کیا گیا: سورۃ النمل: ۶۵: والله انزل من السماء ماء فاحيابه الارض بعد موتها اور اس معنی کے دوسری مکی آیات ہیں: عنکبوت: ۶۳، روم: ۱۹، ۲۴، ۵۰؛ فاطر: ۹؛ جاثیہ: ۵؛ عبس: ۲۶ و مابعد، یٰس: (۳۲-۳۵) وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبّاً فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ٥ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنَّاتٍ مِن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُونِ ٥ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيْهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ۔

Marfat.com

بری ہواؤں کا ایک مختلف بیان آیات مکی میں ملتا ہے۔ وہ مختلف قسموں کی ہیں جیسے ریح، عاصف، ابراہیم:۱۸؛ ریح عاصفہ برائے حضرت سلیمان علیہ السلام انبیاء:۸۱، سبا:۱۲؛ ص:۳۶۔

عذاب کی ہوائیں احقاف:۲۴، ذاریات:۴۱؛ حاقہ:۶ (ریح صرصر) نیز فصلت ۱۶؛ قمر:۱۹ بشارت والی ہوائیں بھی ہیں جیسے اعراف:۵۷، حجر:۲۲؛ فرقان:۴۸ نمل:۶۲، روم:۴۶، ۴۸؛ فاطر:۹ جو بارش لاتی ہیں اور بارش لانے سے قبل اس کی بشارت دیتی ہیں۔

سمندروں اور ان میں ہواؤں کے چلنے اور ان کے سبب کشتیوں کے تیرنے کا بیان قرآن مجید کی مکی آیات میں اتنا محیر العقول ہے کہ وہ نہ جانے کتنی گرہیں کھولتی ہے۔

خشکی اور تری بر و بحر کی جغرافیائی تقسیم کا حوالہ سورہ انعام:۵۹، ۶۴، ۶۷؛ یونس:۲۲؛ ابراہیم ۳۲؛ اسراء:۷۰ وغیرہ میں ہے۔

بحر میں کشتیوں کے آرام سے تیرنے کی ذمہ دار ہلکی ہواؤں اور سمندری لہروں کے سکون کا ذکر متعدد آیات مکی ہے: ابراہیم:۳۲؛ اسراء:۶۶ وغیرہ سمندر میں سخت اور تیز و تند ہواؤں کی وجہ سے کشتیوں کے غرقاب ہونے کے خطرات و خدشات کا بیان اور ان کے سبب انسانی اضطراب و قلق خوف و دہشت اور عالم وحشت میں انابت الی اللہ اور اس سے نجات پاتے ہی کفران نعمت کی فطرت کافرہ کا بیان بہت عمدہ ہے۔ اسراء:۶۷، یونس ۲۲: حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ الخ؛ النمل:۱۴۔ آیت سورہ یونس میں دو قسم کی سمندری ہواؤں کا ذکر کیا ہے: ریح طیبۃ اور ریح عاصف؛ اسراء ۶۹: قاصفا من الریح؛ وغیرہ

اگر سمندری ہواؤں کو ساکت کر دے تو کشتیاں اپنی جگہ سے ہلیں بھی نہیں۔ شوریٰ:۳۳: إِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ۔

سمندر میں فضل الٰہی سے کھانے کی اشیا خاص اور زیورات وغیرہ اور دوسری چیزوں کی عطا ربانی کا بھی اس طرح بیان آیا ہے:

Marfat.com

سورۃ النمل:۱۴:وترى الفلك موٰخر فيه ولتبتغوا من فضله الخ؛ اسرا:٦٦؛الروم:۴٦؛فاطر۱۲۔

سورہ نمل مذکورہ بالا میں تازہ گوشت (لحما طريا) اور زیور (حلية تلبسونها) کا خاص ذکر عام انعام کے بعد کیا گیا ہے۔

فلکیاتی جغرافیہ کے بہت سے اصول وقواعد اور ان کی کارکردگی اور اس کی تاثیر اور اس پورے نظام کے افلاک اور ان کے اندر ان کی گردش کا ذکر قرآن مجید کی متعدد مکی آیات میں ملتا ہے۔ دراصل وہ زمین کے کرہ اور اس کے نظام کو فلکیاتی نظام سے مربوط کرتا اور ان کا باہمی تفاعل بتاتا ہے اور اس کے زمین وآسمان اور اجرام فلکی کے اثرات اور ان کی انسانی زندگی بلکہ زمین کی پوری حیات وکارکردگی پر اثرات واضح کرتا ہے زمین، چاند، سورج کی گردش انفرادی اور مداروں میں ان کے گھومنے اور ان کے باہمی حصاروں اور دائروں میں گردشوں کا عظیم الشان تذکرہ کرتا ہے سورہ یٰس: ۴۰ومابعد: وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ٥ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيْمِ ٥ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِيْ لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَ ٥ ایسی آیات مکی اور بھی ہیں جو اس نظام شمسی کا ذکر کرتی ہیں۔ سورہ انبیاء:۳۳ میں یہی حقیقت گردش اجرام فلکی بیان کی گئی ہے: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَ ٥ طلوع وغروب شمس اور ان کے قواعد طبعی کا ذکر سورہ یونس:۵؛ ابراہیم:۳۳؛ النمل:۱۲؛ اسراء:۷۸؛ الکہف:۱۷، ۸٦ وغیرہ میں ہے۔

پیداوار (نباتاتِ) ارضی

پروفیسر اقتدار حسین فاروقی نے علم نباتات کے فن وتناظر میں قرآن مجید میں مذکورہ آیاتِ نباتاتی کا بڑا محققانہ تجزیہ کیا ہے۔ قرآن مجید علوم وفنون انفس وآفاق

Marfat.com

اور عالم ناسوت ولاہوت سے متعلق جو ذکر اذکار لاتا ہے وہ خالصتاً تذکیر کے لحاظ سے تا کہ انسان اور دوسری ذی شعور مخلوقات اس کی بیکراں قدرت کی اتھاہ نیرنگیوں کو دیکھ کر اپنے اصل خالق ورب کو پہچانیں اور اس پر ایمان لائیں اور اس کی عبادت کریں۔ ماہرین علوم طبیعی وغیرہ قرآن مجید اور کلام الٰہی کے ان حقائق عالیہ سے ذرا کم بحث کرتے ہیں جو قدرت الٰہی کی تخلیقی نوعیت کی پرتیں کھولتے ہیں۔ یہ بھی ایک وسیع ترین موضوع ہے جو ضخیم و مدلل تحقیقی مطالعہ کا طالب ہے لہٰذا گنجائش موضوع اور قصور علم وفہم عاجز کے سبب چند نکات پیش ہیں:

اول: زمین کی مختلف اقسام۔زرخیز (طیب) اور بنجر/غیر زرخیز (خبیث وغیرہ) کی پیداواروں کی نوعیت وحقیقت ہے۔سورہ اعراف:۵۸: والبلد الطیب یخرج نباته باذن ربه والذی خبث لایخرج الانکداo

دوم: مردہ زمین (بلدمیت) کو زندہ کرنا ایک عظیم الشان قدرت الٰہی اور وسیع الجہات اور کثیر المقاصد نباتاتی حقیقت ہے:

اس سے قبل سورہ اعراف:۵۷ میں اس کو اجاگر کیا گیا ہے کہ مردہ زمین کو ہم بھاری بھرکم بادلوں کے پانی سے سیراب کرتے ہیں تو اس میں سبزہ اگتا ہے۔سورہ فاطر:۹ اور متعدد دوسری آیات کریمہ میں اس کی وضاحت بار بار کی گئی ہے۔اس سے یہ حقیقت بیان کرنی مقصود ہے کہ زمین کی زرخیزی اور پیداواری قوت کے لیے اس کو پانی سے سینچنے کی ضرورت رہتی ہے۔زمین کی اقسام۔چٹیل، پہاڑی اور میدانی وغیرہ۔کے ذکر خیر سے ان کی پیداواری صلاحیت کا ایک گراف بھی متعدد آیات میں بیان کیا گیا ہے۔سورہ زخرف:۱۱؛ ق:۱۱؛ یٰس ۳۳ وغیرہ۔

سوم: پانی اور زمین/مٹی کی وحدانیت کے باوجود متنوع/طرح طرح کی پیداواروں کا ذکر کیا گیا اور ان کی قسمیں۔نباتاتی واصلی بیان کی گئیں۔سورہ انعام:۹۹۔وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

Marfat.com

دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهاً وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انـظُـرُواْ إِلِـى ثَـمَـرِهِ إِذَا أَثْـمَـرَ وَيَـنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُـؤْمِـنُـونَ o بہت اہم ہے اس میں جڑے ہوئے دانے، انگور کے باغات، زیتون، انار ملتے جلتے اور غیر مشابہ اور ان کا پھل آنا اور پکنا بہت اہم ہے۔

مدنی آیت سورہ رعد: ۴ میں اسے نخیل صنوان وغیر صنوان اور دوسری پیداوار کا ذکر اسی طرح کیا گیا ہے۔

چہارم تخلیق ربانی کا ایک عظیم الشان واقعہ یہ بیان کیا گیا کہ تمام مخلوقات کی طرح زمین کی پیداواروں کے جوڑے ہوتے ہیں۔ نر و مادہ۔

سورہ یٰس: ۳۶: سبحن الذی خلق الازواج کلا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون o

سورہ شعراء: میں من کل زوج کریم کا معنی خیز جملہ/فقرہ ہے۔ یہی سورہ لقمان: ۱۰ میں دہرایا گیا ہے۔

پنجم زرعی پیداواروں میں اناج اور پھل اور سبزیوں اور دوسری اقسام کا ذکر بھی قدرت الٰہی سے تذکیر کی خاطر لایا گیا ہے مگر ان سب میں نباتاتی / زرعی حقائق کا بیان ان کو سائنسی اور طبعی علم وفن کا ذخیرہ بھی بنا دیتی ہے اور اپنے مخاطبوں کے معلومات و تجربات کو زبان دیتا ہے اور متعدد کو معلومات بھی۔ ان سب کا بیان بھی کافی وقت و تحقیق کا طالب ہے۔ صرف چند اشارات مکی آیات کے حوالے سے پیش ہیں۔

اناج وغلہ

بالعموم ان کو حب (دانہ) سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسری تعبیرات بھی لائی گئی ہیں جیسے حرث، زرع: واقعہ ۶۳-۶۴؛ انعام: ۱۳۶-۱۳۸؛ انبیاء: ۶۸؛ قلم: ۲۲؛ شوریٰ: ۲۰ وغیرہ میں ہے۔

سورہ انعام ۱۴۲: وھو الذی انشا جنت معروشت وغیر

Marfat.com

معروشت والنخل والزرع اکله الخ
سورہ ق:۹"...فانبتنا به جنت وحب الحصید
سورہ یٰس:۳۳... وأخرجنا منها حبا؛سورہ نبا:۵: لنخرج به حباونباتا
سورہ عبس:۲۷... ثم شققنا الارض شقا فائنبتنا فیها حبا o وعنبا وقضباo وزیتوناو ونخلاo وحدائق غلباoفاکهة واباoمتا عالکم ولانعامکمo

اس آیت کریم میں خاص کر زمین کے پھاڑنے کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ بیج کا اکھواز مین پھاڑ کر اوپر نکلتا ہے۔ اس میں دانے، اناج/غلہ کے علاوہ انگور وسبزی/ترکاری، زیتون اور کھجور، گھنیرے باغ اور پھل اور دوب/چارہ کو انسان اور اس کے مویشیوں کے فائدہ کے لیے بتایا گیا ہے۔ دانہ/غلہ گیہوں، دال چاول، جواور دوسری تمام اقسام کو حاوی ہے خواہ تفصیل سے اس کا ذکر مکی آیات میں ملے یا نہ ملے ان کی مختلف اجناس اور اقسام اور ان کے ذائقہ کا فرق البتہ زرع وغیرہ کی تصریحات میں بتایا گیا ہے۔ جیسے سورہ نحل:۱۱ میں ہے: ینبت لکم به الزرع والزیتون والنخل والاعناب" اور سورہ زمر:۲۱ میں ہے:ثم یخرج به زرعا مختلفا الوانه تم یهیج فتراه مصفراه ،اس میں کھیتی کے پکنے اور اس کے رنگارنگ ہونے کا بھی بیان قابل لحاظ ہے۔ مصر و سبا کی خاص زرعی بوقلمونی کا ذکر سورہ دخان:۲۶؛ الشعراء ۴۸؛ سبا؛ یوسف اور کہف وغیرہ میں ہے۔ ان میں باغات کے درختوں کے نیچے زرعی پیداواروں کا ذکر فنی لحاظ سے اہم ہے اور وہ مدینہ اور طائف وخیبر میں بھی ہوتا تھا جیسا کہ کتب سیرت میں ہے۔

جنت/جنات یعنی معروشت وغیرہ معروشت ایسے باغات جو چھتریوں والے ہوتے ہیں جیسے انگور کے جن کی بیلیں چھتریوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور دوسرے باغات جن کو ان کی حاجت نہیں ہوتی اور جن کے درخت اپنے تنوں پر قائم رہتے ہیں۔

Marfat.com

پھل پھلاری

مذکورہ بالا متعدد آیات مکی میں کھجور، انار، انگور، زیتون، اوران پر مشتمل گھنے باغات کا خاص ذکر کیا گیا اور فواکہ کا عام ذکر بھی۔ سورہ مومنون:۱۹... لکم فیھا فواکہ کیثرۃ تاکلون ٥ کا ذکر بہت سے پھلوں کا انعامات دنیا میں ذکر کرتا ہے اور دوسری آیات کریمہ: صٰفٰت:۴۲ میں جنت کے پھلوں اور میوں کا حوالہ ہے مگران کے دنیاوی ناموں کے حوالے سے تفصیل آتی ہے۔ جنتی فواکہ کی آیات کریمہ بہت ہیں۔ دنیاوی باغات میں سورہ نمل:۶۰ میں حدائق ذات بہجۃ (رونق آفریں باغات) کی ترکیب خوب ہے۔

زیتون کا ذکر قرآنی بہت اہم ہے اور متعدد آیات میں آیا ہے، مذکورہ بالا کے علاوہ مومنون:۲۰: شجرۃ تخرج من طور سینا تنبت بالدھن وصبغ للاکلین ٥ میں کوہ سینا میں خاص تین/ روغن کے علاوہ کھانے والوں کی روٹی کا سالن بن جاتا ہے۔ قریش مکہ اور رسول اکرم ﷺ زیت اور روٹی کا استعمال پسند فرماتے تھے جیسا کہ احادیث میں ملتا ہے۔

-ثمرات النخیل والاعناب سے انسان نشہ آور چیزیں اور رزق حسن بناتا ہے اور وہ دونوں اس کی سرمستی اور شادکافی کا باعث ہیں: سورہ نحل:۶۷۔

سبزی کا عام ذکر ''خضر'' کے عنوان سے سورہ انعام میں آیا ہے جس کا حوالہ آچکا ہے۔ اس کی اقسام بھی ہیں۔

درخت: شجر بھی زمینی پیداوار تھی اور مختلف اقسام کے درختوں کا ذکر مکی آیات میں خاص وعام انداز میں آیا ہے: سورہ النحل:۱۰... ومنہ شجر فیہ تسیمون ٥ سورہ نمل:۶۰ میں رونق آفریں باغوں کے درختوں کا ذکر ہے؛ سورہ واقعہ:۷۲ وغیرہ۔

آگ کا درخت: خاص قدرت الٰہی کا مظہر ہے کہ سرسبز ہرے بھرے درخت سے آگ

Marfat.com

نکلتی ہے جیسا کہ سورہ یٰس:۸۰ میں ہے۔... الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نا ناراً فاذا انتم منه تو قدون ٥ سورہ واقعہ:۷۲ میں اسی شجرہ نار کو عطیہ و معجزہ ربانی کہا گیا ہے۔

حیوانات قرآنی: کے عنوان سے مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس میں اپنی حد تک تمام حیوانات کا ذکر قرآنی جمع کر دیا تھا۔ حیوان تو انسان بھی ہے کہ وہ معنا سب ذی روح میں ہیں لیکن اس خاص عنوان کے تحت انسان کے علاوہ دوسری ذی روح مخلوقات کو لایا جاتا ہے۔ ان میں جانور، درندے اور پالتو اور حرام و حلال کے علاوہ پرندے اور طیور اور چرندے اور متعدد قسم کے حشرات الارض بھی آتے ہیں۔ ان سب کی دنیا وسیع ترین ہے اور ہر ایک ایک علیحدہ بحث و مطالعہ کا طالب ہے۔ موقعہ و محل کے لحاظ سے حیوانات کی قرآنی اقسام کا مختصر بیان ان کی خاص خصوصیات کے لحاظ سے کیا جاتا ہے کہ سب کی گنجائش نہیں۔

دابہ (رینگنے والا) کا لفظ اور اس کی جمع دواب قرآن مجید میں ان حیوانات میں سے جانوروں کے لیے استعمال کی گئی ہے جو معنی خیز ہے۔ ان کے بارے میں آیات قرآنی ہیں: انعام ۳۸؛ ہود:۶، ۵۶؛ نمل:۴۹، ۶۱؛ عنکبوت:۶۰؛ لقمان:۱۰؛ شوریٰ:۲۹؛ جاثیہ:۴؛ فاطر:۲۸۔ موخر الذکر میں دوسرا لفظ الانعام ہے جو الدواب سے مختلف ہے: ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانه۔

-اول حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر ذی روح کی طرح پانی سے پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ سورہ انبیاء ۳۰ میں ہے: وجعلنا من الماء کل شی حی ،اور سورہ نور مدنی:۴۵ میں ہے: "والله خلق کل دابة من ماء"

-اس حقیقت ثابتہ میں "دابہ" کے لحاظ سے انسان بھی آتے ہیں اور ان حیوانات کو انسانوں کی طرح امتیں (امم) کہا گیا ہے: انعام:۳۸۔

-دوسری حقیقت یہ ہے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے چوپائے/

Marfat.com

دواب/ دابہ پھیلا دیے ہیں۔

-تیسری اہم حقیقت ان کی ساخت کو بتاتی ہے کہ ان میں سے کچھ دو پیروں پر چلتے ہیں، کچھ چار پیروں پر اور کچھ اپنے پیٹ کے بل رینگتے ہیں اگر چہ یہ سورہ نور: ۴۵ مدنی ہے مگر اس کی حقیقت ازلی اور آفاقی ہے کیونکہ دابہ اور دواب کی لغوی ماہیت ان کو اسی ساخت کا حامل بتاتی ہے۔

انعام جمع ہی میں بمعنی مویشی آیات قرآنی میں آیا ہے جیسے: انعام: ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۲؛ یونس: ۲۴، نحل: ۵، ۶۶، ۸۰، مومنون: ۲۱؛ شعراء: ۱۳۳؛ فاطر: ۲۸، زمر: ۶، شوریٰ: ۱۱؛ زخرف ۱۲؛ فرقان: ۴۹؛ یٰس: ۷۱؛ طٰہٰ: ۵۴؛ نازعات: ۳۳؛ عبس: ۳۲؛ سجدہ ۲۷۔ ان میں سے بعض آیات میں ان کی مزید تعریف بہیمۃ الانعام بیان کی ہے جو سورہ حج کی آیات میں ہے۔

مکی قرآنی آیات میں ان کی خاص درجہ بندی کی گئی ہے۔ ایک سورہ زمر: ۶ کے مطابق انعام (مویشیوں) کے آٹھ نر مادہ جوڑے ہیں اور ان میں سے بھیڑ بکری، گائے اور اونٹ کے نر مادہ جوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ شوریٰ: ۱۱ میں بھی انعام کے ازواج کی صراحت مزید ملتی ہے۔

-دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان میں سے کچھ سواری کے جانور ہیں اور کچھ کھانے کے مویشی جیسا کہ سورہ غافر مذکورہ بالا میں ہے... لترکبوا منھا و منھا تاکلون۔

-ان کی ساخت وخلقت خاص کر سواری کے جانوروں میں ایک کو حمولہ (لادو) قرار دیا ہے اور دوسری قسم کو دبے (فرشا) یہ حقیقت سورہ انعام: ۱۴۲ میں ہے: ومن الانعام حمولة وفرشا۔ شاہ عبدالقادر نے حمولہ (لادنے والے) جانوروں سے اونٹ اور بیل مراد لیے ہیں اور دبے جانوروں سے بکری اور بھیڑ۔ موخر الذکر پر سامان نہیں لادا جاتا۔ لیکن ان دونوں قسم کے جانوروں سے صرف یہی مخصوص جانور مراد نہیں ہیں

Marfat.com

اور بھی ہیں۔

-سورہ یونس : ۲۴ میں نبات (پیداوار) ارض کو انسانوں اور مویشیوں (انعام) کا کھانا قرار دیا گیا ہے:.. مما یاکل الناس والانعام، نیز سجدہ:۲۷وغیرہ

-سواری کے جانوروں کی امت کی حقیقت بہیمیہ کو متعدد دوسری آیات میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کو کشتیوں کی مانند ذرائع نقل و حمل میں شمار کیا گیا ہے: زخرف:۱۲۔ظاہر ہے کہ کشتیاں اگر سمندری ذرائع نقل وحمل ہیں تو جانوروں بری ذرائع نقل وحمل۔

عبرت ومنافع

بنیادی مقصدِ قرآن مجید کے عین مطابق متعدد آیات مکی میں ان جانوروں۔ انعام کو عبرت کہا گیا ہے کہ ان سے انسان عبرت ونصیحت حاصل کرے اور اپنے رب و خالق کو پہچانے اور اس کی ویسی ہی بے لوث عبادت کرے جیسے ساری مخلوقات حیوانی کرتی ہے:

آیات عبرت: وان لکم فی الانعام لعبرۃ ۔النحل:۱۱؛ مومنون:۲۱؛ بالکل یکساں ترکیب وفقرہ۔

آیات عبادت میں: وللہ یسجد مافی السمٰوت ومافی الارض من دابۃ والملٰئکۃ وھم لایستکبرون ० النحل ۴۹۔ یوں تو زمین وآسمان کی ہر چیز جناب الٰہی میں سجدہ ریز ہے لیکن ان میں سے چوپایوں/ دابہ اور فرشتوں کو خاص کیا گیا کہ وہ استکبار وغرور نہیں کرتے اور بلا چون و چرا عبادت کرتے ہیں جبکہ انسان اور شیطان احتراز واستکبار کرتے ہیں نیز دیگر آیات سجدہ وعبادت ربانی۔ **منافع اور فوائد** کے بیان میں قرآن کی مکی آیات نے متعدد چیزوں کا ذکر خاص کیا

Marfat.com

ہے جیسے۔ا-ان کے گوشت کھانے اور سواری سے فائدہ اٹھانے کے علاوہ دوسرے فوائد ہیں جیسے پوشاک و زینت میں ہے، جسے سورہ نحل :۵ میں ''دف'' کہا گیا۔ یہ ''جزاول'' شاہ عبدالقادر کی تعبیر میں انسانوں کولباس فراہم کرتی تھی: چادر، قمیص اور ازار کے علاوہ دوسرے ملبوسات اور جنگی ساز و سامان اور زینت کے بطور ان کی کھالوں اور سروی وغیرہ سے آرائش منازل کا کام لیا جاتا تھا۔ملبوسات نبوی۔عہد نبوی میں کھالوں کی متعدد قسموں کے لباسوں کا ذکر ملتا ہے۔

-اسی سورہ کریمہ کی اگلی آیات کریمہ میں ہے کہ صبح وشام کو جب وہ چرواہی کے لیے جاتے ہیں اور شام کو جب ان کے ریوڑ واپس آتے ہیں تو وہ ایک خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں جسے ''جمالی'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

-ان کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ وہ انسانی سامان اور بوجھ کو دور دراز کے شہروں میں لاد کر لے جاتے ہیں کہ ان کے بغیر سخت مشقت کا سامنا ہوتا۔وہ سامان کا بوجھ تو ہوتا ہے۔انسانوں کو سوار کر کے لے جانے کا بھی ہوتا ہے۔

-ان میں خاص گھوڑے، خچر اور گدھے ہیں جو تمہاری سواری کے کام آتے ہیں اور جن سے انسانی زینت وشان بھی بنتی ہے: واخیل والبغال والحمیر لترکبوھاو زینۃ"۔سورہ نحل :۷ کی تفسیر وتشریح شعراء ۱۳۳ میں کی گئی کہ فرزندوں کے ساتھ ساتھ انعام کو انعام الٰہی بتایا۔

-سورہ مومنون: ۲۱ میں ہے کہ انعام (چوپایوں/مویشیوں) کے بطن میں پیدا ہونے والے دودھ سے انسان کی سیرابی کا انتظام کیا گیا: وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ o ان منافع کثیرہ میں سے صرف ایک کا ذکر خاص کیا گیا اور سورہ النحل:۶۶ میں وضاحت کی گئی کہ انسان کی سیرابی اور شادابی کا یہ مایہ قیمتی خالص دودھ ان کے بطون میں گوبر اور خون کے درمیان سے کشید کیا جاتا ہے:... نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي

Marfat.com

بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَناً خَالِصاً سَآئِغاً لِلشّٰرِبِيْنَ ٥ دودھ کے مقام پیداوار کا تعین خالص علمی اور سائنسی انکشاف ہے جس کی خبر امی مکیوں کو تھی نہ عالم شہریوں کو اور آج کے سائنسی انکشافات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

-النحل (شہد کی مکھی) کے نام سے ایک پوری مکی سورت موسوم کی گئی کہ اس کی حیات، کارکردگی، بود و باش اور افادیت آیت الٰہی ہے۔ اپنے نام کی سورہ کی آیات: ۶۸ و مابعد میں رب جلیل فرماتا ہے کہ اس نے شہد کی مکھیوں کو وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں اور اونچی جگہوں پر اپنا ٹھکانہ بنائیں۔ اور ہر قسم کے پھلوں پھولوں (ثمرات) کو اپنا کھانا بنائیں اور اپنے رب کے راستوں میں فروتنی سے چلیں۔ ان کے بطون سے مختلف رنگوں کی شراب (مشروب) نکلتی ہیں جس میں انسانوں کے واسطے شفاء ہے۔ شہد کی مکھی کی زندگی اور اس کی اجتماعیت کے قرآنی اشارات اس کی علمی اور سائنسی حیرت ناک حالتوں سے پردہ اٹھاتے ہیں اور شہد (عسل) کی افادیت ثابت کرتے ہیں۔ دوسری آیات کریمہ کے علاوہ احادیث نبویہ میں بھی اس کی افادیت و شفا کا بھرپور بیان ملتا ہے: سورہ محمد: ۱۵ میں عسل مصفی کی جنتی نہروں کا ذکر ہے اور احادیث معراج میں بھی شہد کے پیالے کا ذکر ہے۔

پرندے (طیور)

غیر انسانی حیوانات میں ایک خاص امت طیور اور پرندوں کی ہے جسے قرآن مجید میں طائر و طیور/طیر کہا ہے کہ وہ اپنے پروں اور ڈنکوں کے سہارے فضا میں اڑتی پھرتی ہے۔ اور اس طاقت پرواز اور فنائے بسیط میں ان کے قرار بے قرار کا ذکر بطور قدرت الٰہی کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ نحل: ۷۹.. الم یرو الی الطیر مسخرٰت فی جو السما الخ اور سورہ ملک: ۱۹ وغیرہ میں ہے۔ ان کی تخلیقی جہات کا بھی اہم ذکر ہے۔ سورہ انعام: ۳۸... ولا طائر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم"

Marfat.com

مکی سورہ: انبیاء: ۷۹ اور مدنی سوری نور: ۴۱ میں ان طیور اور پرندوں کے تسبیح وعبادت رب کا ذکر وبیان ہے۔

۱- پرندوں (طیر) کا ذکر ایک خاص انبیائی حوالے سے مکی ومدنی آیات میں آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعث بعد الموت یا مردوں کے زندہ کرنے کے ''طریقہ'' (کیف) کے بارے میں سوال کا جواب رب وخالق کل نے یہ دیا تھا کہ ان میں سے چار پرندوں کو اپنے آپ سے ہلا لو.....

۲- حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ ان کے لیے مسخر کردہ پہاڑوں کے ساتھ پرندے (طیر) بھی تسبیح رب کرتے تھے۔ انبیاء: ۷۹؛ سورہ سبا: ۱۰، اس حقیقت کو پھر دہرایا گیا ہے۔

۳- حضرت سلیمان علیہ السلام کی جنود (فوجوں) میں جنات اور انسانوں کے علاوہ پرندوں (طیر) کی فوج بھی تھی جو خاص کام انجام دیتی تھی۔ حضرت موصوف کو پرندوں کی بولی (منطق الطیر) کا علم عطا کیا گیا تھا اور اسی کی معرفت کی بنا پر انھوں نے ہدہد سے کلام فرمایا تھا جس نے ملکہ سبا کے بارے میں اطلاعات بہم پہونچائی تھیں۔ یہ تمام آیات سورہ نمل: ۱۶-۲۰ ومابعد پرندوں کی دنیا کی نیرنگیوں کا ایک خاص تماشا دکھاتی ہیں۔

۴- حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھی زندانیوں میں سے ایک نے اپنے خواب صادق میں ایک پرندے کو ان کے سر پر رکھی روٹی کھاتے دیکھا تھا اور اس کی تعبیر یہ نکلی کہ اس کی پھانسی کے بعد اس کا سر اور سر کا مغز پرندے کھا رہے تھے: یوسف: ۳۶، ۴۱۔

۵- حضرت عیسی علیہ السلام کو عطا کردہ آیات ومعجزات میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ مٹی کی چڑیا کی شکل کی مورت بناتے اور پھر ان کے نفخ (پھونک) کی برکت سے اس میں جان پڑ جاتی اور وہ اڑتی پھرتی اور آیات الٰہی دکھاتی:

Marfat.com

آل عمران: ۴۹؛ مائدہ: ۱۱۰۔

۶- سید المرسلین ﷺ کے حوالے سے اور خاص قریش کا تذکرہ سورہ فیل میں ان طیرا ابابیل کا ذکر ہے جنھوں نے چھوٹی چھوٹی کنکریوں اور سنگ ریزوں سے صاحب فیل کی فوج کو دھنک کر رکھ دیا تھا چارے کی طرح اور وہ بھی چبائے ہوئے چارے کی طرح۔

منافع و فوائد کے باب میں اللہ تعالیٰ نے ان کے مذکورہ بالا عطایا اور انعامات کے علاوہ ان کے گوشت کو انسانی کھانے کا ایک بہترین، لذیذ ترین اور صحت بخش کھانا قرار دیا ہے، ایسا کہ جنتی سعید نفوس ان کے پسندیدہ گوشت سے لذت کام و دہن کیا کریں گے: سورہ واقعہ: ۲۱۔

-ایک فائدہ بصورت نقصان یہ بھی تھا کہ وہ طائر سے فال بد و فال نیک کا شگون لیتے تھے اور وہی لفظ طائر اس کا عنوان بن گیا۔ سورہ نمل: ۴۷؛ یٰس ۱۹؛ اسراء ۱۳:... وکل انسان الزمنا طائرہ فی عنقہ؛ اعراف: ۱۳۱۔

-خالص سائنسی اور علمی اعتبار سے ڈاکٹر سالم علی جیسے ماہرین فن نے ان کے بارے میں اپنے مشاہدات وانکشافات کو قلمبند کر دیا ہے۔

چیونٹی (نمل) کی وسیع کائنات ہے اور ایک الٰہی مخلوق اور انسان کی طرح ایک امت کی حیات و کارکردگی۔ پوری سورہ نمل اس کی شاہد ہے کہ اس کی ذات و صفات کے سبب ایک سورت قرآنی اس کے نام سے منسوب و موسوم کی گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثالی اور بے نظیر بادشاہت اور طاقت کا ایک مظہر یہ بھی تھا کہ وہ چیونٹی کی زبان سمجھ لیتے تھے۔ سورہ نمل: ۱۸ میں ایک پوری وادی کا نام وادی نمل ہے جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس معرفت و علم کے تجربہ کا موقعہ ملا تھا۔ یہ مختصر ترین حوالہ قرآنی ہے لیکن چیونٹی/نمل کی مخلوق اور حیوان کی تخلیق الٰہی ایک عظیم ترین آیت الٰہی ہے جس کے حقائق و واقعات سے سائنسدانوں اور تجزیہ کاروں نے پردے

Marfat.com

اٹھائے ہیں اور حفیظ جالندھری جیسے شاعر نے ان کا نامہ لکھا ہے۔

حیوانات کی دنیا انسانی عالم سے کچھ کم عجیب نہیں ہے۔ اشرف المخلوقات کو بوجوہ اپنی فضیلت و بلند مرتبی کا غرہ ہے مگر وہ جب حیوانات کی دنیا کی نیرنگیوں کو دیکھتا ہے تو دنگ رہ جاتا ہے اور پھر اسے آیات قرآنی کے بیانات کی صداقت و مرتبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۴

۵۔

Marfat.com